انڈین نیشنل کانگرس مدراس

پر

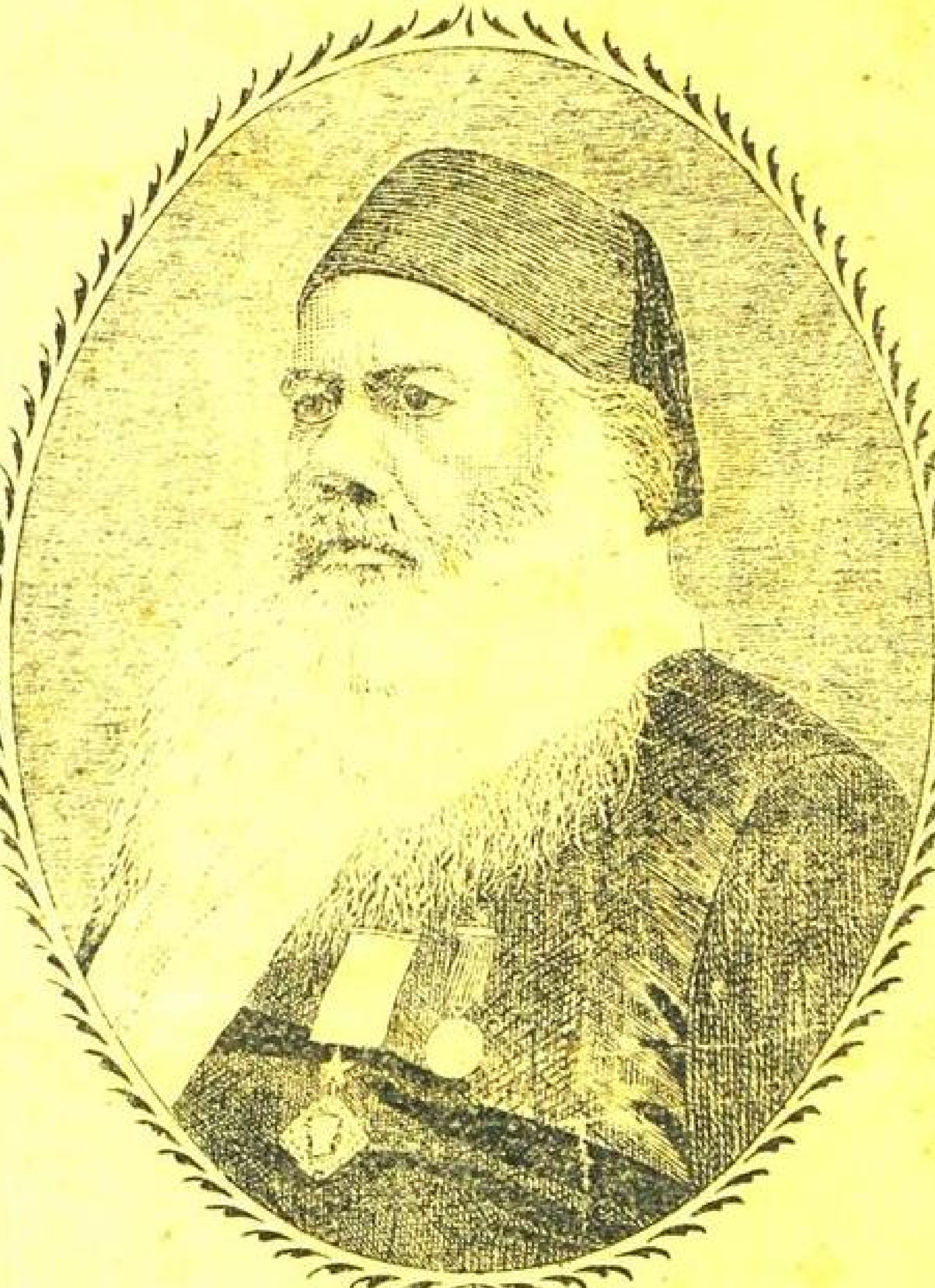

آنریبل سر سید احمد خان بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا

لکچر

محمد رحمت اللہ رعد کے نامی پریس کانپور میں رجسٹری ہو کر چھپا

٧٨٦

لکچر

آنریبل سر سید احمد خان بہادر کے سی ایس آئی کا

۲۸ - دسمبر ۱۸۸۷ء کو بوقت شب

بمقام لکھنؤ

ہماری قوم کو نسبت پولیٹکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے

جناب پریسیڈنٹ صاحب و دیگر صاحبان و لیڈی صاحبان !۔

میری کبھی عادت پولیٹکل امور پر لکچر دینے کی نہین ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ مینے کبھی پولیٹکل امور مین کوئی لکچر دیا ہو۔ میری توجہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانونکی تعلیم کیطرف مائل رہی ہے اور اوسیکو مین ہندوستان کے لیے، قوم کے لیے، گورنمنٹ کے لیے، بہت مفید سمجھتا ہون لیکن اس زمانہ مین بعض حالات ایسے درپیش آئے ہین جنکے سبب سے ضرور ہوا کہ اپنی رای سے اپنے بھائیونکو جسکو اونکے حق مین مین مفید سمجھتا ہون اطلاع دون۔ آے صاحبون اس لکچر کا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانونکو نسبت پولیٹکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ مین اس مضمون پر کوئی فلسفیانہ بحث کرنی نہین چاہتا اور نہ اس مضمون پر اون اصولون سے بحث کرنا چاہتا ہون کہ جنکی نسبت سیاست مدن اور پولیٹکل اکانمی کی کتابون مین بڑے بڑے لکچر اور مضمون لکھے ہوئے ہین۔ اسوقت میرا مطلب صرف سیدھے اور سادے طور پر اپنے بھائیونکو اپنی راے کا بتانا ہے، پسند کرنا یا نکرنا ہر شخص کے اختیار مین ہے۔

جن سببون سے آج مین اس مضمون پر لکچر دینے کھڑا ہوا ہون وہ یہ ہین کہ اندنون ہندوستان مین نسبت گورنمنٹ کے پولیٹکل امور کے ایک قسم کی شورش بہت لوگون مین پائی جاتی ہے مقصود میرا یہ کہنا ہوگا کہ آیا ایسے امور مین ہمارے بھائیونکو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس مضمون کو گو مسلمانون سے تعلق ہے اور میرا خیال و میرا ارادہ بھی مسلمانون سے کہنے کا ہی لیکن مین یہ بھی بتاؤن گا کہ آیا ملک کے لیے اور تمام قومونکے لیے جو ہندوستان مین رہتی ہین وہ امور مفید ہین یا

غیر مفید۔ اگر مفید خیال کرو تو سبکو پیروی کرنی چاہیے اور اگر ملک کے لیے یا قوم کے لیے مضر ثابت ہون تو
اون سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ قبل اسکے کہ یہ مضمون شروع ہو، مجکو مختصر طور پر بیان کرنا مناسب ہے کہ
ہماری گورنمنٹ جو اب قریب سو برس سے ہندوستان مین حکومت کر رہی ہے اوسکا طرز حکومت کیا ہے؟
اوسکا طرز حکومت یہ ہے، کہ جو امور پولیٹکل کے خارجی ہین یعنی ریاست ہاے غیر سے خواہ فرانٹیر کی خواہ
دیگر ممالک سے علاقہ رکھتے ہین، وہ اپنے ہاتھ مین گورنمنٹ نے رکھے ہین۔ اسیطرح جتنے امور جنگ کے ہین،
یا فوج کے آراستہ کرنے کے ہین، یا کسی ملک سے صلح کرنے یا جنگ کرنے کے ہین، وہ سب گورنمنٹ نے اپنے
ہاتھ مین رکھے ہین۔ مجکو امید ہے کہ ہم لوگ جو بطور رعایا کے رہتے ہین اون امور سے جنکو گورنمنٹ نے علحدہ رکھا ہے
یا اپنے ہاتھ مین رکھا ہے ہمکو کچھ زیادہ سروکار نہین ہے۔ اگر کوئی ملک گورنمنٹ فتح کرے، برما لیلے، افغانستان سے
لڑے، اوس سے صلح کرے، اِنسے ہم لوگ جو ملک کے باشندہ ہین کچھ سروکار نہین رکھتے جن امور کو گورنمنٹ نے اپنے
ہاتھ مین رکھا ہے اون سے رعایا کو کوئی مضرت یا اندیشہ نہین ہے۔ باقی امور متعلق اندرونی انتظام ملک کے
ہین جنسے ہمارا تعلق ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ اون مین گورنمنٹ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گورنمنٹ ایک کونسل رکھتی ہے
جو قانون بناتی ہے اور جسکا اثر ملک پر اور رعایا کے جان، مال، اور آسایش پر پڑتا ہے۔ اِس کونسل مین چند ممبر تنخواہدار
ہین۔ علاوہ اونکے ہر صوبہ سے جو گورنمنٹ کی دانست مین نہایت ہوشیار اہلکار گورنمنٹ کے ہین مثلاً کمشنر یا اور کوئی
واقف کار حال صوبہ جنسے مدت تک وہان زندگی بسر کی ہے۔ عدالت کے کام فوجداری۔ کلکٹری کے کام سے اور
اوس ملک اور اوس ملک کے حال سے واقف ہے، ہر صوبہ سے بلاتی ہے۔ پنجاب سے، اودھ سے، شمالی مغرب سے،
مدراس و بمبئی سے اور اونکو مشورہ مین شریک کرتی ہے۔ گورنمنٹ ہندوستانی رئیسون مین سے جنکو وہ اوس کرسی پر
بیٹھنے کے قابل اور باعتبار عزت کے مناسب سمجھتی ہے اونکو بھی بلاتی ہے۔ شاید اِس بات پر لوگونکو شبہ ہوا ہوگا کہ باعتبار
عزت کے کیون بلاتی ہے باعتبار لیاقت کے کیون نہین بلاتی۔ اسکی بابت آپ حضرات مین کچھ بیان کرونگا۔ مگر
نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم یہ کہین، اور اگر مین کہون تو میرے دوست مجکو معاف کرین کہ ہمارے رئیس اوس
کرسی پر بیٹھنے کے لایق نہین۔ افسوس ہے کہ مین بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہون کہ لایق نہین مگر گورنمنٹ کو اس باب مین
جو نہایت مجبوری ہے، اور جس سبب سے اس معاملہ مین وہ عاجز ہوگئی ہے اوس سے قطع نظر نہین کرنی چاہیے۔ آپ خیال کرین
کہ وایسراے کے ساتھ کونسل مین بیٹھنے کے لیے واجبات سے ہے کہ ایک معزز شخص ملک کے معزز شخصون مین سے ہو۔
کیا ہمارے ملک کے رئیس اسکو پسند کرین گے کہ ادنے قوم یا ادنی درجہ کا آدمی خواہ اوسنے بی اے کی ڈگری لی ہو یا

ایم اے کی ہو اور گو وہ لایق بھی ہو اونپر بیٹھکر حکومت کرے - اونکی مال، جائداد اور عزت پر حاکم ہو؟ کبھی نہین کوئی
ایک بھی پسند نہین کریگا (چیرز) گورنمنٹ کی کونسل کی کرسی نہایت معزز ہے گورنمنٹ مجبور ہے کہ سوای معزز کے
کسیکو نہین بٹھا سکتی - اور نہ والیسرائے اوسکو مائی کلیگ یا مائی آنریبل کلیگ یعنی برادر یا معزز مصاحب کہہ سکتا ہے
نہ شاہانہ ڈنر و نہین اور نہ شاہنشاہی جلسون مین جہان ڈیوک اور ارل اور بڑے بڑے معززین شامل ہوتے ہین
بلایا جا سکتا ہے - غرضکہ گورنمنٹ پر یہ الزام کسیطرح عاید نہین ہو سکتا کہ رئیسونکو کیون منتخب کرتی ہے - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ
ہمارے رئیس ایسے ہین کہ کونسل مین کوئی کارروائی مفید ہندوستان کے لیے نہین کر سکتے - اسکے بعد گورنمنٹ مین مسودہ کے
طور پر قانون پیش ہوتا ہے - مختلف اضلاع کے حکام اوسپر رپورٹین پیش کرتے ہین اور ضرورت بتلاتے ہین کہ
ملک کے انتظام کے لیے فلان امر کی ضرورت ہے - گورنمنٹ امور مشتبہ مین کمیشن مقرر کرتی ہے کہ جابجا جاکر حال
دریافت کرکے کیفیت مرتب کرین کہ در اصل انتظام کے لیے اوسکی ضرورت ہے یا نہین - وہ سب کارروائی کونسل مین
پیش ہوتی ہے اور نہایت مباحثہ ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج ہماری ایجوکیشنل کانگرس مین تیسرے
رزولیوشن پر ہوا بلکہ اوس سے بھی زیادہ (چیرز) مجھے امید ہے کہ اس جلسہ مین ایسے لوگ بھی ہونگے جنھون نے اجلاس کونسل
کا تماشہ دیکھا ہے - مین یقین دلاتا ہون کہ تمام ممبر جنکی راے مین جو امر ملک کیلیے بہتر ہوتا ہے وہ نہایت زور اور گرمجوشی سے
بلالحاظ والیسراے کے کہ کون ہے اور اوس کرسی پر والیسراے ہے یا سفید پتھر کی مورت اور بلالحاظ دوسرے ممبر کی اعانت
یا موافقت کے جو راے مین آتا ہے نہایت عمدگی اور نیک نیتی اور خیر خواہی سے گفتگو کرتے ہین اور راے دیتے ہین - اسپر بھی
گورنمنٹ نے بس نہین کیا اور قبل اسکے کہ کوئی قانون پاس ہو اوسکو اخبارون مین شایع کردیتی ہے - جتنی کمیٹیان موجود
ہین، اور جتنے اخبار ہین، اور جو ملک کے وکیل ہونیکا دعوے کرتے ہین، اونکو آزادی ہے کہ جو چاہین لکھین - کمیٹیون اور
سوسائیٹیون کو آزادی ہے کہ موریل جس مضمون کا چاہین گورنمنٹ مین بھیجین - مجکو بھی یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ مین
کونسل مین تھا (چیرز) مین یقین دلاتا ہون کہ کوئی قانون ایسا مجھے یاد نہین ہے کہ کونسل مین پیش ہوا ہو اور دس بیس
پچیس موریل اوسکی نسبت نہ آئے ہون - اوسکے بعد گورنمنٹ سلکٹ کمیٹی مقرر کرتی ہے اور اوسپر غور ہوتا ہے اور نہایت
عمدگی سے مباحثہ ہوتا ہے اور تمام موریل ایک ایک لفظ پڑھے جاتے ہین اور بہت سا وقت کمیٹی کا اونکے سننے اور پڑھنے
مین ضایع ہوتا ہے اور آخر کو جب غور ہوتا ہے تو نتیجے ثابت ہوتے ہین - اردو اخبارون مین بھی جو کچھ چھپتا ہے اوسکا
خلاصہ لکھا جاتا ہے اور سلکٹ کمیٹی کے ممبر اوسپر غور کرتے ہین - اگرچہ میرے سامنے نہین لیکن بعض دفعہ اون موریلون کے
ذریعے سے بعض دفعات ترمیم یا خارج ہوتی ہین - یہ کارروائی گورنمنٹ کی ہے - اسکے بعد قانون پاس ہوتا ہے اور وہ

سکرٹری آف اسٹیٹ کی پاس بھیجا جاتا ہے پھر وہانکی کونسل مین وہ قانون پیش ہوتا ہے اور لایق لایق لوگ جنمین اکثر ایسے ہین کہ ایک مدت تک ہندوستان مین رہکر اسسٹنٹی سے لفٹننٹ گورنری تک کام کر چکے ہوتے ہین اوسپر غور کرتے ہین - اگر اونکے نزدیک ٹھیک ہوتا ہے تو باقی رہتا ہے ورنہ چار سطر کی چھٹی سے جو سکرٹری آف اسٹیٹ لکھیجتا ہے منسوخ ہوجاتا ہے - لوگونکو بلاشبہ قانون کی نسبت عذرات ہوتے ہونگے اور بعض قانون مین غلطی بھی ہوتی ہوگی لیکن ایک بڑا حصہ اون عذرات کا جہانتک میرا تجربہ ہے ایسا ہوتا ہے کہ جنھون نے وہ عذرات کیے ہین اونکو یا خود اوس شخص کو جسنے اوس قانون سے مخالفت کی ہے اگر وایسرای کی کرسی پر بٹھا دیا جاے تو وہ بھی وہی کریگا جو گورنمنٹ نے کیا ہے - بہت سے امور ایسے ہوتے ہین کہ جزئیات پر نظر کرنے سے خراب معلوم ہوتے ہین لیکن جب تمام مشکلات پر نظر کیجاتی ہے تو وہ رای نہین رہتی جو اپنے گھر مین بیٹھکر قایم کیجاتی ہے - بہرحال قانون مین کچھ نقص ہو یا ہو مگر طریقہ بنانیکا ایسا ہے کہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ گورنمنٹ خودمختاری سے جو چاہتی ہے وہ کرتی ہے ہم رعایا کی رای نہین لیتی اور نہین سُنتی ہے - اور جو لوگ عذر کرنا چاہتے ہین اونپر غور نہین کرتی - بلکہ اس بیان کے بعد مین کہہ سکتا ہون کہ گورنمنٹ کوئی قانون نہین جاری کرتی جبتک رعایا اور اخبارونکی راے نہین سُن لیتی اور ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمارا حصہ قانون پر نہین ہے - بیشک ہے اور بلاشبہ ہے (چیرز) -

اب ایک اور فرض گورنمنٹ کا ہے وہ فرض کیا ہے - یہ ہے کہ اپنی حکومت اور اپنی سلطنت اوس ملک مین جسمین سلطنت کرتی ہے قایم اور مضبوط رکھے مجکو یقین ہے کہ میرے دوستون مین سے جو اسوقت موجود ہین اگر کوئی وایسرای کردیا جاوے اور وہ اوسیطرح خیرخواہ قیصر ہند ہو جیسا کہ وایسراے ہے تو اوسکا بھی پہلا فرض یہ ہوگا کہ سب سے مقدم برٹش کی حکومت اور ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شاہنشاہی اوسیطرح پر مضبوط اور قایم رکھے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی یورش اوسکو ہلا نہ سکے (چیرز) اگر میری ایسی قسمت ہو کہ مین وایسراے ہوجاؤن (چیرز) تو مین یقین دلاتا ہون کہ اوسیطرح بلکہ نہایت مضبوط وایسراے سے کے طور پر ملکہ معظمہ کی حکومت ہندوستان مین قایم رکھون (چیرز) یہ اصول سلطنت کا ایسا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ مین سلطنت ہو خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز اور ملکہ معظمہ کی سلطنت اور حکومت کا قایم رکھنا اوسپر فرض ہو وہ ایسا ہی کریگا - سلطنت کے استحکام اور قایم رکھنے کے بعد گورنمنٹ کا کیا فرض ہے ؟ اوسکا فرض یہ ہے کہ ملک مین امن و امان قایم رکھے - جان کی - مال کی حقوق کی حفاظت کرے اور تمام چیزون کی آزادی دے - اوسکا فرض ہے کہ عدالتین قایم کرے - جرایم کی جدا - دیوانی کی جدا - اور جو تنازع رعایا کے باہم ہون وہ انصاف اور عدالت سے فیصلہ کرے - آپ سب صاحب عذر کرینگے کہ گورنمنٹ نے حتی المقدور یہ سب کام کیا اور کوئی شخص اوس سے انکار نہین کرسکتا - بعض لوگ ہین جنکا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ نے کثرت سے قانون جاری کیے ہین اور اون سے مقدمات مین پیچیدگیان پڑتی ہین اور گورنمنٹ کے قانون سے زمیندار اور کاشتکار

مین تنازع پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ رای اونھین لوگون کی ہے جو اپنے گھر مین بیٹھے ہین اگر کونسل کی کرسی پر بیٹھین
تو یہ رای قایم نرہے۔ قوانین کا کثرت سے جاری ہونا رعایا اور ملک کی حالت پر منحصر ہے۔ ملک مین ہر قسم کی تجارت اور
کمپنیان جاری ہین اور روز بروز جاری ہوتی جاتی ہین۔ مختلف قسم کے حقوق جنکو پہلے کوئی جانتا بھی نہین تھا
پیدا ہوگئے ہین اور پیدا ہوتے جاتے ہین اور اگر اونکے لیے فقہ پر رجوع کرین تو اوسکے صریح احکام کہین نملینگے
بلکہ قیاس کی حاجت پڑیگی۔ پس جب ملک اس قدر تبدیل ہوتا جاتا ہے تو نہایت مجبوری ہے کہ جو چیزین پیش آئے
اونکے مطابق قانون بنایا جاوے۔ گورنمنٹ کی خواہش نہین ہے کہ قانون کثرت سے جاری ہون لیکن ملک
کے معاملات مین جب پیچیدگیان پڑگئی ہین اور اوسکی حالت تبدیل ہوگئی ہے تو وہ تبدیل شدہ حالت خود کثرت سے
قوانین کا جاری ہونا چاہتی ہے۔ ان سب امور پر خیال کرکے مین سمجھتا ہون کہ اسوقت کوئی غرض ملک کی ایسی نہین ہے
کہ گورنمنٹ تک نہ پہونچے۔ کوئی امر اسکا مانع نہین ہے کہ ہم اپنے مطالب بیان نہ کرسکین یا اپنی دادرسی نہ حاصل کرسکین۔
پس جو آسایش ہمکو ایک گورنمنٹ مین ہونی چاہیے وہ برٹش گورنمنٹ مین حاصل ہے۔ دیکھیے کہ اسوقت جو امور درپیش ہین
وہ ایک **کانگرس** ہی ہے جسنے بہت سی درخواستین گورنمنٹ مین کی ہین۔ اون درخواستون کو اگر تفصیل سے بیان
کیا جاوے تو اوسکے لیے بہت سا وقت چاہیے۔ کیونکہ جہانتک مجکو معلوم ہے اونکی تعداد ۹۴ ہے لیکن جو اونمین
مقدم ہین وہ یہ ہین۔ سب سے اول بڑی شورش یہ ہے کہ جسوقت کمپنی کی عملداری گئی اور ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین آئی اوسوقت
پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس ہوا جسمین یہ لکھا ہے کہ "تمام رعایا خواہ گورا ہو یا کالا خواہ یورپین ہو یا کوئی ہو سب برابر حقوق
اور عہدے پانیکے مستحق ہین"۔ اسکے بعد ملکہ معظمہ کا ایک اشتہار بھی وعدہ کا جاری ہوا اور دوبارہ وعدہ مستحکم کیا گیا اور پختہ
اقرار کیا گیا۔ ہمکو دیکھنا چاہیے کہ جو قانون اور قاعدہ سول عہدون کے لیے بنایا ہے اون قواعد سے ہمکو کچھ مستثنی کیا ہے؟
ہمکو کسی عہدہ سے خارج رکھا ہے بشرطیکہ لایق ہون؟ کوئی نشان نہین دیکھتا کہ کسی چیز مین تفرقہ کسی عہدہ کی استحقاق
کی نسبت کیا گیا ہو۔ البتہ اون عہدون کے لیے جو کوننیٹڈ یعنی متعہد کہلاتے ہین ایک خاص طریقہ قرار دیا گیا ہے اور وہ
یہ ہے کہ وہ لوگ اون عہدون پر مقرر ہونگے جو ولایت مین امتحان دینگے اور وہ نہونگے جنہون نے ولایت مین امتحان نہ دیا ہو
اس امر کی نسبت شاید ہر شخص خیال کرتا ہوگا کہ یہ قید لگانی کہ ولایت ہی مین امتحان ہو درست نہین ہے۔ اور سب سے پہلا
جو اعتراض حال کی شورش کا ہے وہ یہی ہے کہ جو امتحان ولایت مین ہوتا ہے وہ موقوف ہو اور ہندوستان مین اوسکی
جگہ امتحان ہو۔ علاوہ اسکے آن کوننیٹڈ یعنی غیر متعہد عہدون کی نسبت یہ خواہش کیجاتی ہے کہ وہ کل عہدے کمپیٹیشن یعنی مقابلہ
کے امتحان سے دیے جاوین۔ اس درخواست کا نتیجہ یہ ہے کہ جو عہدے تحصیلداری سے اوپر ہین اور سب آرڈینیٹ کہلاتے ہین

یعنی سب ججی اور منصفی - ڈپٹی کلکٹری - اور اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ وہ بھی بذریعہ ایک امتحان مقابلہ کے ملین اور جو امتحان مین غالب آوے اوسیکو ملین - ہندوستانیون جو ان عہدون کیلیے امتحان جاری ہین اور امتحان پاس کرنے پر کسی عہدہ پر مقرر ہونیکا استحقاق حاصل ہوتا ہے اوسکی نسبت بھی یہی خواہش ہے کہ عام مقابلہ کا امتحان ہو اور کامیاب کو یعنی اوسکو جو سب سے بڑھکر نکلے عہدہ ملے -

اِسوقت اس امر پر بحث کرنیکی مین ضرورت نہین سمجھتا کہ لندن مین امتحان ہونیکی قید کیون لگائی ہے اور اوسکے اوٹھا دینے مین ملک کا کیا نقصان ہوگا لیکن ان تجویزون سے جو بڑا نقصان ملک کا متصور ہے اوسپر گفتگو کرونگا - مین اس بیان مین اپنی قوم کی طرفداری کرنی نہین چاہتا بلکہ انصافاً بتلاتا ہون کہ مقابلہ کا امتحان خواہ سول سروس کے لیے ہو یا سب آرڈنیٹ عہدون کے لیے ہو آیا اون امتحانونکے لیے ہمارا ملک موجود اور مناسب ہے کہ نہین - مین اپنے ہندوستانی عہدہ دارونکی نہایت قدر اور تعظیم کرتا ہون اور یقیناً جانتا ہون کہ جتنے عہدہ دار اسوقت ہین نہایت ایمانداری لیاقت اور خوبی سے اپنا کام انجام دیتے ہین - لیکن کسی عہدہ دار کو ایسا نہین سمجھتا کہ وہ ہندوستانی عہدونکے لایق نہین - مگر غور کیجیے کہ مقابلہ کی امتحانکا اصول جو ولایت مین ہے اوسکا نتیجہ کیا ہے - یہ امر آپکو ظاہر ہے کہ ولایت مین ہر شخص اعلیٰ و ادنیٰ - ڈیوک اور ارل یا کسی جنٹلمین و شریف خاندان کا بیٹا اور ایک درزی یا اور کسی ادنیٰ درجہ کے خاندان کا بیٹا برابر امتحان دیسکتا ہے - جو یورپین ولایت سے کمپٹیشن کا امتحان دیکر آتے ہین ادنیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہین اور اعلیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہین - آپ صاحب یقین کرتے ہونگے اور مین کہتا ہون کہ یقین کرتے ہین کہ جو ادنیٰ خاندانون کے لوگ ہین وہ ملک یا گورنمنٹ کے لیے مفید نہین ہین - اور اعلیٰ خاندان والے رئیسونکی عزت کرتے ہین اور اچھا برتاؤ کرتے ہین اور انگلش قوم کی عزت اور برٹش گورنمنٹ کے انصاف کا نقش لوگون کے دلونپر جماتے ہین اور ملک اور گورنمنٹ کے لیے مفید ہین - لیکن انگلستان سے جو آتے ہین وہ ہماری آنکھ سے اتنی دور ہین کہ ہم نہین جانتے کہ وہ لارڈ کے بیٹے ہین یا ڈیوک کے یا ایک درزی کے (چیرز) اور اس سبب سے یہ امر کہ ہمپر ایک ادنیٰ آدمی حکومت کرتا ہی ہماری آنکھ سے چھپا ہوا رہتا ہے - لیکن ہندوستان مین یہ خیال نہین ہے - ہندوستانی شریف قومونکو ہندوستان کے ادنیٰ درجہ کے شخص کو جسکی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہین اپنی جان و مال پر حاکم ہونا پسند نہین کرینگے (چیرز)

اس امر سے قطع نظر کرو اور اس بات کو دیکھو کہ کسی ملک مین کمپٹیشن کے امتحان کے جاری کرنیکا اصول کیا ہے اور پھر ہمکو اسپر خیال کرنا ہے کہ ہمارا ملک اوسکے لیے تیار ہے یا نہین - یہ کچھ بہت باریک مسئلہ پولٹیکل اکانمی کا نہین ہے - ہر شخص اس اصول کو سمجھ سکتا ہے کہ سب سے اول وہ ملک کمپٹیشن کے امتحان کے لیے

مناسب ہے جس ملک مین ہر قوم بستی ہے اور تمام لوگ موچی سے لیکر ڈیوک تک ایک قوم کے ہین - اوس مین کمپٹیشن کا امتحان جاری کرنا کچھ مشکلات پیدا نہین کرتا کیونکہ کوئی مستغیث ہے یا حاکم ہے کسی شخص کو اوس سے ناراضی نہین ہوسکتی - دوسری صورت یہ ہے کہ گو اوس ملک مین مختلف قومین بستی ہون لیکن وہ قومین آپس مین ملکر بمنزلہ ایک قوم کے ہوگئی ہون جیسے انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ - یہ دونون مختلف قومین ہین - بڑی بڑی لڑائیان آپس مین ہوئی ہین اور بہت بہادری طرفین نے دکھائی ہے لیکن وہ زمانہ جاتا رہا اور اب کوئی نہین کہہ سکتا کہ انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے رہنے والے بمنزلہ ایک قوم کے نہین ہین - مگر ہمارے ملک کی جسمین مختلف قومین آباد ہین یہ حالت نہین ہے - ایک طرف ہندو دوسری طرف مسلمان اور تیسرے طرف پارسی ہین - ہندؤن مین بھی ہمارے ملک کے ہندؤ اور مشرقی ملک کے بنگالی اور دکھنی ملک کے مرہٹہ ایک نہین ہین - اگر آپکے نزدیک یہ سچ ہے کہ یہ قومین ایسی ہی آپس مین مل گئی ہین کہ سب کو ایک قوم سمجھ لیا جاوے تو بلاشبہ مین ضرور کہونگا کہ ہندوستان مین کمپٹیشن کا امتحان ہونا چاہیے - اور اگر یہ نہین ہے تو ہمارا ملک کمپٹیشن کے امتحان کے قابل نہین ہے - تیسری صورت کمپٹیشن کے امتحان کی یہ ہے کہ گو ایک ملک مین مختلف قومین رہتی ہون لیکن باعتبار لیاقت - تعلیم اور دولت کے برابر ہون اور ہر ایک قوم کو موقع اسکا مل سکتا ہو کہ وہ اوس امتحان سے برابر کا فائدہ اوٹھا سکتے ہین گو کہ وہ کبھی نہ اوٹھاوین لیکن موقع ہو - اب یہ سوال ہے کہ مسلمانون کی تعلیم اور تربیت اور انگلش لٹریچر مین اونکا علم جو گورنمنٹ کے اعلی عہدون کے لیے ضروری ہے اس درجے پر پہونچ گیا ہے کہ ہندؤن کے مساوی ہو؟ نہین ہرگز نہین - اب مین مسلمانون اور اپنے ملک کے ہندؤن کو اکٹھا کرکے پوچھتا ہون کہ بنگالیون سے دونون برابری کر سکتے ہین ؟ - ہرگز نہین - جب یہ صورت ہے تو کیونکر اس ملک مین مقابلے کا امتحان جاری ہو سکتا ہے - (چیرز) اگر یہ امتحان مقابلہ جاری ہو تو غور کرنا چاہیے کہ ملک کا کیا نتیجہ ہوگا - تمام قومین نہ صرف مسلمان بلکہ تمام ہندؤ اس ملک سے معزز راجہ اور بہادر راجپوت جنکو اپنے باپون کی تلوارین یاد ہین ایک بنگالی جو چھری کو دیکھکر کرسی کے نیچے گر پڑیگا (چیرز) اپنے پر حاکم دیکھین گے ؟ - کوئی ٹکڑا ملک کا اس قابل نہین رہیگا کہ سوا بنگالیون کے اور کسیکی صورت حکومت یا عدالت کی میز پر دکھائی دے - ہم کہتے ہین کہ ہم خوش ہین کہ ہمارے بھائی بنگالی ہی ترقی کرین - لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے انتظام کا کیا حال ہوگا - کیا آپکے نزدیک راجپوت اور پرجوش پٹھان جو پھانسی یا پولیس کی تلوار یا فوج کی سنگین سے نہین ڈرتے وہ بنگالی کے نیچے امن مین رہ سکتے ہین ؟ -

(چیرز) پس مقابلے کا امتحان نہ صرف ملک کی کسی خاص قوم کے لیے مضر ہے بلکہ امن کے لیے بھی مضر ہے (چیرز) یہ اونکی ایک درخواست ہے جسکا مین نے اوپر ذکر کیا۔ پس اگر کسی شریف آدمی کو، رئیس کو، اوسط درجہ کے آدمی کو، اچھے خاندان والے آدمی کو، جسکو خدانے عزت دی ہے اگر اسکو قبول کرے کہ بنگالیون کی حکومت ہے۔ جوتیان کھائے تو بسم اللہ ریل پر سوار ہو اور چلے مدراس کو چلے مدراس کو (چیرز) اور اگر سمجھتے ہو کہ ملک کی حالت اور عزت اس سے برباد ہونیوالی ہے تو بھائیو اپنے گھر مین بیٹھو اور گورنمنٹ سے اپنی حالت کہو اور جو تمھاری خواہش ہو سہولیت اور ادب سے اوسکو پیش کرو (چیرز)۔

دوسری درخواست جو اونکی طرف سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وایسرا ے کی کونسل مین رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہون۔ وہ چاہتے ہین کہ جس طرح لندن مین ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز ہے اوسی طرح ہندوستان مین بھی اوسکی نقل بنائی جاوے اور جو ایلکشن سے مقرر ہون وہ بطور ہوس آف کامنس کے ہون اور جو ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہین مع وایسرای کے بطور ہوس آف لارڈز کے ہون۔ ولایت مین پارلیمنٹ کا یہ اصول ہے کہ کوئی قانون جاری نہین ہو سکتا جبتک ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز دونون متفق ہو کر اوسکو منظور نہ کرین۔ اب سب سے پہلے یہ فرض کیجے کہ وایسرای کی کونسل اوس قاعدہ سے ہو جسکی خواہش ہے یعنی اوسمین رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہون اور انتخاب کیصورت یون فرض کیجیے کہ تمام مسلمان ایک مسلمان کے ممبر ہونے کے لیے ووٹ دین اور ایک ہندو کے لیے کل ہندو ووٹ دین اور گنیے کہ مسلمان کے کتنے ووٹ ہوے اور ہندو ممبر کے لیے کتنے۔ یقینی ہندو ممبر کے چوگنے ووٹ ہونگے۔ کیونکہ وہ آبادی مین مسلمانون سے چوگنے ہین۔ پس میتھی میٹکس کے ثبوت سے ایک ووٹ مسلمان ممبر کے لیے ہوگا اور چار ووٹ ہندو ممبر کے لیے۔ پس مسلمانون کا ٹھکانا ہندؤن کے مقابل کہان رہیگا اور جوسے کے اصول کے مطابق چار پانسے ہندؤن کے لیے اور ایک پانسہ ہمارے لیے ہوگا۔

دوسری صورت انتخاب کی یہ فرض کیجیے کہ انتخاب کے ایلکٹر مقرر کرین۔ اونکے تقرر کے لیے ضرور ہوگا کہ کوئی حد مقرر کیجاوے کہ اس درجے کی آمدنی کے لوگ ایلکٹر ہونگے اور جب حد مقرر کرینگے تو دیکھین گے کہ اونکے پاس جائداد کتنی ہے اور سالانہ آمدنی کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہین کہ اے مسلمانون تم اپنی قسمت کو رؤ کہ تمھارے پاس ایسی جائداد اور دولت ہے جو ملک کے ہندؤن کے پاس ہے؟ ہرگز نہین۔ اگر فرضاً یہ درجہ مقرر ہو کہ پانچ ہزار روپیہ کی آمدنی والے ایلکٹر مقرر ہون تو تبلاؤ کہ کتنے مسلمان نکلین گے جنکی آمدنی اسقدر ہو۔

اور کسکے حق مین ووٹ دینے والے زیادہ ہونگے؟ - ہندو ممبر کے لیے یا مسلمان ممبر کے لیے اور کسکے ووٹ زیادہ ہونگے - کسکی قسمت سے چھینکا ٹوٹ پڑے تو اوسکی بات دوسری ہے لیکن عقلی قاعدہ سے کسی ایک مسلمان کو بھی موقع نہ ملیگا کہ وایسراے کی کونسل کا ممبر ہو سکے - پس کُل وایسرای کی کونسل مین بابو فلان متر یا بابو فلان گھوش اور فلان چکرورتی کے سوائی نہین ہوگا (چیرز) پھر کیا حال ہوگا ہمارے ملک کے ہندوؤنکا جنکی حالت گو مسلمانون کی حالت سے اچھی ہے اور گو چند کی حالت زیادہ اچھی ہے لیکن عموماً اونکی حالت بھی ایک ہی سی ہے - کیا حالت ہوگی اون راجپوتون کی جنکے باپ دادا کی تلوارون سے اب تک خون دھویا نہین گیا ہے - اور ایسی حالت مین ملک کے امن کا کیا حال ہوگا - کیا یہ توقع ہے کہ ہم اور ہمارے بہادر بھائی راجپوت خاموش بیٹھے رہینگے -

اب ہم ایک تیسری صورت انتخاب کی پیش کرینگے اور قید لگائین کہ وایسراے کی کونسل مین ایک تعداد مناسب سے ہندو ہون اور ایک تعداد مناسب سے مسلمان - ہم حیران ہونگے کہ کس مناسبت سے یہ تعداد ہو؟ - لازماً مردم شماری کی مناسبت سے - پس اوس حساب سے ایک ممبر ہماری طرف سے ہوگا تو چار ممبر ہندوؤن کی طرف سے اور اسکے سوا کوئی صورت مناسبت کی قایم نہین ہو سکتی - پس ایسی حالت مین ایک ووٹ ہمارا ہوگا اور چار ووٹ اونکے ہونگے -

اب ہم ایک چوتھی صورت انتخاب کی پیش کرتے ہین اور اوس مناسبت سے قطع نظر کرکے یہ قرار دیتے ہین کہ وایسراے کی کونسل مین ایک تعداد سے ہندو و مسلمان ممبر ہون - ہندو ممبر کو ہندو منتخب کرین اور مسلمان ممبر کو مسلمان، اور یہ بھی فرض کرتے ہین کہ دونون کی تعداد مساوی ہو - مگر آپ مجھکو معاف کرین اگر مین دلسوزی سے کچھ کہون - تمام قوم مین ایک مسلمان بھی نہ نکلیگا جو وایسراے کی کونسل مین بمقابلہ ہندوؤن کے کام کرنے کے قابل ہو - مین نے چار برس کونسل مین کام کیا ہے اور ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھسا ذلیل اور نالایق اور مجھسے زیادہ بدتر کوئی ممبر نہین ہو سکتا (نہین نہین نہین) اون لوگون کو بھی مجھے بتلاؤ جو منتخب ہوکر اپنا کاروبار چھوڑکر روپیہ خرچ کرکے کلکتہ اور شملہ مین حاضر ہونگے اور تمام اخراجات اپنی ذات سے یا ملک کے چندہ سے برداشت کرینگے - اور سفر کی تکالیف علیحدہ ہونگی مجھے بتاؤ کہ ہماری قوم مین کون ہے، اودھ - پنجاب - اور ممالک مغربی مین جو قوم پر اور قوم کے کام پر اپنا روپیہ فدا کریگا - کاروبار چھوڑیگا - اور وایسراے کی کونسل مین گفتگو کریگا - جب یہ حال تمھاری قوم کا ہے تو آیا مناسب ہے کہ تم ایسے امور مین شامل ہو اور اس بیہودہ خیال سے کہ اگر یہ درخواستین منظور ہو جاوینگی تو ہندوستان کی تمام

قومین اوسسے فائدہ اوٹھاوینگی اپنی حالت کو نظر سے گرادو اور آیندہ کے نتایج سوچے بغیر چلاتے پھرو کہ چلو
مدراس چلو مدراس (چیرز) ہرگز مناسب نہین ہے۔

علاوہ اسکے ایک اور امر خیال کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ مین فرض کرتا ہون کہ میرا کوئی ہمقوم
وائسراے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ملکہ معظمہ نے اوسکو اپنا نائب مقرر کرکے ہندوستان کی حکومت کا اختیار
دیا ہے آیا وہ شخص ایسی درخواستون کو ملک کی حالت اور حکومت کو مضبوط وقائم رکھنے کی نظر سے منظور
کرسکتا ہے۔؟ ہرگز نہین۔ پھر کیسا غلط خیال ہے کہ برٹش گورنمنٹ ان درخواستون کو منظور کریگی۔ نتیجہ ان
ناشدنی اور ناممکن درخواستون کا بجز اسکے کچھ نہین کہ ایک بیہودہ بات سے تمام لوگون کے دلون کو گورنمنٹ
سے ناراض کرین اور تمام لوگون کو یقین دلائین کہ گورنمنٹ ہمپر ظالمانہ حکومت کرتی ہے اور ہم جو کچھ گورنمنٹ
سے مانگتے ہین نہین دیتی اور اس سے لوگون مین ناراضی اور جوش پھیلائین اور ملک مین بدامنی ہو۔
ہر شخص خوب جانتا ہوگا کہ بنگالیون کا ایجی ٹیشن تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن نہین ہے اور اگر فرض کیا جاوے
کہ تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن ہے اور کل قومین اون سے متفق ہوگئی ہین تو کیا گورنمنٹ ایسی ضعیف ہے
کہ دبا نہین سکتی اور کیا سب کے غل مچانے سے گورنمنٹ دب جائیگی؟ کیا تمنے نہین دیکھا کہ غدر مین کیا
حالت تھی نہایت مشکل وقت تھا۔ اوسکی فوج بگڑگئی تھی چند بدمعاش ساتھ ہوگئے تھے اور گورنمنٹ نے
اپنی غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ رعایا باغی ہے اور مین وہ شخص ہون کہ جسنے گورنمنٹ کی اس غلطی کا مقابلہ
کیا اور اوسوقت جب گورنمنٹ کے اہلکار پھانسیان دیتے تھے مین نے رسالہ چھاپا اور گورنمنٹ سے کہا کہ
رعایا کو باغی سمجھنا بالکل نادانی ہے۔ لیکن باین ہمہ گورنمنٹ کا بغاوت مین کیا کرلیا۔ ایک گورہ ولایت سے
ہندوستان مین قدم نہین رکھنے پایا تھا کہ اوس سرے سے اس سرے تک صاف ہوگیا اور امن ہوگیا۔ پس
کیا اس سے فائدہ ملک کا متصور ہے اور کیا کوئی انقلاب ہم سلطنت مین پیدا کرسکتے ہین۔ بجز بیہودہ غل کرنے
کے اور گورنمنٹ کے مشکوک کرنے کے۔ اور جو صفائی ہے یا ہوتی جاتی ہے اوسکو مکدر کرنے کے۔ اور اوسوقت
کو جواب سے تیس اونتیس برس پیشتر تھا پھیر لانے کے مین فرض کرتا ہون کہ ہم آپس مین ملکر اور گورنمنٹ سے
ناراضی پھیلا کر کچھ کرلین گے۔ لوگ آئرلینڈ کی مثال دیتے ہین۔ مین اوسکو فرض کرلیتا ہون اور اسکی بحث ہی
نہین کرتا کہ آئرلینڈ کی ناراضی واجبی ہے یا ناواجبی۔ یہ دکھلاتا ہون کہ اسوقت ہزارہا آدمی آئرلینڈ کا تلوارون سے
جان دینے کو مستعد ہے۔ بڑے بڑے آدمی جو اوسکے طرفدار ہین نہ قید سے ڈرتے ہین نہ پولیس کی سنگینون سے۔

ذرا مجھکو بھی مہربانی سے ہندوستان مین دس آدمی نکال دیجیے جو سنگینون کے سامنے آنا قبول کرین۔ جبکہ
نہین ہے تو کیسا یہ غل ہے اور کیا مناسب ہے کہ ہلوگ اوسمین شریک ہون؟ ہماری حالت اور گورنمنٹ کی
حالت انصاف سے غور کرکے دیکھنی چاہیے۔ اگر کچھ بدخیالات ہماری طرف گورنمنٹ کے ہون تو مین نہایت
زور سے کہتا ہون کہ محض غلط ہین۔ لیکن اوسیکے ساتھ اضافۃً یہ بھی کہتا ہون کہ ہونے چاہئین۔ مین
مکرر کہونگا کہ گورنمنٹ کی نادانی اور نالایقی ہوگی اگر کوئی بدخواہی کا خیال ہماری طرف رکھتی ہو۔ مین کہتا
ہون کہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ ایسا خیال کرسکتی ہے یا نہین یعنی اوسکو موقع ہماری طرف سے
کسی بدگمانی کا ہے یا نہین۔ تمہین جواب دونگا کہ ضرور ہے۔ ہم کون ہین۔ ہم وہ ہین جنھون نے چھہ سات سو
برس ہندوستان پر شاہنشاہی کی (چیرز) ہم وہ ہین کہ ہمارے ہاتھ سے گورنمنٹ نے ملک چھینا۔ کیا وجہ ہے
کہ گورنمنٹ کو ہماری طرف سے ایسا خیال نہو۔ کیا گورنمنٹ نادانی سے سمجھ لے کہ ہم ستر برس مین تمام اپنی
شان و شاہنشاہی کو بھول گئے ہین۔ گو یہ خیال ہماری طرف سے اگر گورنمنٹ کو ہو تو غلط ہے۔ لیکن
گورنمنٹ کو بےشبہ ایسے خیال کا موقع ہے۔ ہم نہ مچھلی کھاتے ہین۔ نہ اس سے ڈرتے ہین کہ چھری کانٹے
سے کھانے مین اونگلی کٹ جائیگی (چیرز) ہماری قوم اوس خون کی ہے کہ جسنے نہ صرف عرب کو بلکہ تمام ایشیا
اور یوروپ کو لرزا دیا تھا۔ ہماری ہی قوم ہے کہ جسنے تمام ہندوستان کو جسمین ایک مذہب کے لوگ آباد
تھے اپنی تلوار سے فتح کیا (چیرز) مین پھر کہتا ہون کہ اگر گورنمنٹ کو ہماری طرف کچھ خیال ہو تو بالکل
غلط ہے۔ لیکن انصاف سے دیکھو کہ اوسکو ہماری طرف ایک قسم کے خیال کرنے کا موقع ہے۔ کیا ایک انا
منتظم اوس واقعہ کو جسکو تھوڑے برس ہوے بھول جاویگا؟ ہرگز نہین بھول سکتا۔ اسوقت اگر مسلمان
بھی ناواجب اور بیجا باتون مین جو ناممکن ہین اور ملک اور قوم کے لیے بھی مضر ہین شریک ہوجاوین تو کیا نتیجہ
ہوگا۔ اگر گورنمنٹ عقلمند ہے اور لارڈ ڈفرن دانا وایسراے ہے تو اوس کو اوسوقت یہ خیال نہین ہوگا کہ
یہ شورش مثل بنگالیون کی شورش کے ہے۔ بلکہ اوسکو ضرور ہوگا کہ وہ اونکو درست کردے۔ اگر مین وایسراے
ہوتا اور میری ہی قوم اس طرح کرتی تو سب سے پہلے اونھین کو سمجھا دیتا کہ تم کس خیال مین ہو۔ ہمکو ایسی راہ
چلنی چاہیے کہ اگر بالفرض گورنمنٹ کو ہماری طرف سے کچھ خیال ہو تو اوسکو دور کردین اور آپس مین دوستی
پیدا کرین اور جو کچھ مانگین دوستی سے مانگین اور اگر کچھ کدورت ہے تو اوسکو صاف کرین۔ اسوقت مجکو امید ہے
کہ ہمارے شمال و مغرب اور اودھ کے کچھ پٹھان یہان موجود ہونگے اور کیا عجب ہے کہ کوئی ہندو راجپوت بھی

موجود ہو-ہمارے دوست یوسف شاہ پنجاب کے بیٹھے ہین اور پنجاب کے لوگون کا اور وہان کے سکھون اور پٹھانون اور مسلمانونکا خوب حال جانتے ہین-غرض کیا جاوے کہ جو جوش بنگالہ مین پیدا ہوا ہے اور مین سمجھتا ہون کہ اوس سے کوئی ڈر نہین ہے لیکن وہی جوش ان سکھون مین اور راجپوتون مین یا پشاور کے پٹھانون مین پیدا کردو تو وہ لوگ کیا صرف قلم کی گھس گھس پر اور زبانی بک بک پر بس کرینگے؟ اوسوقت گورنمنٹ کو یہ کرنا ہوگا کہ فوج بھیجے اور سنگین سے بتلاوے کہ اونکی اس شورش کا کیا علاج ہے-مین اپنی راے بیان کرتا ہون کہ جس وقت گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگا کہ بیجا شورش مسلمانون اور بہادر قومون مین بھی آئی اوسوقت اوسکو ضرور ایک قانون پاس کرنا ہوگا اور جیلخانے بھرینگے-اے میرے بھائیون-اے میرے جگر گوشون یہ حال گورنمنٹ کا اور تمھارا ہے-تمکو سیدھے طور پر رہنا چاہیے نہ اسطرح شور وغل سے کہ کوے جمع ہوگئے-

ایک اور لطیف بات ہے کہ اون لوگون کی یہ خواہش ہے کہ بجیٹ ہندوستان کا ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری منظوری بھی لیجاوے-پولیٹکل خرچ کو ہمارے سامنے نہ آنے دو مگر فوج کے خرچ مین ہمسے راے لو-اسقدر فوج کیون رکھتی ہے-بمبئی و مدراس مین کیون گورنر مقرر کیا ہے؟ اونکو موقوف کرنا چاہیے-مین بھی راے دونگا کہ ضرور اونکی سنی جاوے-مگر یہ پوچھونگا کہ صرف اونھین مین سے نہین بلکہ تمام ہندوستان مین سے کون بتا سکتا ہے کہ نئی قسم کی جو توپین ایجاد ہوئی ہین اونکی دم کدھر ہے اور منھ کدھر ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک فیر مین کیا خرچ ہوتا ہے-کوئی شخص آرمی (فوج) کا حال جانتا ہے؟ جس نے لڑائی کا میدان اور اولون کی طرح بہادر سپاہیون کی لاشون کا برسنا دیکھا ہے؟ وہ جانتا ہے کہ فوج کے لیے کیا سامان ہمکو تیار کرنا چاہیے-پھر اگر اوس حالت مین کوئی مسلمان کونسل مین بیٹھے یا اوس قوم کا کوئی شخص جسکی نسبت مین ہمیشہ کہتا ہون کہ بنگالی اپنی تعلیم کی وجہ سے تمام قومون کے سرتاج ہین اور اپنی علمی طاقت سے ادنی درجے سے اعلی درجے پر پہونچ گئے ہین وہ کیا صلاح دینگے-آپ خیال کرسکتے ہین کہ جسنے لڑائی کا میدان نہین دیکھا اور نہ توپ کا منھ دیکھا وہ کہتے ہین کہ فوج کا بجٹ ہم تیار کرینگے-

اس سے بھی زیادہ لطیف ایک اور امر ہے کہ جس وقت بعض لوگون نے اخبار مین آرٹیکل لکھے کہ ریپرزنٹیٹو گورمنٹ کا ہندوستان مین قایم ہونا غیر ممکن ہے اور اونکے وجوہ بھی نہایت قوی تھے؟ اون لوگونکو اپنی بلند پروازی سے نیچے اوترنا پڑا اور یہ کہنا پڑا کہ ہمکو کونسل مین بیٹھنے دو چاہین جاہین کرنے دو چاہے ووٹ نہ لو-آپ کہہ سکتے ہین کہ اسکا کیا مطلب ہے؟ اور اس نادانی کا کیا فائدہ؟

ایک بڑی ہنسی کی بات ہے کہ اسپر زور دیا جاتا ہے کہ ہتیارون کا قانون منسوخ کیا جاوے اور ہندوستانی والنٹیر ہون۔ فوجی اسکول ہندوستان مین قایم ہون۔ مگر جانتے ہو کہ یہ کون قوم کرتی ہے؟ اگر مسلمان اور راجپوت بھائی جنکے باپ دادا ہمیشہ تلوار باندھتے رہے اور گو اونکی کمر سے کھل گئی ہے لیکن دل سے ابتک نہین کھلی اگر ایسی درخواست کرتے تو مناسب بھی تھا۔ لیکن یہ کون قوم درخواست کرتی ہے؟ مین خود طرفدار ہون اور قبول کرتا ہون کہ گورنمنٹ کی دو عظیم غلطیان ہین۔ ایک ہندوستانیون کا اعتبار نہ کرنا اور والنٹیر ہونے کی اجازت نہ دینا۔

دوسرے گورنمنٹ کی بہت بڑی غلطی سمجھتا ہون جو ان بہادر لوگون کو جنکے باپ دادا لکھنے کا قلم استعمال نہین کرتے تھے بلکہ دوسری قلم کا کام کرتے تھے جسکی روشنائی سیاہی کی نہین تھی بلکہ انسانکے جسم سے جو لال لال روشنائی نکلتی ہے وہ اونکے لکھنے کی سیاہی تھی؛ اونکو فوجی عہدے نہین دیتی (چیرز) اے بھائیون مین نے گورنمنٹ کو ایسے سخت لفظون مین الزام دیا ہے لیکن وہ وقت آتا جاتا ہے کہ ہمارے بھائی پٹھان۔ سادات۔ ہاشمی اور قریشی جنکے خون مین ابراہیم کے خون کی بو آتی ہے وہ ایک دفعہ زرق برق کی وردیان پہنے ہوے کرنیل اور میجر بنے ہوے فوج مین ہونگے لیکن اوسوقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ ضرور گورنمنٹ متوجہ ہوگی؛ بشرطیکہ تم اوسکو مشکوک ہونے دو۔ اے بھائیون یہ اخیر الزام جو مین نے گورنمنٹ پر دیا ہے گورنمنٹ کو بھی ایک مجبوری ہے۔ جب تک کہ وہ ہمپر ایسا ہی اطمینان نہ کرلے جیسے کہ اوسکو ایک گورے پر ہے وہ ایسا نہین کرسکتی ہے۔ لیکن ہمکو ثابت کردینا چاہیے کہ ہم پہلے جو تھے وہ زمانہ گیا گذرا؛ اور اب گورنمنٹ کے ویسے ہی طرفدار ہین جیسے کہ بیچارے گورے جنکو بات کرنے کی بھی عقل نہین ہے؛ اور اوسوقت ہمکو دعوی کرنا چاہیے۔ مین پوچھتا ہون کہ لحظہ بھر کے لیے فرض کرو کہ تم نے یوروپ کے کسی حصہ کو فتح کیا؛ اور وہان حاکم ہوگئے۔ مین پوچھتا ہون کہ تم وہان کے لوگون پر ویسا ہی اعتبار کروگے؟ یہ تو ایک فرضی بات تھی؛ جب تم نے ہندوستان فتح کیا تو خود تم نے کیا کیا۔ کتنی صدیون تک ایک ہندو کا نام بھی فہرست سپاہیون مین نہین تھا۔ لیکن جب مغلیہ خاندان کا وقت آیا اور آپس مین ایک دوسرے پر اطمینان ہوا یہی ہندو تھے جو فوج کے بڑے عہدون پر مامور تھے۔ انصاف کرو کہ گورنمنٹ کی عملداری کو کے دن ہوے غدر کو کے دن ہوے؛ اور اوس صدمہ کو جو گورنمنٹ کو پہنچا دہاہون سے تھا اور ریئسون سے نہ تھا اوسکو تیلایئے کہ کے دن ہوے۔ پس تمکو تامل کرنا چاہیے اور یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال مین مدراس پریسیڈنسی مین حکم دیا کہ ہندوستانی والنٹیر ہوسکتے ہین۔ مین کہتا ہون کہ یہ حکم بھی قبل از وقت تھا۔ لیکن یہ نشان ہے کہ جب اطمینان ہوجاے تو گورنمنٹ کو تمھین بھی والنٹیر کرنے مین عذر نہین؛ اور جب ہم سیکھ جاینگے تو وہ عہدے ملینگے جو ہمارے باپ دادا کے خون کے تمغے تھے۔ گورنمنٹ نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے۔

ہم ہندوستانیون کو ملکی حکومت مین شامل کرنا چاہا ہے - وہ زمانہ تھا لارڈ رپن کا (جیزہ) اتفاق سے اوس زمانہ مین مین بھی کونسل کا ممبر تھا - لارڈ رپن نہایت نیک دل اور نیک مزاج اور ہمہ صفت موصوف گورنر تھے - لیکن افسوس اونکا ہات کمزور تھا - اونکے خیالات رڈیکل لوگون کے سے تھے - اوسوقت لوکل بورڈ اور میونسیپل بورڈ کا قانون پیش تھا اور اوسکا منشا یہ تھا کہ سب لوگ الیکشن سے ممبر مقرر ہون - اے صاحبون مین کنسرویٹو نہین ہون - مین بہت بڑا لبرل ہون - لیکن ان خیالات سے قوم کی بھلائی کو بھول جانا کسی عقلمند کا کام نہین ہے - جو شخص کہ اس طرح کے الیکشن کے برخلاف تھا وہ مین تھا - اگر مین شیخی نہ کرون تو کہہ سکتا ہون کہ لارڈ رپن کی راے صرف میری ہی اسپیچ کے زور سے پھری کہ ایک ثلث کا تقرر گورنمنٹ کی بات مین رہا اور دو ثلث انتخاب بہ الیکشن ہے - اب آپ خیال کرین کہ کیا حال انتخاب کا ہے کسی ضلع مین ہندو مسلمان برابر نہین ہوتے - آپ کہہ سکتے ہین کہ مسلمان ہندوؤن کو دبا دین گے اور سلف گورنمنٹ کے مالک ہو جاینگے - ابھی کلکتہ مین ایک بڑے بزرگ خاندانی ڈاڑھی والے مسلمان مجھسے ملے اور کہا کہ "غضب ہو گیا - ہمارے شہر مین اٹھارہ ممبر منتخب ہونے والے تھے - کوئی مسلمان منتخب نہین ہوا سب ہندو منتخب ہو گئے - اب گورنمنٹ سے کسی مسلمان کا مقرر ہونا چاہتا ہون امید ہے کہ مجھکو گورنمنٹ منتخب کرے" یہی حال سب شہرون کا ہے - علیگڈھ مین بھی اگر خاص قاعدہ مقرر نہو جاتا تو کوئی مسلمان یہان تک کہ ہمارے دوست مولوی خواجہ محمد یوسف بھی جو نہایت معزز ہین بمشکل اپنے منتخب ہونے کے لیے ووٹ حاصل کر سکتے" اور آخر کو گورنمنٹ کی طرف سے تقرر کے متوقع رہتے - پس وہ راہ ہم کیونکر چل سکتے ہین جسکے نہ ہم قابل ہین نہ ملک -

اب مجھہ مین طاقت نہین ہے اور مین تھک گیا ہون زیادہ نہین کہہ سکتا - لیکن اخیر کو بھی مجھے کچھہ کہنا ہے کہ میرے دوست یہ نہ کہین کہ ہمکو یہ نہ بتایا کہ ملک اور قوم کے لیے کیا بھلائی کی چیز ہے اور کس چیز سے وہ بھلائی کو پہونچ سکتے ہین - میری عمر ستر سے متجاوز ہو گئی ہے اور گو مین اپنی قوم کو اوس درجے پر نہ دیکھہ سکون جس درجے پر دیکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن میرے دوست جو اس مجلس مین موجود ہین ضرور اپنی قوم کو عزت اور خوشحالی اور بلند درجے پر دیکھین گے" اگر میری بتائی ہوئی بات مانین گے - دوستون یہ نہ کہنا کہ مجکو اوس انگریز کے مانند جسکو صرف "اموہ رنگنا" آتا تھا "اموہ رنگ ہی بھاتا ہے - مگر مین سچ کہتا ہون کہ جو چیز تمکو اعلے درجے پر پہونچانیوالی ہے وہ صرف ہائی ایجوکیشن" (اعلی درجہ کی تعلیم) ہے - جب تک ہماری قوم مین ایسے لوگ پیدا نہ ہون گے ہم ذلیل رہین گے - اورون سے پست رہین گے اور اوس عزت کو نہ پہونچین گے جسپر پہونچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے -

یہ دلسوزی کی چند نصیحتین ہین جو مین نے تمکو کی ہین مجھے اسکی پرواہ نہین کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اور کچھ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتین قوم کی بھلائی کی ہین وہ اون سے کہدون اور اپنا فرض ادا کرون اور خدا کے سامنے جو قادر مطلق اور رحیم اور گناہون کا بخشنے والا ہے اپنے ہاتھونکو دھو دون (چیرز زور سے)

تمت

لکچر کے ختم ہونے پر مولوی ابراہیم حسین صاحب فارسی مدرس نارمل اسکول نے فی البدیہہ قطعہ تصنیف کیا اور سید احمد خان کو مخاطب کر کے مجلس مین پڑھا۔

قطعہ

اے ناخدائے کشتیِ اسلامیانِ ہند — لطفِ تو باد شرطہ طوفانیانِ ہند
زین قند پارسی کہ زبانِ تو ریختہ — شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
از مردگان دریغ دمِ عیسوے مدار — ذاتِ تو ہمچو جان بجسد درمیانِ ہند

التماس

واضح ہو کہ سید احمد خان نے یہ لکچر زبانی دیا تھا منشی عزیز الدین احمد صاحب تحصیلدار مرزاپور نہایت تیز قلمی سے ساتھ کے ساتھ لکھتے گئے اور بعد کو سید احمد خان نے بھی اوسکو ملاحظہ کر لیا ہے جو لوگ اس لکچر کو پڑھین اور اگر کچھ لطف اوٹھاوین تو اونکو منشی عزیز الدین احمد صاحب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اس لکچر کی قیمت

اسلیے کہ اردو زبان مین یہ پہلا مضمون شائع ہوا اور اسکی خواہش ہر ایسے شخص کو جو امورات سلطنت سے دلچسپی رکھتا ہے ضرور ہو گی۔ مینے اسکی قیمت ایک کتاب سے لیکر ایکہزار جلد تک مقرر کر دی تا کہ شائقین و رفیاض شائقین اور تاجران کتب اور اعلے تاجران کتب اپنے اپنے طور پر خریداری فرما سکین۔ نرخ مندرجہ ذیل مین کوئی کمی و بیشی نہو گی البتہ محصول ہر حالت مین معاف ہے

ایک جلد	۱۰/	۵۰ جلد	عہ/	۵۰۰ جلد	[illegible]
۱۰ جلد	۱۰/	۱۰۰ جلد	۱۲/	۱۰۰۰ جلد	[illegible]
۲۵ جلد	۴/	۲۵۰ جلد	۱۲/		

نوٹس

چونکہ لکچرر نے اِس مضمون کو اپنے اخبار "علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" مین نہین چھپوایا بلکہ
کاپی رائٹ نامی پریس کانپور کو عطا فرمایا - بایں لحاظ حسب منشای ایکٹ ۲۵
۱۸۶۷ء کے داخل رجسٹر سرکار ہو گیا - لہٰذا اہالیانِ مطبع اور اڈیٹرانِ اخبار سے
امید ہے کہ وہ اِسکی نقل نفرماوینگے - البتہ جن شایقین کو اِسکی خریداری
منظور ہو تو نرخ مندرجہ صفحہ ۱۵ کے حساب سے طلب فرماوین فقط

العبد
محمد رحمت اللہ رعد پروپرائٹر نامی پریس
کانپور

۳۷۰

لکچر

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

جو

اونہون نے بتاریخ ۱۵- جون سنہ ۱۹۰۶ء کو سٹڈنس یونین کلب

مین

مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے طالب علمون کو دیا

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صاحب صوفی طبع شد

سنہ ۱۹۰۶ء

لکچر

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

جو

اونھون نے بتاریخ ۱۵- جون سنہ ۱۹۰۰ع کو سٹڈنس یونین کلب

مین

مدرسۃ العلوم علی گڈہ کے طالب علمون کو دیا

در مطبع منفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۹۰۰ع

لکچر

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

جو اونہون نے ۱۵۔جون ۱۹۰۰ء کو

یونین کلب مین طالب علمون کو دیا

عزیز طالب علمو۔ گذشتہ سال ایسے موقع پر مین نے تم کو جمع کرکے کچھہ نصیحت کی تھی اور مجھے اس بات کے ظاہر کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ تم مین سے اگر سب نے نہین تو بہت سے طالب علمون نے اوس پر عمل کیا اور اوس کے مفید نتیجے ظاہر ہوے۔

آج پھر مین نے تمہین اس لئے جمع کیا ہے کہ تمکو سمجھاؤن کہ اس تعطیل کے زمانہ مین جبکہ تم کالج چھوڑکر اپنے گھرون کو جاتے ہو تمہین اس کالج کے لئے جس نے تمہارے دل و دماغ کی پرورش کی ہے کیا کرنا چاہیئے۔

میرے عزیزو۔ تم اگرچہ لڑکے کہلاے جاتے ہو اور لڑکون کی نسبت کہا گیا ہے کہ ابتداے عمر مین اون سے ایسی بے غرضانہ اور فیاضانہ جوش کی توقع رکھنا جسکا معاوضہ کچھہ نہو بیجا ہے۔ اور اون نتائج کی امید پر جو دیر مین حاصل ہونیوالی ہون کسی کام کی اون کو ترغیب دینا لاحاصل ہے اس لئے کہ بچے اون چیزون کے

تصور کرنے کے ناقابل ہین جو آیندہ اونکی زندگی پر بڑا اثر ڈالین گی - اونکے
سامنے شہرت - عزت - عمدہ کانشنس کی عمدہ باتین کرنے سے کیا فائدہ ہے
آدہے دن کی تعطیل اون کے نزدیک زیادہ اہم اور اچہی ہے بہ نسبت اوس توقع
کے کہ وہ آیندہ دولت اور علم کے خزانہ پر قابض ہونگے - مگر مین تم کو اُن بچون مین
داخل نہین کرتا جن کی نسبت یہ کہا گیا ہے - بلکہ تم بہ لحاظ سمجہہ اور استعداد کے
اور بوجہ جاننے اون بہت سی باتون کے جن سے تمہارے بڑے بڑے عمر رسیدہ
بزرگ بے خبر ہین تم زیادہ نصیحت سننے کے لایق ہو - اور تم سے اوسپر عمل کرنے کی
زیادہ توقع ہے -

میرے پیارے عزیزو - تم اس تعطیل مین کالج سے جانے کو یہہ نہ سمجہو کہ تم
چہٹیون مین گہر جاتے ہو اور دوستون اور عزیزون سے ملنے اور دل بہلانے کا
تم کو یہہ موقع ملا ہے بلکہ تم اچہی طرح سمجہہ لو کہ یہہ زمانہ تمہارے امتحان دینے کا ہی
اور تم امتحان دینے کے لئے جاتے ہو - تمکو یہان دو قسم کی تعلیم دی گئی ہے -
ایک علمی - دوسری اخلاقی - اور دونون چیزون مین تم امتحان دینے کے لئے
تیار کئے گئے ہو - پہلے قسم کے امتحان کا دار الامتحان یونیورسٹی ہے - اور دوسری
قسم کا امتحان جہان لیا جاتا ہے وہ تمہارا گہر اور تمہارا شہر اور تمہارا ملک ہے - علمی
امتحان کے لینے والے خاص خاص لوگ ہوتے ہین - اور اخلاقی امتحان
جن کو تمہین دینا ہے وہ تمہارے والدین - تمہارے بزرگ - تمہارے عزیز و قریب

بلکہ تمہاری ساری قوم ہے۔ پہر علمی امتحان کے نتیجے محدود ہین اور اخلاقی امتحان کے نتیجے غیر محدود۔ تم مین سے ہر ایک پہلے امتحان کو مشکل سمجہتا ہے اور اوسی کے لئے محنت کرتا ہے اور اوسی کی کامیابی یا ناکامیابی پر خوش یا رنجیدہ ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت دوسرا امتحان نہایت مشکل ہے اور اصلی خوشی اوسی امتحان کی کامیابی پر موقوف ہے تم جس کالج مین تعلیم پاتے ہو وہ اور کالجون کی طرح تمہارے حافظہ مین چند کتابی ذخیرہ جمع کرنے کے لئے نہین بنایا گیا ہے۔ بلکہ اوس کا مقصود تعلیم سے بڑہ کر تربیت ہے۔ اور تم اس کالج کے کامیاب طالب علم ہرگز نہ سمجہے جاؤ گے اگر صرف چند کتابون کے پڑہ لینے اور ڈگری حاصل کر لینے پر قناعت کی اور مذہبی اور اخلاقی امتحان مین تم کامیاب نہ ہوے۔ تم اپنے آپ کو اور کالجون کے لڑکون کی طرح معمولی طالب علم نہ سمجہو۔ اس لئے کہ تم اوس کالج کے بیٹے کہلاے جاتے ہو جس نے اپنے آپ کو اور کالجون سے زیادہ ممتاز ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جس نے دنیا کے ساتہہ دین سکہانے اور انسان بنانے کے ساتہہ مسلمانی پر قایم رکہنے کا کام بہی اپنے ذمہ لیا ہے اور اسی توقع پر تمہارے والدین نے اپنی آغوش سے تم کو جدا کر کے کالج کی گود مین ڈالا۔ اور جدائی اور تنہائی کا صدمہ اوٹہا کر تمکو دور دراز مقامات سے یہان بہیجا ہے۔ تمہارے والدین اور بزرگ تمہارے ہر فعل اور حرکت کی نہایت سختی سے جانچ کرینگے اور بہ نسبت اوس زمانہ کے جب تم کو اونہون نے یہان بہیجا تہا اب کہ تم ایک سال کے بعد اونکے پاس جاتے ہو اوس فرق کو غور سے دیکہین گے۔

جو تمہارے خیالات اور عادات اور حالات مین ہوا ہے وہ سب سے پہلے تمہارے
مذہبی اعتقادات اور دینی فرائض کی پابندی پر نظر کرینگے کہ یہی وہ چیز ہے جس کو ہر مسلمان
گو کسی درجہ اور کسی حیثیت کا ہو سب سے مقدم سمجھتا ہے۔ اسکی نسبت مجھے
یقین ہے کہ بہ نسبت پچھلے سالون کے تمہاری حالت زیادہ اطمینان کے
قابل ثابت ہوگی۔ اس لیئے کہ مذہبی تعلیم کا انتظام اس سال بہ نسبت گذشتہ برسون کے
کے زیادہ عمدہ اور اچھا رہا اور نماز کی پابندی نہایت سختی کے ساتھہ کرائی گئی۔ اور
وہ انتظام جو مذہبی تعلیم کے زیادہ کامل ہونیکے لئے اب کیا گیا ہے اوس سے
مجھے امید ہے کہ آیندہ تمہارے بزرگون کو زیادہ اطمینان ہوگا اور ہر طرح سے
وہ تمکو مذہبی عقائد مین پختہ اور فرائض کی پابندی مین زیادہ مستعد پاکر خوش ہونگے۔
عزیزو تعلیم کے مشکل اور حل طلب مسائل مین سے یہ اہم مسئلہ ہے کہ انگریزی
اور مذہبی تعلیم کیونکر شامل کی جاوے سواے اس کالج کے کوئی دوسرا کالج ہم
ایسا نہین دیکھتے جہان یہ مشکل مسئلہ حل کیا گیا ہو۔ سرکاری مدارس مین صرف
دنیوی تعلیم ہوتی ہے اور اون مدارس کے تعلیم یافتون کی نسبت عام شکایت
ہے کہ وہ مذہب سے بےخبر اور فرائض اور واجبات کی پابندی سے آزاد ہوتے
ہین۔ یہ شکایت سواے اون خاص خاص لڑکون کے جن کی مذہبی تعلیم کا اونکے
بزرگون نے خاص انتظام کیا ہو غالبًا صحیح ہے۔ اس لئے مین کہہ سکتا ہون کہ
تم لوگ بہ نسبت اپنے اون بھائیون کے جو دوسرے کالجون مین پڑھتے ہین

زیادہ خوش نصیب ہو۔ یہان تمہاری مذہبی تعلیم کا انگریزی تعلیم کے ساتھہ کافی سامان
مہیا ہے۔ اور ارکان اسلام کے ادا کرنے کے لئیے بہی قابل اطمینان انتظام ہی
اور وہ ایسے حیرت انگیز طریقہ مین کیا گیا ہے جس کے دیکھنے سے تعلیم کے مشکل مسائل
پر غور کرنے والون کو حیرت ہوتی ہے۔ پھر اوس پر زیادہ تعجب انگیز وہ منظر ہے جہان
مسلمانون کے دونون معزز فرقے شیعہ اور سنی ایک جگہہ نظر آتے ہین اور باوجود اپنے
اپنے مذہب کے موافق جدا جدا تعلیم پانے اور اپنے اپنے طریقون کے موافق جدا جدا
ارکان مذہب ادا کرنے کے ہر موقع اور ہر محل پر ملے جلے دکھائی دیتے ہین۔
یہ منظر دیکھکر ہر شخص متحیر ہوتا ہے کہ مشرق او مغرب شمال اور جنوب کے دور دراز
مقامات سے سنی اور شیعہ تعلیم کے عام مقصد کے واسطے یہان آتے ہین اور ایک جگہہ
رہتے ہین۔ ایک جگہہ پڑہتے ہین۔ ایک جگہہ کہیلتے ہین۔ اور ایک ہی عبادت گاہ مین
اپنے اپنے طریق کے موافق اپنے خدا کی عبادت کرتے ہین وہ تفرقہ یہان نظر ہی
نہین آتا جو ایک خدا کے ماننے والون اور ایک رسول پر ایمان رکھنے والون اور ایک
قبلہ کی طرف منہہ کرنے والون اور ایک ہی کلمہ کے پڑہنے والون مین صرف ادنی ادنی
فروعی مسائل پر دوسری جگہہ دکھائی دیتا ہے۔

یہان کی مذہبی تعلیم زیادہ مستحکم بنیاد پر اس لئے اور بہی قایم ہے کہ مذہبی
تعلیم کے اوس بڑے حصہ کا جو اخلاق سے متعلق ہے یہان زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے
اور وہ عمدہ اور پاک خصلتین جو ایک سچے اور پکے مسلمان مین ہونی چاہئین وہ تعلیم و

تربیت دونون ذریعون سے یہان سکہائی جاتی ہین - یہان تمکو جس طرح مذہبی عقائد سیکہنے اور روزہ و نماز کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے اوسی طرح تم کو اسلام کی اصلی خوبیان اور اوسکی اصلی برکتین بہی بتائی جاتی ہین - تمہارے دلونمین اسلام کی اصلی تعلیم کے فوائد بہی بٹہائے جاتے ہین اور تمکو بتایا جاتا ہے کہ وہ علیٰ صفات اور پاکیزہ اخلاق جو انسان کی ذات کے جوہر ہین وہ اسلام ہی نے سکہائے ہین - اور وہ ساری خوبیان جن سے انسان صفاتِ انسانی کا جامع سمجہا جائے وہ سب مذہب اسلام کی تعلیم مین داخل ہین - تم کو مذہبی اقوال طوطے کی طرح یاد نہین کرائے جاتے - نہ مذہبی تعصبات کا اثر تمہارے دلون مین بٹہایا جاتا ہے - بلکہ تمکو عام مخلوق خدا کے ساتہہ رحمت اور شفقت سے پیش آنا - رشتہ دارون کے ساتہہ سلوک کرنا نرمی اور حیا اور حسنِ خلق کا اختیار کرنا غصہ اور غرور کو ترک کرنا - کینہ اور حسد اور عداوت سے اپنے دل کو پاک رکہنا سکہایا جاتا اور یہہ خیال تمہارے ذہن نشین کیا جاتا ہے کہ یہی چیزین جزو ایمان ہین - پہر حقوق اللہ کے ساتہہ حقوق العباد کی بہی تعلیم دیجاتی ہے - جس سے معلوم ہو کہ مسلمانون پر اپنے بہائیون کے - اپنے ہمسائون کے - اپنے بڑون کے اپنے چہوٹون کے کیا حقوق ہین - اور اون کو دوسری قومون کے ساتہہ کس اخلاق سے زندگی بسر کرنی چاہیئے - اور گورنمنٹ وقت کی سچی وفاداری کا خیال کس طرح رکہنا چاہیئے - اور پہر تم پر ان باتون کے ذہن نشین کرنے کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے کہ دل کی سچائی اور زبان کی سچائی اور وعدہ کی سچائی اور اعمال کی سچائی اصلی تعلیم

اسلام کی ہے - اور یہہ اخلاقی صفات تم کو یورپ سے سیکھنے نہیں ہین اور نہ اخلاقی تعلیم مین تم انگریزی کے محتاج ہو - بلکہ یہہ تمہارے اسلام کی تعلیم ہے اور یورپ نے تمہین سے سیکھی ہے - اور مجھے یقین ہے کہ نہ صرف کتابی تعلیم سے بلکہ یہانکے صحبت اور اون ذرایع سے جو تمہارے اخلاقی اصلاح کے لئے یہان مہیا کئے گئے ہین مثل مجلس اخوان الصفا اور الفرض وغیرہ کے تمہارے دلون مین ان پاکیزہ خصائل اور پاکیزہ اخلاق کا اچھی طرح نقش بیٹھنے کا سامان مہیا ہے - مین اسمین تو ذرا شبہہ نہیں رکھتا کہ اس کالج کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم اور یہان کی تربیت ہی ایسی ہے جس سے یہ نتیجے پیدا ہون اور یہان کے تعلیم یافتہ مسلمان اور انگریز دونونکی نظر مین مہذب اور شایستہ ہون - مگر یہہ کہنا مبالغہ ہوگا کہ تم سب پر اس تعلیم کا ایسا ہی اثر ہوا ہے - اس کا ثبوت تو تمہارے برتاؤ سے اور تمہارے چال چلن سے اور تمہاری طرز زندگی سے معلوم ہو سکتا ہے - مین یقین کرتا ہون کہ اگر تم اپنے بزرگون کو اس کا ثبوت دوگے اور اونکے دلون پر یہ بات ثابت کردوگے کہ تم اسلام کے ضروری عقاید سے نہ صرف واقف ہو بلکہ اس کی سچائی اور خوبی تمہارے دلون پر نقش ہے اور یہہ بھی دکھادوگے کہ تم اون مذہبی فرائض کے پابند ہو جو اسلام کی تکمیل کے اجزاے ضروری ہین - اور یہہ بھی ثابت کردوگے کہ تمہارے اخلاق یہان کی تعلیم اور یہان کی صحبت سے پاک اور اچھے ہوگئے ہین - تو ضرور وہ تم کو اچھا سرٹیفکٹ دینگے اور تمہارے مذہبی اور اخلاقی امتحان مین پورے

اوترنے سے نہایت خوش ہونگے۔ اور اوس کا اثر نہ صرف تمہارے ہی لئے مفید ہوگا بلکہ اس کالج کی عزت اور شہرت پر بہی اوس کا نہایت عمدہ اثر پڑیگا اور ایسی حالت مین تم اس کالج کے لایق اور سعادت مند فرزند سمجھے جاؤ گے۔

مذہبی تعلیم اور مذہبی فرائض کی پابندی کے بعد تمہارے عام برتاؤ کا بہی امتحان لیا جائیگا۔ اور یہ بات نہایت غور سے دیکھی جاویگی۔ کہ مثل اور ناقص تعلیم پانیوالون کے جنکو تربیت نہین دی گئی اور جن کو عمدہ صحبت نصیب نہین ہوئی۔ تم اون پاکیزہ صفات سے بے نصیب تو نہین ہوگئے جن پر تمہارے بزرگون کو ناز تہا اور جس سے تمہارے اسلاف ساری دنیا مین معزز و ممتاز تہے۔

اکثر انگریزی پڑہنے والے طالب علمون پر یہہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ گستاخ اور بے ادب اور مغرور اور خودسر ہوجاتے ہین۔ نہ اپنے بزرگون کا لحاظ اور ادب کرتے ہین۔ نہ اپنے رشتہ دارون اور عزیزون سے باخلاق پیش آتے ہین۔ بلکہ اون کو ایک قسم کی اجنبیت اور بیگانگی اپنے خاندان اور اپنی برادری سے ہوجاتی ہے۔ جہانتک مین جانتا ہون اس اعتراض کا کچہہ حصہ صحیح ہے اور کچہہ غلط۔ بیشک بعض انگریزی خوان ایسے ہین جو عموماً اپنی قوم اپنے خاندان بلکہ اپنے اسلاف کی کسی بات کو بہی اچہا نہین سمجہتے اور نہ اوس تہذیب اور اخلاق سے جس سے ہمارے بزرگ شائستگی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچے ہوے تہے بہرہ ور ہین۔ بلکہ اندہونکی طرح یورپ کی ہر بُری بات کی پیروی اور اونکی ہر عادت

کی گو وہ کیسی ہی بد ہو تقلید کرتے ہین اون کے نزدیک اون کی قوم مین
گویا کسی قسم کی تہذیب اور شایستگی تہی ہی نہین۔ اور انگریزی قوم مین کسی قسم کی
بُرائی ہی ہی نہین وہ اس بیہودہ اور غلط خیال کے سبب اور انگریزون کی کورانہ تقلید
کی وجہ سے قوم کی نگاہ مین خود نامہذب اور ناتربیت یافتہ اور انگریزی تعلیم کا بُرا
نمونہ سمجھے جاتے ہین مین فرداً فرداً اس کالج کے ہر طالب علم سے ایسا واقف
نہین ہون کہ مین سب کو اس الزام سے قطعاً بری کر دون۔ مگر جہانتک مجھے علم
ہے اور جہانتک میرا ذاتی تجربہ ہے مین بلا مبالغہ کہہ سکتا ہون کہ بڑا حصہ تمہارے
گروہ کا اس الزام سے پاک ہے۔ اور بجاے اس کے کہ اپنے قومی اخلاق اور
قومی تہذیب اور قومی شائستگی سے تم کو نفرت ہو تم کو اپنی قوم کی اصلی تہذیب اور
اصلی شائستگی اور اصلی اخلاق اور اصلی آداب پر ناز ہے۔ اور تم اوس پر فخر کرتے ہو
اور تمہارے دل مین اوس کی خوبیان بیٹھی ہوئی ہین۔ اور تم مین اپنے ان قومی
فضائل اور اپنے اسلاف کے عمدہ خصائل کا ایک ایسا جوش ہے جو کبھی تمہارے
دل سے جا نہین سکتا۔ لیکن اگر بدنصیبی سے تم مین کوئی ایسا غلط خیال رکھنے والا ہو
اور اپنے بزرگون کا ادب اور اپنے بہائیون کی عزت نہ کرتا ہو اور اپنے خاندان اور
اپنے رشتہ دارون کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش نہ آتا ہو اور اون چھچھوری باتون
کا عادی ہو جس سے ہر شخص کو نفرت اور کراہیت ہوتی ہے تو وہ خود اس الزام
کا مورد ہوگا اور وہ کالج کی تعلیم و تربیت کی بدنامی کا ذمہ دار سمجھا جاویگا۔

مگر اس اعتراض کا کچھہ حصہ غلط بھی ہے اور وہ غلط خیال کی بنیاد پر قایم کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سوشل برتاؤ مین جو کچھہ زمانہ نے تبدیلی اور اصلاح کی ہے اور جو نہ ناموزون اور بدنما بلکہ زمانہ حال کے ترقی یافتہ حالت کے لحاظ سے ضروری اور مفید ہے وہ بُری سمجھی جاتی ہے۔ اور افسوس ہے کہ اس اصلاح اور تبدیلی کو نہ صرف تمہاری ہی قوم کے اکثر لوگ بُرا سمجھتے ہین۔ بلکہ اوس قوم کے بعض لوگ بھی جن کے ہاتھہ مین خدا نے تمہاری قسمت سپرد کی ہے اوس کو غصہ اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ مگر یہ تبدیلی نہ غلطی ہے نہ بُرائی ہے۔ بلکہ زمانہ کی حالت کا لازمی نتیجہ ہے۔ بقول سر سید ہر قوم کے ہر زمانہ مین مختلف قومون مین سوشل حالت مختلف رہی ہے اور اسلئے ہر ایک قوم مین اخلاق۔ آداب صحبت بزرگون اور حاکمون کی تعظیم کا طریقہ بھی مختلف رہا ہے۔ سوشل حالت زمانہ کے تبدیل کے ساتھہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہہ تبدیلی اوس گروہ سے شروع ہوتی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ جو قوم ہم پر حکومت کرتی ہے اور ہمارا اوس کے ساتھہ مل جل کر رہنا ضروری ہے۔ اس لئے ہم قانون قدرت کے موافق مجبور ہین کہ ہم اپنی سوشل حالت مین اس قدر تبدیلی کرین جو اُس قوم کے ساتھہ مل جُل کر خوشی سے رہ سکین۔ مگر اس تبدیلی کو ایک تو وہ گروہ بُرا سمجھتا ہے جس نے غلطی سے سوشل حالت کو جزو مذہب سمجھہ کر یہ فتویٰ جاری کر رکھا ہے کہ ایسا تشبہ مذہباً ممنوع ہے اوس کی ناراضی نہ صرف اس سوشل حالت کی تبدیلی سے ہے بلکہ اس غلط خیال پر مبنی ہے

کہ وہ تبدیلی مذہب کے برخلاف ہے۔ مگر جو شخص مذہب اسلام کی اصلی تعلیم سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ مذہب اسلام ایسے لغو خیالات سے پاک ہے۔

دوسرا وہ گروہ بھی اس تبدیلی کو غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے جو اپنے بیجا تکبر اور غرور حکومت سے یہہ چاہتا ہے کہ مفتوح قومین اوسی غلامی کی حالت مین رہین اور اپنی سوشل حالت کو اس طرح پر ترقی دینے نہ پاوین کہ ہم مین اور اون مین شبہ بھی مساوات کا بلکہ انسانی مساوات کا بھی پیدا ہونے پاوے۔ مگر ایسی سوشل حالت کا تبدیل کرنا تعلیم کا ضروری نتیجہ ہے۔ اگر علم ہماری سوشل حالت کو نہین بدلتا اور اوس مین ترقی نہین دیتا تو اوس سے جہل ہزار درجہ بہتر ہے۔ پس تم کو اون اعتراضون پر جو صرف سوشل حالت کی تبدیلی سے تم پر کئے جاوین کچھہ اندیشہ اور خوف نہ کرنا چاہیئے۔

علاوہ اوس امتحان کے جو تم کو اپنے بزرگون۔ اپنے خاندان کے لوگون کو دینا ہوگا۔ ایک اور امتحان ہے جو تم کو اپنے ہموطن بھائیون کو دینا پڑیگا۔

تمہارے ہموطن بھائی جو تمہارے ہم مذہب نہین ہین نہایت غور سے اس بات کو جانچین گے کہ بہانکی تعلیم نے بنی نوع انسان کے ساتھہ الفت اور اتحاد رکھنے کا کیا سبق تم کو پڑہایا ہے۔ اون سے کہا گیا ہے کہ اس کالج کی ضروری اصولون مین سے ایک اصول بے تعصبی بھی ہے۔ اور خود یہ کالج فراخ حوصلگی اور عام فیاضی کی بنیاد پر قایم کیا گیا ہے اور اسی لئے وہ مسلمانون پر محدود نہین ہے۔

اوس کا دروازہ ہر مذہب اور ہر ملت اور ہر طبقہ کے لوگون کے لئے کہلا ہوا ہے اور اوس مین ہر فرقہ کی اوس مقدس زبان کا سکہانا روا رکہا گیا ہے جو تعلیم کے لئے مفید اور علم کی تکمیل کے لئے ضروری ہو۔ اس لئے تم کو ہمیشہ اس بےتعصبی کے اصول کا خیال پیشِ نظر رکہنا اور اپنے دوسرے ہموطن بہائیون سے نہایت اخلاق اور محبت اور صفائی سے ملنا اور اون سے دوستی اور الفت رکہنا اور اون باتون سے جو نفاق اور عداوت اور مخالفت پیدا کرین بچنا چاہیئے۔ تم کو اون کی کسی بات پر رشک اور حسد نہ کرنا بلکہ اونکی ترقی پر خوش ہونا اور اوس پر غبطہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر پولٹیکل خیالات تمہارے اونکے موافق نہ ہون تو اوس اختلاف کو جائز حدود کے اندر ہی رکہنا مناسب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اختلاف دائرۂ اعتدال سے گذر کر مخالفت کے درجہ پر پہونچ جاے اور ایسی دو قومین جو صدیون سے مل جل کر رہتی آئی ہون اور جن مین ایک قسم کا رشتہ برادری کا پیدا ہو گیا ہے وہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگین اور اوس رشتہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

ان سب امتحانون سے بڑہکر وہ امتحان ہے جو تمہین گورنمنٹ اور انگریزی نیشن کو دینا ہوگا۔ تمہارے کالج نے اپنی تعلیم کے اعلی اور عمدہ مقاصد مین سے یہ مقصد بہی بیان کیا ہے کہ یہان کے تعلیم یافتہ انگریزی گورنمنٹ کی برکتون کے قدر شناس اور حضرت ملکہ معظمہ کی ذات اور اون کی گورنمنٹ کے دل سے وفادار ہون اور انگریزون سے دوستانہ ارتباط اور اتحاد پیدا کرین۔ اور اوس مغایرت

کے دور کرنے مین ساعی ہون جو ہمارے اور اونکے باہمی اختلاط اور میل جول مین ہے
مجہے یقین ہے کہ اس امتحان مین تم پورے اترو گے اور اب تک جو امتحان لیا گیا
ہے اوس مین تم کامیاب ثابت ہوئے ہو۔ ہر موقع پر تم نے گورمنٹ سے دلی
خیر خواہی اور حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند خلد اللہ ملکہا کی ذات سے خوش عقیدتی کو نہایت
اچھی طرح ظاہر کیا ہے اور انگریزون کے ساتھہ ارتباط بڑہانے مین تم ہمیشہ پیش قدمی
دکہاتے رہے ہو اور تم نے اپنی راستبازی اور آزادی اور نیک چلنی اور اون
صفات کو جن سے ایک آدمی جنٹلمین کہلایا جا سکتا ہے بخوبی ثابت کر دیا ہے
تمہارے یورپین پرنسپل اور پروفیسرون اور تمہارے ضلع اور قسمت اور صوبہ کے
حاکمون اور نیز اون تمام انگریز جنٹلمینون نے جن کو تم سے سابقہ پڑا ہے تمہاری
نسبت نہایت اعلیٰ خیالات ظاہر کیے ہین۔ اور اس وقت بے محل نہ ہو گا
اگر مین اون مین سے چند اعلیٰ درجہ کے لوگون کی رائین جو اس کالج کے تعلیم یافتون
کی نسبت ظاہر کی ہین سنا کر تمہارے دلون کو تقویت دون۔ اور تمہاری ہمت
کو بڑہاؤن۔

ہز آنر کیڈل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر نے ۸۔ اگست ۱۸۹۵ء کو رسٹیون
کے ایڈریس کے جواب مین فرمایا تہا کہ "جو باتین میری نظر سے گذری ہین اور جو کچہہ
مین نے اور شخصون کی زبانی سنا ہے اوس کے لحاظ سے مین اوس یقین مین
شریک ہون جو آپ کے پرنسپل نے اپنی پچہلی رپوٹ مین ظاہر کیا ہے۔

یعنی یہ کہ کالج کا طرز تعلیم اور رنگ ڈہنگ سچائی اور ایمانداری اور عزت کے خیال کو ترغیب دیتا ہے'' اور مین خیال کرتا ہون کہ اوس کی تعلیم و تربیت کا میلان اس قسم کے شخصون کے پیدا کرنے کی جانب ہے جو صرف معقول تعلیم یافتہ ہی نہین ہوتے ہین بلکہ دلیر اور راست باز بہی ہوتے ہین اور جو زندگی کے عملی کاروبار مین اس اعلیٰ درجہ کے اصول کے برتنے پر آمادہ ہین جس کی تلقین کرنا یہان آپ کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص مقصد ہے ''اور پہر اسی موقع پر طالب علمون سے خطاب کرتے وقت فرمایا تہا کہ '' پچہلی رپورٹون سے مجہکو معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ہر حالت مین خواہ کلاس روم مین یا کہیلون مین خصلت مین یا طور و طریق مین اس نیک نامی کو قایم رکہا ہے جو تم سے پہلے طالب علمون نے تمہارے کالج کے واسطے قایم کی تہی۔ اور اوس مین کالج کی نسبت مستعدانہ خیر خواہی کا ایک جوش اور اسکی حالت کو ترقی دینے کے واسطے عملی کوششین اور اضافہ ہو گئی ہین میرے خیال مین یہ آخر الذکر ترقی ایک مسرت بخش امر اس کالج کے حکام اور طالبعلمون دونون کے حق مین نیک نامی اور تعریف کا باعث ہے۔

اور جناب سر چارلس کراسٹہویٹ صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر نے فرمایا تہا کہ ''علاوہ اس کے کہ آپ لڑکون کو صرف کتابی علم سکہاوین آپ کو دوسرے مقاصد بہی مد نظر تہے جیسے کہ آپ نے اپنی ایڈریس مین مجہہ کو یاد دلائی ہے پس آپ نے کہانتک ان مقاصد مین کامیابی حاصل کی ہے؟ جہانتک کہ مین اندازہ کر سکتا ہون

آپ نے عمدہ کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ کے طالب علمون کی شہرت کس قسم کی ہے؟ اون مین یہ صفت ہے کہ وہ راست باز اور دلیر اور اُس گورنمنٹ کے خیر خواہ ہین جس کے سایہ حمایت مین وہ رہتے ہین۔ بغیر خوشامد کے خلیق اور مودب ہین۔ اور اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے زندگی کی عملی کارروائی کے واسطے لائق ہین"

اور ہز آنر سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر نے فرمایا تھا کہ "جو شخص اون نوجوان آدمیون سے واقف ہین جو اس کالج سے پاس ہوکر نکلے ہین وہ غالباً اس امر مین مجھہ سے اتفاق کرین گے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کی علامتین ایسی ہی صاف صاف طور پر ظاہر کرتے ہین جیسی کہ انگلستان مین ہمارے پبلک اسکولون اور ہماری یونیورسٹی کے گریجوائٹ ظاہر کرتے ہین۔ علی گڈہ کالج کا ایک طالب علم فیاضانہ خیالات اور ترقی یافتہ تعلیم و تربیت اور آزاد خصلت رکھنے والا شخص خیال کیا جاتا ہے۔ سب سے بڑہ کر وہ ہندوستانیون کے اس فرقہ کا ایک نمونہ ہوگیا ہے جو انگریزون کی خواہشون کی بخوبی داد دینے کے واسطے کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ بھی یہہ توقع رکھتا ہے کہ ہم اوس کی خواہشون کی اسی طرح پر بخوبی داد دین"

اور جناب ممدوح نے دوسرے موقع پر فرمایا کہ "مجکو بار بار یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ علی گڈہ کا باشندہ ہونا انگریزون اور ہندوستانیون دونون کے درمیان عزت اور اعتبار کا ذریعہ ہے۔ وہ اپنے ساتھہ وہان کی تعلیم و تربیت کی مہر اور اُسکی

عقل و دماغ کا نقش لیجاتے ہین جسکی نگرانی مین اونکی تعلیم و تربیت کی تکمیل ہوئی ہے"
مسٹر ایٹ کینس ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور نے ۲۵- جون ۱۸۹۸ء کو سر سید
میموریل فنڈ کے جلسہ مین یہہ فرمایا تہا کہ وہ محمدن کالج کے طلبا اپنے برتاؤ اور اخلاق
و اطوار مین جنٹلمین کے کامل مفہوم کے پورے پورے مصداق ہین اور جدید تعلیم
مغربی کی تحصیل مین نہایت سرگرم - جس کے پیچہے گویا وہ اپنی قدیم مشرقی طرز ترکیب
کو بہول گئے ہین - اور یہ کہ مجہے اس بات کا یقین ہونے سے اور بہی خوشی ہوتی
ہے کہ ایم اے او کالج علی گڈہ مین تعلیم کا مقصد یہی نہین سمجہا گیا کہ نوجوانون کو
صرف ایسی ملازمتون کے قابل بنا دیا جائے جیسے کہ ۵۰ ماہوار کی کلرکی یا ایسا ہی
کچہہ اور - بلکہ دلی منشا یہ رکہا گیا ہے کہ انہین مودب - تہذیب خوش اخلاق - نیک
اطوار اور وفادار شہری بنایا جائے -"

یہہ عمدہ رائین جو اس کالج کے طالب علمون کی نسبت بڑے بڑے شخصونکی
مین نے تم کو سنائین اون سے ضرور تمہارے دلون مین یہ خواہش پیدا ہوئی
ہوگی کہ تم مین سے ہر شخص کی نسبت فرداً فرداً یہ رائے صادق ہو اور تم مین سے
ہر شخص اپنے آپ کو اس کا مورد و مصداق سمجہے - اور مجہے امید ہے کہ تم آپنے
آپ کو اس کالج کی تربیت کا ایک عمدہ نمونہ ثابت کروگے اور جہان تم جاؤگے
جیسا کہ کہا گیا ہے تم اپنے ساتہہ یہانکی تعلیم و تربیت کی مہر اور اوسکی عقل و دماغ کا
نقش جسنے اس کالج کو قایم کیا تہا لے جاؤگے اور اپنی اوس عزت و شہرت کو جسکا

بڑے بڑے لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے قایم رکھو گے۔

میرے عزیزو۔ تم درحقیقت دنیا مین ایک نئے مسلک اور ایک نئے نظام کا نمونہ ہو۔ سارے ملک کی نگاہین تم پر ہین اور تمام قوم کی امیدین تم سے وابستہ ہین۔ اور تم اگرچہ اس دور مین شاگردی کے درجہ پر ہو مگر تم ہی آنیوالی نسل کی اُستاد اور رہبر اور پیشوا ہونے والے ہو اور تم ہی کو آیندہ نسلون کے اس سوال کا جواب دینا پڑیگا کہ کس طرح تم نے اپنے فرائض ادا کئے اور کس طرح تم نے آیندہ آنیوالی نسلونکے لئے راستہ صاف کیا۔ اور تم ہی کو اپنے طریق عمل سے یہ بتانا ہے کہ تم نے کہانتک اپنے پیشوا اور اپنے بزرگ سید کی آرزوؤن کو پورا کیا۔

تم جانتے ہو کہ اونکی کیا آرزو تہی اور تمکو معلوم ہے کہ وہ تم سے کیا امید رکہتے تہے اگر تمہین معلوم نہ ہو یا تمہین یاد نہ رہا ہو تو مین تمکو یاد دلاتا ہون۔ اونہون نے ایک موقع پر اسی مدرسہ کے بوڈرون کے خط کے جواب مین یہ تمنا ظاہر کی تہی کہ وہ اے میرے بچو اور اے میرے قومی بہولو۔ میری زندگی اور موت تمہارے لئے ہے تم یقین جان لو کہ اگر تمہاری حالت دین و دنیا مین اچہی ہوگی تو مین اپنی قبر مین نہایت خوشی اور آرام سے دلہن کے سوفی کی مانند سوؤن گا۔ اور خدا کا فرشتہ مجکو کہے گا کہ "تم کنومتہ العروس" اور اگر خدانخواستہ تمہاری حالت دین مین یا دنیا مین اچہی نہ ہو گی تو قبر مین بہی مجکو چین نہ ہو گا۔

اے میری قوم کے بچو۔ مین تم کو یقین دلاتا ہون کہ تمہاری آیندہ حالت

اچھی یا بُری میرے لیئے بہشت یا دوزخ ہے۔ اگر میری قوم کے بچون کی آیندہ حالت اچھی ہو گی تو دوزخ بھی مجکو بہشت ہوگی۔ اور اگر تمھاری آیندہ حالت بُری ہو گی تو بہشت بھی مجھے دوزخ ہوگی۔ پس تم خیال کر سکتے ہو جو فیلنگ تم نے اپنے اس خط مین ظاہر کی ہے اوس سے مجکو کس قدر خوشی ہوئی ہے۔" اور ایک دوسرے موقع پر کالج کے ناتکمل رہنے اور قوم کی توجہ نہ کرنے پر نہایت مایوسی بھرے ہوے لفظون مین اپنی کوششون کا ذکر کرتے وقت فرمایا تھا کہ "ہم نے اس کالج کی تکمیل کے لیئے روپیہ فراہم کرنے مین کوئی کوشش اوٹھا نہین رکھی اوس کے لیئے ہم نے دست گداگری ہر امیر و غریب کے سامنے دراز کیا اور اوس عار کو اپنے اوپر گوارا کیا جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ ؎

بدست آہکِ تفتہ کردن خمیر		بہ از وست بر سینہ پیشِ امیر	

ہم نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ قیامت کا عذاب اپنی گردن پر لیا۔ کالج کی تکمیل کے لیئے۔ نہین نہین قومی ترقی کا سامان مہیا کرنے کے لیئے لاٹری ڈالی۔ جوا کھیلا اسپر بھی بس نہین کیا اور اس شعر پر عمل کیا ؎

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز		تا گنج زر از کہتر و مہتر بستانی

سوانگ بھرا اسٹیج پر کھڑے ہوے۔ دوستون نے فقیرون کا بھیس بدلا۔ یدو بن کر اور مینڈھا بغل مین داب کر خدا کے لیئے مانگا۔ مگر قوم نے کچھ نہ سمجھا۔ اور مقصد پورا نہوا۔"

"آپ دیکھتے ہین کہ کالج کی عمارتین ناتمام پڑی ہین - اس عظیم الشان کام کے لئے ہم کو کافی طمانیت نہین ہے مسلمانون کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے اونکو اسکالرشپ اور وظائف دینی کی ضرورت ہے - کیونکہ اونکی حالت افلاس ایسی ہے کہ بغیر امداد کے اون کی تعلیم نہین ہو سکتی - ہمارے پاس کوئی کافی سرمایہ اونکی امداد کا نہین ہے - طالب علمون کی کثرت آپ دیکھتے ہین اونکے رہنے کے لئے بورڈنگ ہوس کافی نہین ہین - ہمارے پاس سرمایہ نہین ہے - کہ ہم اور زیادہ بورڈنگ ہوس بنا سکین - جس طرح اور جس حیثیت سے ہم طالب علمون کو بورڈنگ ہوس مین رکھنا اور اون کو تعلیم دینا چاہتے ہین اوس طرح پر نہین رکھ سکتے - کیونکہ اوس کے لئے روپیہ نہین ہے - مسجد مین جس مین ایک گروہ کثیر طالب علمون کا نماز پڑھتا ہے اور ایسی بڑی جماعت ہوتی ہے کہ شاید اور کسی مسجد مین ایسی جماعت نہ ہوتی ہو گی وہ ناتمام پڑی ہے اور ہماری قوم کے لئے نہایت فخر کا مقام ہے کہ وہان ایک چھپر پڑا ہوا ہے جس مین نماز ہوتی ہے"

"ہم نے والنٹیر مقرر کئے کہ قوم سے اس کام کے پورا ہونے کو بلیہ دو پیسہ آنہ دو آنہ تحصیل کرین - اوس مین ناکامی ہوئی پھر ہم نے بنی فیکٹر مقرر کئے کہ قوم سے تھوڑا تھوڑا وصول کرکے روپیہ جمع کرین - اونکی کارروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت تک صرف ایک ہزار سات روپیہ فراہم ہوا ہے - پس اے دوستو اس کام کا پورا ہونا متفقہ کوشش پر منحصر ہے اور اگر تم اپنی قوم کی ترقی

کے لئے کوشش کرنی نہین چاہتے ہو تو تم کو بہی اور ہم کو بہی صبر کرنا چاہئے
اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آب از جو رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید مرو اور گلو سٹرو۔ اور ذلیل ہو
یہی خدا کی مرضی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اے میرے عزیز
طالب علمو جو اس ہال مین جمع ہو اور اس مدرسہ مین تعلیم پاتے ہو اگر تم اپنے تئین
ایسا بنانا نہین چاہتے جس کی مین نے تم سے توقع کی ہے تو تم بہی وہین جاؤ
جہان تمہاری قوم جانے والی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری روح تمہاری اور
تمہاری قوم کے لئے رویا کریگی واللہ درحق قال مصرع کہ نتوان کرد با تقدیر پیکار
ایک بہت بڑے شاعر نے راحت کے مطلب کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے

بقدر ہر سکون راحت بود بنگر تفاوت را	دویدن رفتن استادن نشستن خفتن و مردن

مگر مجھے افسوس ہے کہ اگر قوم کی یہی حالت رہی تو بعد مردن بہی مجھے راحت
نہ ہوگی۔"

میرے عزیزو سرسید نے جو توقع قوم سے کی تہی وہ افسوس ہے کہ
پوری نہ ہوئی۔ مگر جو توقع تم سے کی تہی اوس کے پورے ہونے کی البتہ کچھ
نشانیان نظر آتی ہین۔ اس کالج کے طالب علمون نے بعد سرسید کے اون
کے خیالات کے پورا کرنے مین بہت کچھ کوشش ظاہر کی اور اس قومی کالج
کی نہ صرف تکمیل کا بلکہ اوس کو یونیورسٹی کے درجہ پر پہونچانے کا ارادہ کیا۔
سرسید میموریل فنڈ قایم کرنے کا موجودہ خیال اول صرف اسی کالج کے

ایک تعلیم یافتہ شخص کے دماغ سے نکلا۔ میموریل فنڈ کے لئے اکثر جگہہ کمٹییان صرف اسی کالج کے تعلیم یافتہ لوگون کی کوشش سے قایم ہوئین۔ چندہ وصول کرنے مین دلی اور اصلی توجہ جو کچھہ ظاہر کی گئی وہ اسی کالج کے تعلیم یافتون کی طرف سے ہوئی۔

میرے عزیزو مین تم سی صاف کہتا ہون کہ پچھلے سال جب اسی موقع پر مین نی تم سے خواہش کی تھی کہ اپنی تعطیل کا زمانہ صرف اپنی ذاتی خوشیون کے کام مین ضایع نہ کرنا اور اپنے کالج کو بھول نہ جانا۔ اُس وقت مجھے ہرگز یہ امید نہ تھی کہ تم غیر معمولی کوشش کروگے اور تمھاری کوششون کا کوئی نمایان نتیجہ ظاہر ہوگا۔ مگر مین نہایت خوش ہون کہ توقع سے بڑھ کر تم نے میری باتون کو سنا اور امید سے زیادہ تم نے کوشش کی اور جو اندازہ مین نے اپنے دل مین کیا تھا اوس سے بڑھ کر تم روپیہ لائے۔ اگرچہ یہ دل خوش کن نتیجہ صرف تھوڑے ہی سے طالب علمونکی کوشش سے حاصل ہوا۔ مگر مجھے آیندہ کے لئے اکثر طالب علمون سے اسی قسم کی کوشش کرنے کی امید پیدا ہوگئی۔ اور اسی لئی اس موقع پر مین تم کو ترغیب دلانے کے لئے آمادہ ہوا۔

بعض لوگون کا خیال ہے کہ لڑکون کو ایسے کامون پر آمادہ کرنا فضول ہے اور خفیف خفیف رقمون کے جمع کرنے سے بڑی رقم کے جمع ہونے کی امید کرنی بیہودہ خیال ہے۔ مگر تجربہ نے دونون باتون کو غلط ثابت کردیا۔ پچھلے سال

تم مین سے اکثر لڑکون نے اس کالج کے لئے بہت کوشش کی اور بعض نے ایسی محنت کی جس سے درحقیقت ہم کو آئندہ کے لئے بہت بڑی امیدین پیدا ہوئین اور تمہین مین سے بعض لڑکون نے چھوٹی چھوٹی رقمین جمع کر کے دو سو اور ڈہائی سو اور تین سو روپیہ تک چندہ جمع کیا مین اُس لڑکے کی نہایت دل سے قدر کرتا ہون اور کالج کا ہونہار فرزند سمجھتا ہون۔ جس نے پار سال اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ اس کام مین صرف کیا اور خوش سلیقگی سے اس کام کو اس طرح پر انجام دیا جس سے بڑی کامیابی ہوئی۔ اُسنے اول لوگونکو جمع کیا۔ قومی فرائض اون کو بتائے کالج کے حالات بیان کئے اور تعلیم کے فوائد سمجھا کر اونکے دلون کو اپنے کالج کی طرف مائل کیا۔ اور چونکہ اوسکی کوشش سچی تھی اور سچے دل سے کی تھی۔ اس لئے اوسے نہایت کامیابی ہوئی۔ مین نہین سمجھتا کہ یہی طریقہ اگر تم مین سے اور بھی اختیار کرین تو کیون ویسی ہی کامیابی نصیب نہ ہو۔ بعض لڑکون کی نسبت یہ بھی مین نے سنا ہے کہ وہ مختلف مقامات پر گئے اور مختلف لوگون سے مدد لی اور لوگون کو اس کام پر آمادہ کرنے مین وہ کوشش کی جو غالباً اپنے کورس کے یاد کرنے مین بھی نہ کی ہوگی۔ اونہون نے سب سے چھوٹی چھوٹی رقمین جمع کر کے ایک بڑی رقم ڈیوٹی کو پیش کی۔ ایسے لڑکون کی ایسی مردانہ کوشش سنکر ہر شخص کو خوشی ہوگی اور بے اختیار اوس کی کوششون پر آفرین و مرحبا کی صدا دل سے نکلے گی۔ یہہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مین سے بعض لڑکون نے جو شکوک اور شبہات کالج کی نسبت تھے اون کے دور کرنے مین بھی بہت محنت

کی اور اسی کالج کو بہت بڑا غیر محسوس فائدہ پہونچا۔

یہہ بھی مین نے سنا ہے کہ بعض لڑکون نے جو دولتمند و امیر نہین ہین اپنے غریب بھائیون اور معمولی آدمیون سے خفیف خفیف رقمین اتنی جمع کین کہ اون کا مجموعہ ایک اچھی خاصی رقم ہو گئی۔ اور ایک بہت بڑی جماعت مین کالج کی مدد کرنے کا خیال پیدا کر دیا۔

میرے عزیزو۔ یہ کوششین اور اون کوششون کے نتیجے دیکھکر ہمارے مایوسانہ خیالات خوشی سے بدل جاتے ہین اور ہمکو ایک بہتر آنے والے زمانہ کی نشانیان نظر آتی ہین۔ اگر یہہ کوششین برابر جاری رہین اور کثرت سے ہمارے طالب علم اس بھاری بوجہ کو اپنے سر پر لین تو وہ دردانگیز خیال جو قوم کی بے توجہی سے اکثر دل مین گذرتے ہین دل سے نکل جاوین اور تمہارے جوش اور محنت سے کیا عجب ہے کہ تمہارے اور بھائی قومی کامون مین مدد دینے پر آمادہ ہو جاوین۔ اگرچہ ہم کو بہت سے کام در پیش ہین اور کالج کی تکمیل کے لئے اور یونیورسٹی بنانے کے واسطے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہین کہ تم کوشش کرتے ہو اور تمہاری کوششین عمدہ نتیجے پیدا کرتی ہین تو ہم کو بہت بڑی امید ہوتی ہے اور قوم مین ایک نئی زندگی کے آثار نظر آتے ہین۔

کاش خدا تمہارے دلون مین اپنے کالج کی ایسی ہی محبت قایم رکھے اور تم کو اس قسم کی کوششون مین مستقل اور ثابت قدم رکھے۔ تم کو یہہ بتانا غیر ضروری ہے

کہ کامیابی کی کنجی استقلال اور ثبات قدم ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ جو محنت
باقاعدہ مسلسل اور صبر کے ساتھہ ہوگی اوسی مین کامیابی ہوگی۔ نہ اوس محنت مین جو
شروع مین طوفان کی طرح اوٹھے اور وقت سے پہلے صرف ہو جاے کبھی ایسی محنت سے
عمدہ نتیجے حاصل نہین ہوتے۔ اسلام اور تجربہ نے بتایا ہے کہ انسان کا فرض
صرف یہ ہے کہ وہ اپنا مقررہ کام کرتا رہے اوس کا کرنا ہی کامیابی ہے من طلب
شیاء وجدّ وجد کوئی کام ظاہر مین کیسا ہی چھوٹا ہو اور کوئی فرض کو کیسا ہی
معمولی نظر آئے اوسی کو عمدہ طرح پر پورا کرنا اور صبر و استقلال کے ساتھہ اسمین
کوشش کرنا ہمکو بڑی کامونکی قابل بناتا ہی تم پر یہ فرض نہین ہے کہ بڑا کام کرو بلکہ جو کچھہ تم سی ہو سکی اوسکا
کرنا تم پر فرض ہے۔ جو کچھہ تم سے بن پڑے وہ تم کو کرنا چاہیے اور دلکر کرنا چاہیئے تمکو کیا معلوم ہی
کہ خدا نے تمہارے چھوٹے سے دائرہ مین کیسی مختلف قوتین رکھی ہین۔ اور
مختلف کام کرنے والون کی متفقہ کوشش سے وہ اس دنیا مین کیسی عظمت
و تاثیر پیدا کر سکتی ہین۔ کون جانتا ہے کہ اس تمہارے چھوٹے سے حلقہ مین جو اسوقت
موجود ہے کتنے دل ایسے ہین کہ اون مین خدا نے وہ قوت دی ہے کہ اگر
کام مین لائی جاوے تو وہ مثل گذشتہ نامورون کے کسی خاص کام مین حیرت انگیز
شہرت حاصل کر سکین۔ اور کتنے ایسے معصوم بچے موجود ہین جن پر خدا نے
اپنی رحمت کی ایسی نورانی شعاعین ڈالی ہون کہ اگر اون پر حجاب اور پردے نہ پڑین
تو وہ دنیا کے ایک حصہ کو روشن کر سکین۔ خدا کا فیض نہ کسی زمانہ پر محدود رہا ہے

نہ کسی قوم سے مخصوص۔ وہ جیسا جاری تہا جاری ہے اور جاری رہے گا۔ فیاض ازل کی شان مین گستاخی اور بے ادبی ہے اگر یہہ سمجہا جاے کہ اوس کا فیض منقطع ہو گیا۔ ؎

ہر چہ ہست از قامتِ ناساز و بی اندامِ ماست	ورنہ تشریفِ تو بر بالای کس کوتاہ نیست

چار یا پنچ روز ہوے کہ ڈیوٹی کے سالانہ جلسہ مین تمہارے بہائیون مین سے ایک اسپیکر نے اپنی اسپیچ مین کہا تہا کہ "خدا سے امید ہے کہ پہر ہم مین کوئی دوسرا سر سید یا ہماری مدد کے لئے دوسرا بیک پیدا کرے۔" مین اس پر یہ زیادہ کرتا ہون کہ اگر ہمارا کالج قایم ہے اور اوس کی تعلیم و تربیت بہی اسیطرح پر جاری ہے تو خدا سے امید ہے کہ تمہین مین سے کوئی سر سید ہو جائے گا اور تمہین مین سے کوئی بیک سا پُر جوش اور ہمدرد قوم کہڑا ہو جاوے گا۔ اور مین دیکہتا ہون کہ اب بہی تمہاری جماعت مین بعض ایسے لڑکے موجود ہین جنمین سر سید اور مسٹر بیک کے جوش اور استقلال کی کچہہ کچہہ نشانیان پائی جاتی ہین سر سید اور مسٹر بیک مین جو بڑی صفت تہی وہ یہہ تہی کہ اگر کوئی بڑا کام پیش آجاتا تو ہیبت زدہ نہ ہوتے اور اُس سے نہ گہبراتے۔ اور کوئی چہوٹا کام کرنے کے لائق ہوتا تو اوس کو خفیف اور حقیر سمجہہ کر نہ چہوڑ دیتے۔ پس اگر یہہ خیال اور یہہ سمجہہ پختہ ہو جائے اور تم اس پر ثابت قدم رہو تو مین نہین سمجہتا کہ اگر تم سر سید یا بیک نہ ہو سکو تو اون کے شاگردون مین بہترین شاگرد ہونے کا فخر کیون

نہ حاصل کرسکو - ارادہ اور محنت دو چیزین ایسی ہین کہ اگر اون پر تم ثابت قدم رہو تو تمہاری کمزوری ضرور طاقت سے بدل سکتی ہے اور جو کام سرسید نے کئے تھے وہ تم بہی کر سکتے ہو - یہہ سچ ہے کہ ابہی تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے کہ اپنی منفردہ قوت سے کوئی بڑا کام کر سکے - مگر اس مین کچہہ شبہہ نہین ہے کہ تمہاری ایسی بڑی جماعت ہے اور تم مین ایسے سمجہدار اور پرجوش لڑکے موجود ہین کہ اونکی متفقہ قوت اوس نقصان کی تلافی کر سکتی ہے جو سرسید اور بیک صاحب کے مرنے سے ہوا - خدا نے اتفاق اور اتحاد مین بڑی طاقت رکہی ہے اور متفقہ قوت سے اس دنیا مین حیرت انگیز کام ہوے ہین -

ہماری قوم مین جو ایک زمانہ مین ایک باعظمت قوم سمجہی جاتی تہی اوس کی عظمت صرف متفقہ کوششون نے قایم کی تہی اور اب جو وہ ایک ذلیل قوم ہوگئی ہے اوس کی ذلت کا سبب صرف متفقہ قوت کا ٹوٹ جانا ہے - اگر آج متفرق قوتین جمع ہو جاوین پہر وہی عظمت پیدا ہو سکتی ہے - اب بہی ہماری قوم مین خدا کی مہربانی سے تعداد کی کچہہ کمی نہین ہے - آج اسی ہندوستان مین پانچ چہہ کروڑ مسلمان موجود ہین اگر ان مین سے پانچ لاکہہ بلکہ پانچ ہزار بلکہ پانسو مسلمان بہی دل سے اس کالج کی تکمیل پر آمادہ ہون اور متفقہ کوشش سے کام کرین تو کالج کی تکمیل تو ادنی چیز ہے - یونیورسٹی بنانے کے لئے بہی سامان مہیا کر سکتے ہین - مگر افسوس ہے کہ قوم مین پانسو کیا پچاس آدمی بہی مشکل سے ملین گے

جو اس کام پر مستعد ہون اور تجربہ نے ہم پر یہ بات ثابت کر دی ہے کہ قوم مین بہت کم ایسے لوگ ہین جن سے ہم اس کام کے پورا ہونے کی توقع کر سکین۔

میرے عزیزو قومی کام کو دو قسم کے لوگ پورا کر سکتے ہین۔ ایک علما دوسرے امرا۔ مگر علما کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی تعلیم کو جو یہان دی جاتی ہے شاید وہ اب تک مذہبًا جائز ہی نہین سمجھتے اس لئے اون سے مدد ملنے کی کیا توقع ہے دوسرے گروہ امرا کی حالت تم سب پر ظاہر ہے۔ اون کو ساقی و مطرب سے کب فراغت ہے جو وہ قوم کی حالت زار پر نظر کرین جو دولت خدا نے اونکو دی ہے وہ یا عیش و طرب صرف کرنے کے لئے ہے۔ یا جھوٹی شیخی اور نمایشی شان شوکت مین ضایع کرنے کے واسطے۔ نہ اون پر قوم کا کوئی حق ہے نہ قوم سے اون کو کچھ تعلق ہے ایسی حالت مین قومی کام مین مدد کرنے کی اگر توقع ہو سکتی ہے تو متوسط درجہ کے مسلمانون اور معمولی درجہ کے آدمیون سے۔ مگر وہ قومی فرائض سے ناواقف ہین اور قومی امداد کے فوائد سے بے خبر۔ اور پرانے خیالات اور خاندانی مراسم کے طوق و سلاسل مین ایسے جکڑے ہوے ہین کہ وہ اس قسم کے کامون مین جیسا کہ ہمارا کالج ہے مدد کرنا نہ ثواب سمجھتے ہین نہ مفید۔ اون کو ایسے کام پر آمادہ کرنے کے لئے تحریک کرنے والون اور ترغیب دینے والون کی ضرورت ہے۔ اب ہم تحریک کرنے والے اور ترغیب دینے والے کہان سے لاوین۔ جہانتک

ہم نظر اوٹھا کر دیکھتے ہین ہم کو تو سوا ے تمہارے کوئی دوسرا نظر نہین آتا۔
تم خدا کی مہربانی سے کچھہ کچھہ قومی فرائض سے آگاہ ہوگئے ہو۔ قومی بہبودی اور
قومی ترقی کے وسائل سے بہی کسیقدر واقف ہو۔ اس لئے ہماری آیندہ کی
توقعات فقط تمہارے اوپر منحصر ہین۔ تم اپنے آپ کو لڑکا نہ سمجھو بلکہ اون جوانون اور
بزرگون سے اپنے آپ کو برتر سمجھو جو ہاتھہ رکھتے ہین مگر نہین ہلاتے۔ آنکھہ رکھتے
ہین مگر نہین دیکھتے۔ کان رکھتے ہین مگر نہین سنتے۔ دل رکھتے ہین مگر نہین سوچتے
پس تم اپنے آپ کو اس کام کے لئے والنٹیر بناؤ۔ اور اپنا نام مجاھدین
فی سبیل اللہ کی فہرست مین لکھاو۔ اور اپنی ضعیف اور ناچیز قوتون کو متفق کر کے
وہ کام کرو جو تمہارے شایان ہے۔ کچھہ شبہ نہین ہے۔ باوجود اُن مجبوریون
اور کمزوریون کے جو تم مین ہین اگر تم کمر ہمت باندہو اور مضبوط ارادہ کر لو اور جو کچھہ
تم سے بن پڑے اپنی حالت اور حیثیت کے موافق کرو تو تم وہ کام کر سکتے ہو
جو قوم کے بڑے بڑے لوگ نہین کر سکتے۔

تم کو اس تعطیل کے زمانہ مین دو ضروری کام کرنے ہین۔ ایک کالج کے
مختلف صیغون مین سے کسی صیغہ کے لئے چندہ جمع کرنا۔ دوسرے اپنے
کالج کی واقعی حالت سے لوگون کو مطلع کرنا اور اونکے دلون سے غلط شکوک اور
شبہات کو نکالنا۔

پہلے کام کے لئے کسیقدر خاص کوشش کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ

رفاہ عام کے کامون مین ہماری قوم کے لوگ مشکل سے چندہ دیتے ہین
مگر پہر بہی بہت سے فیاض طبع اور نیک دل مسلمان ایسے ہین کہ اون سے
مدد مل سکتی ہے - اب بہی ہماری قوم مین سیکڑون نہین بلکہ ہزارون ایسے ہین
جو مسجدین بنواتے ہین - خیرات دیتے ہین - بہوکون کو کہانا کہلاتے اور ننگون
کو کپڑا پہناتے ہین - اگر تم اون پر ظاہر کرو کہ یہان کی مسجد جس مین سیکڑون
مسلمان لڑکے نماز پڑہتے ہین ناتمام پڑی ہے اور بیسیون مسلمان بچے مفلسی
کی وجہ سے تعلیم پانے سے محروم رہتے ہین - تو مین نہین سمجہتا کہ تمہارے
رشتہ دارون اور دوستون مین دس بیس آدمی بہی ایسے نہ نکلین گے
جو تہوڑی بہت رقم ایسے ثواب کے کامون کے لئے دین - اور ہم کیونکر ایسا
خیال کرین جب کہ ہم دیکہتے ہین کہ پچہلے سال تم ہی مین سے بعض نے
سیکڑون روپیے ان کامون کے لئے جمع کر لئے تہے - سوائے اس کے جب
تم اپنے گہرون کو جاؤ گے - تمہارے بزرگ تمہارے رشتہ دار تمہارے
عزیز اپنی حیثیت کے موافق تمہاری دعوتین کرین گے - مگر کیا تم یہ نہین کر سکتی
کہ جو کچہہ وہ تمہاری دعوت مین خرچ کرنا چاہین وہ رقم اون سے نقد لے لو
اور دعوت کی نسبت نقد رقم دینے کا زیادہ شکریہ ادا کرو - تمہارے بزرگ
سید ہمیشہ ایسا ہی کرتے تہے اور اپنے دورہ مین بڑی رقم اسی طرح
وصول کر لیتے تہے - تم بہی اونکی تقلید کرو اور اپنے عزیزون اور دوستون

کو اس طرح پر نیک کام مین مدد کرنے کا طریقہ بتاؤ۔

دوسرے امر کے متعلق تم کو یہہ کرنا چاہیئے کہ جو کچھہ کالج کی اصلی حالت ہے وہ لوگون پر ظاہر کرو اور جو غلط شکوک اور شبہے اون کے دلون مین ہین وہ اونکے دلون سے نکالو۔ قوم عموماً تمہارے کالج کی اصلی حالت سے واقف نہین ہے اور بہت کچھہ غلط باتین اور بیہودہ خبرین اوس کی نسبت مشہور کی جاتی ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ یہان بے وضو نماز پڑہائی جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بجائے اذان کے یہان گھنٹی دی جاتی ہے۔ کوئی یہہ سمجھتا ہے کہ یہان نماز کے ارکان ہی ادا نہین کرائے جاتے۔ صرف قواعد کرائی جاتی ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ مرحوم سرسید کی تصنیفین مذہبی تعلیم کے کورس مین یہان داخل ہین کوئی کہتا ہے کہ یہان لڑکون کو بجائے پرانی مذہبی کتابون کے نیچریون کی تو تالیف کتابین پڑہائی جاتی ہین اور بجائے پرانے عقائد کے ملحدانہ عقائد سکھاے جاتے ہین یہ کیسی غلط تہمتین اور جھوٹی باتین ہین جو صرف مسلمانون کو اس کالج سے متنفر کرنے کے لئے مختلف پیرایون مین بیان کی جاتی ہین۔ تمہارا یہہ کام ہے اور تم پر یہ فرض ہے کہ تم اصلی حالات سے لوگون کو مطلع کرو اور جیسی مذہبی تعلیم یہان ہوتی ہے اور جو کتابین یہان پڑہائی جاتی ہین اور جیسی پابندی نماز روزہ کی یہان کرائی جاتی ہے اوس سے لوگون کو آگاہ کرو۔ اور جو کچھہ انتظام تمہارے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا ہے وہ لوگون کو سمجھاؤ۔ اور کالج کا اندرونی انتظام جس خوبی سے

بیان کیا جاتا ہے اور تمہارے چال چلن کی نگرانی اور تمہارے آسایش و آرام کی خبر گیری جیسی کچھہ ہوتی ہے وہ لوگون کے ذہن نشین کرو۔ اور تمہارے نیک دل پرنسپل ان باتون کا جیسا کچھہ خیال رکھتے ہین وہ لوگون سے بیان کرو۔ تاکہ لوگون کے دلون سے شبہے دور ہون اور وہ ان بیہودہ باتون پر یقین نہ کرین۔

مین سمجھتا ہون کہ اگر ایک مرتبہ قوم پر یہ ثابت ہو جاوے کہ اس مدرسہ کی تعلیم اون کی دینی اور دنیوی ضروریات کے لئے کافی ہے۔ اور مذہبی تعلیم اور اخلاقی تربیت کی نسبت جو دعوی کیا جاتا ہے وہ صحیح ہے۔ اور تمہارے چال چلن کی نگرانی اور تمہارے آرام و آسایش کے لئے جسقدر ممکن ہے اوس کی بخوبی خبرگیری کی جاتی ہے اور تمہارے پرنسپل اور پروفیسر تمہارے ساتھہ محبت اور مہربانی سے پیش آتے ہین۔ تو مجھے امید ہے کہ بہت سے مسلمان اپنی لڑکون کو یہان بھیجنے پر آمادہ ہو جاوین اور لڑکون کی جسقدر تعداد اب کالج مین ہے اوس سے دو چند اور سہ چند بڑہ جاوے۔ تم خوب سمجھہ لو کہ کالج کی مدد صرف روپیہ جمع کرنے ہی پر محدود نہین ہے بلکہ کالج کی اصلی حالت کا ظاہر کرنا اور پبلک کو اوس پر اطمینان دلانا اور جو غلط شبہات اوس کی نسبت ہین اون کا رفع کرنا بھی ایک بڑی مدد ہے اور یہ میرا خیال صرف قیاس پر مبنی نہین ہے۔ بلکہ اون نتائج پر مبنی ہے جو پچھلے سال کی کوششون سے پیدا ہوئے ہین۔ بہ نسبت پچھلے دنون کے گذشتہ سال مین مختلف مقامات پر ڈیپوٹیشن کے جانے اور مختلف مقامات پر

جلسون کے ہونے اور خلاف توقع کلکتہ مین ایجوکیشنل کانفرنس کے بلائی جانے اور زیر تعلیم
مین سے چند پُرجوش طالب علمونکے جابجا پہرنے اور کالج کے حالات ظاہر کرنے سے
وہ نتیجہ پیدا ہوا جو تم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہو ۱۸۹۸ء مین سید کی زندگی مین طالبعلمون کی
تعداد بہت گہٹ گئی تہی چنانچہ ۳۱- مارچ ۱۸۹۸ء کو صرف ۲۲۹ بورڈر رہگئے تہے مگر آج
خدا کے فضل سے اونکی تعداد ۳۵۸ ہی ۱۲۹ طالب علمون کا بڑہ جانا کوئی چہوٹی بات
نہین ہے۔ اُسکے معنی ہین کالج کی آمدنی مین صماعے ماہوار کا بڑہ جانا۔ اسلئے کہ ایک بورڈر
سے قریباً للعہ ماہوار کالج کو بچتا ہے۔ یہ عمدہ نتیجہ جو حاصل ہوا وہ اگرچہ اون مجموعی کوششون کا
سبب ہی جو مختلف ذریعون سے کالج کے لیے کی گئین مگر اس مین کچہہ شبہ نہین کہ اسمین
اس کالج کے طالب علمون کی کوششونکا بہی بہت بڑا حصہ شامل ہی پس جبکہ ایسے زمانہ مین
کہ کالج پر مختلف قسم کے صدمات پڑے تہی اور اُس کا قایم رہنا ہی دشوار نظر آتا تہا قلیل مدت
مین ایسی دل خوش کن بلکہ حیرت انگیز ترقی ہوئی تو کوئی وجہ نہین ہی کہ ایسے وقت مین جبکہ
کالج کے انتظام کی طرف سے لوگون کو بہت زیادہ اطمینان ہوگیا ہے اور اُسکی تعلیم کے
نتایج بہی نہایت عمدہ ثابت ہوئی ہین اور کالج زیادہ ترقی نہ پائے اور کثرت سی طلبا داخل نہون
اور زیادہ چندہ جمع نہ ہوسکے۔ اسکے لیے صرف اُن کوششونکا جاری رہنا چاہیے جو شروع کیگئی ہین۔ مین تم سے
سوا اسکے اور کچہہ نہین چاہتا کہ جو کام پچہلے سال تم مین سے چند طالبعلمون نے کیا تہا وہ کام اب تم سب کرو اور
جو کوشش گذشتہ تعطیل مین تم مین سے خاص خاص شخصون نے کی تہی وہ عموماً تم مین سے ہر ایک شخص کرے اگر تم ایسا کروگے تو خوب
سمجہہ لو اور اسکا یقین رکہو کہ تمہاری کوششونکی قدر ہوگی اور تمہارے نام عزت کے لیے جائینگے اور تم کالج کے سعادتمند بیٹے سمجہے جاوگے فقط

مضامین نوشتہ نواب محسن الملک

متعلق

مشرقي اور مغربي تعليم

۹۹۳۹

اور

عربي کے ليئے ايک درسگاہ قايم کرنے کے

معہ

اُن آرٹيکلوں کے جو سر سيد نے پنجاب اور

الہ آباد يونيورسٹي قايم ہونے کے

وقت لکھے تھے

اور

ديگر تحريرات کے جو اس کے متعلق

حال ميں شايع ہوئي ہيں

سنہ ۱۹۰۲ ع

مطبوعہ انسٹيٹيوٹ پريس عليگڈہ

عربي تعليم كا زندة كرنا

ان لوگوں كے ليئے جو تعليمي معاملات سے دلچسپي ركھتے هيں ' اور جو اُن مختلف مسائل پر تعليم كے غور كررهے هيں جو آج كل پيش هيں ' عربي تعليم كے زندہ كرنے يا ايک عربي درسگاہ قايم كرنے كا خيال كچھہ كم دلچسپ اور كچھہ كم توجہ كے لايق نهيں هى ' اور مسلمانوں كے ليئے تو يهہ مضمون نهايت هي ضروري اور نهايت هي غور كے قابل هى - كيونكہ اُن كي قومي زندگي كا مدار اُس تعليم پر منحصر هى ' جو اُن كے ليئے مفيد هو ' اور جس سے وہ اپني بهبودي كے وسائل پيدا كرسكيں *

عربي تعليم كے متعلق بهت كچھہ اخباروں ميں لكها جارها هى ' اور بهت كچھہ اُس كے موافق اور مخالف كها جاتا هى — اور جن لوگوں كو عليگدہ كالج سے تعلق يا دلچسپي هى ' اُن كو يهہ انديشہ پيدا هو رها هى ' كہ تعليم كے زندہ كرنے سے مقصد اُس پالسي كا تبديل كرنا هى ' جو سرسيد نے قرار دي تهي ' اور جس پر اس كالج كو قايم كيا تها ' اور جس پر ابتک كالج چل رها هى -- اس ليئے هم كو يهہ ديكهنا هى كہ وہ تجويزيں كيا هيں جو عربي تعليم كے زندہ كرنے كے ليئے پيش كي گئي هيں ' اور اُن كا كالج كي پالسي پر كيا اثر پڑتا هى ' اور جو انديشہ كالج كي پالسي تبديل هونے كا پيدا هوا هى ' وہ كهاں تک صحيح هى *

ہمارے سامنے اس وقت تین تجویزیں پیش کی گئی ہیں — ایک یہہ کہ جو تعلیم عربی کی بالفعل مدرسۃالعلوم میں دیجاتی ہی ' وہ نہ کافی ہی اور نہ مفید ' اس لیئے اُس کی طرف خاص توجہ کی جاے — اور جو لڑکے بطور سکنڈ لنگویج کے عربی پڑھتے ہیں ' اُن کے پڑھانے کا زیادہ بہتر بندوبست کیا جاے — ہمارے کالج کے معزز پرنسپل مسٹر ماریسن کی یہہ راے ہی — کہ عربی کی تعلیم کے لیئے بالفعل دو لایق عالم رکھے جائیں - ایک ہندوستانی ' جو عربی لٹریچر سے خوب واقف ہو ' دوسرا مصری ' جسکی مادری زبان عربی ہو ' اور جو روشن خیال اور غیر متعصب اور خیالات جدید سے بھی کسی قدر واقف ہو تاکہ کالج کے طلبا طوطے کی طرح عربی کورس یاد کرلینے پر قانع ہی نہوں ' بلکہ اُن کو عربی بولنے اور عربی لکھنے کی بھی مہارت پیدا ہو ' اور عربی لٹریچر سے بھی واقفیت حاصل کرسکیں *

دوسری تجویز یہہ ہی - کہ علیحدہ کالج میں عربی تعلیم کے لیئے خاص اہتمام کیا جاوے ' اور ایک لایق اسٹاف رکھا جاوے — تاکہ وہ اُن طلبا کو جو ایم اے کی ڈگری عربی میں لینے کا ارادہ کریں پڑھاوے - اور نیز بی اے کلاس کے سکنڈ لینگوج عربی کے کچھہ حصہ کا پڑھانا بھی اُس کے ذمہ ہو - اسٹاف میں ایک انگریز پروفیسر رکھا جاے جو عربی کا عالم ہو ' اور نیز یورپ میں عربی تعلیم اور تحقیقات علمی کے متعلق جو کچھہ ہو رہا ہی ' اُس سے با خبر ہو - اور جو عربی اسٹاف اور طالب علموں کا کام موجودہ سائنٹیفک طریقوں سے کراسکے - اور دوسرا ایک مصری عرب جو الازہر کا پڑھا ہوا ہو بلایا جاوے - چونکہ اُس کی زبان مادری عربی ہوگی اسلیئے طالب علموں کو عربی میں تحریر و تقریر کرنے اور مضمون لکھنے میں اُس سے بڑی مدد ملیگی - تیسرا عالم ایک ہندوستانی مسلمان تجربہ کار ہو جو عربی لٹریچر اور عربی علم ادب سے خوب واقف ہو - اور جب مالی حالت اجازت دے تو ایک عہدہ از قسم فیلوشپ قایم کیا جاوے ' اور وہ اُس طالب علم کے لیئے ہو جو پوری طرح اُس کی قابلیت رکھتا ہو ' اور جو اپنا مطالعہ اور تحقیقات جاری رکھنا چاہے ' اور پڑھانے میں بھی مدد دینے پر تیار ہو - اس تجویز کے اصلی اخراجات

پندرہ سو روپیہ ماہانہ ہونگے جس کے لیئے پانچ لاکھہ روپیہ کا کیپٹل ہونا چاہیئے *

تیسري تجویز یہہ هی — کہ عربي علوم کي تحصیل کے لیئے ایک مدرسہ علیگڈہ میں قایم کیا جاوے ' جس کا مقصد علم کا علم کے لیئے حاصل کرنا ہو ' نہ نوجوانوں کو صرف معاش حاصل کرنے کے لیئے کسي قسم کي تعلیم میں مدد دینا - اس کا اول مقصد یہہ ہوگا کہ ایسي کتب جو اس وقت تک نہ چھپي ہوں ' یا ایسے حقایق اور نتایج جو اب تک نا معلوم ہوں ' عربي زبان سے ترجمہ کیئے جاویں ' اور هندوستاني طلبا کو سائنٹیفک طریقہ پر با قاعدہ پڑھایا جاوے - اس مدرسہ کے اسٹاف کا خرچ تین هزار روپیہ ماهوار ہوگا ' جس میں ایک یورپین ڈائرکٹر بارہ سو پچاس روپیہ ماهوار کا ' اور ایک مصري پروفیسر عربي داں چھہ سو روپیہ ماهوار کا ہوگا ' اور دو فارسي پروفیسر ہونگے جنکا خرچ چار سو روپیہ ماهوار ہوگا ' اور تین هندوستاني مولوي ہونگے جنکا خرچ ساڑھی چار سو روپیہ ماهوار ہوگا - اور چھہ فیلوشپ ہونگے هر ایک پچاس روپیہ ماهوار کے جنکا کل خرچ تین سو روپیہ ماهوار ہوگا — اور اس درس گاہ کے لیئے ایک اعلی کتب خانہ بهي لازمي ہوگا جس میں علم عربي کي هر ایک کتاب جو اس وقت تک چھپي هی موجود ہو ' اور علوم عربي کا ایک مکمل ذخیرہ جمع ہو - ایسي درسگاہ قایم کرنے اور اُس کے اخراجات برداشت کرنے کے لیئے گورنمنٹ سے درخواست کي جاوے *

یہہ هیں وہ تجویزیں جو اس وقت پیش کي گئي هیں — ان میں سے پہلي تجویز کم خرچ کي هی ' اور اُسکا مقصد اُن طالب علموں کے لیئے جو عربي کو بطور سیکنڈ لنگویج کے لیں عمدہ اور لایق اُستادوں کا جمع کرنا ' اور عربي کي تحریر و تقریر میں مہارت پیدا کرانا هی — یہہ تجویز ممکن العمل بهي هی ' اور مفید ' اور مناسب بهي هی ' اور اُسکا کچھہ اثر انگریزي تعلیم پر نہیں پڑتا ' نہ اُس پالیسي کے خلاف هی ' جو مدرسۃ العلوم کي هی *

دوسري تجویز (جو در حقیقت پہلي تجویز بڑے اسکیل پر هی) مسٹر براون همارے کالج کے پروفیسر کي هی ' جو اُنہوں نے لٹریري سیکشن

محمدن ایجو کیشنل کانفرنس بمبئي میں پیش کي تهي ' اور جس پر یهه قرار پایا هی - که یهه تجویز ایک ایسي کمیتي کے سامنے پیش کي جاے ' جو عربي اور انگریزي تعلیم کے اصول سے واقف هو ' اور ایسے معاملات میں راے دینے کي اهلیت رکهتي هو — اس کمیتي کے ممبر — مولوي سید حسین صاحب بلگرامي — جستس سید امیر علي - شمس العلما مولوي نذیر احمد — اور مولوي شبلي — اور مولوي حالي - اور مستر ماریسن اور مستر آرنلڈ مقرر کیئے گئے هیں — یهه اسکیم اُن کے سامنے هی ' مگر اب تک کسینے اپني تحریري راے نهیں بهیجي — اور یهه تجویز نه ابهي ترستیوں کے سامنے هی ' اور نه اُن کے سامنے پیش هوسکتي هی جب تک ممبران کمیتي اپني راے نه دیں ' اور محمدن ایجو کیشنل کانفرنس میں پیش هوکر اُسکا تصفیه نهوجاے *

تیسري تجویز ایک بهت بڑي تجویز هی اور گو وہ علیگڈہ کالج سے جدا هی ' مگر بوجه اس کے که عربي کالج کا قایم کرنا علیگڈہ میں تجویز هوا هی ' علیگڈہ کالج کي تعلیم پر ضرور اثر پیدا کرنیوالي هی *

اُن تجویزوں کے متعلق همکو یهه دیکهنا هی که یهه همارے کالج کي پالسي کے موافق هیں یا مخالف ' اور درصورت مخالف هونے کے آیا هم اُسپر بحیثیت کالج کے متولي اور منتظم هونے کے بحث کرنے کے مجاز بهي هیں یا نهیں - جهانتک هم سمجهتے هیں ' اخیر کي دو تجویزیں موجودہ حالت میں همارے کالج کي اُس پالسي کے خلاف هیں جو اُس کے باني کي قایم کي هوئي هی ' اور وہ پالسي کچهه پوشیدہ نهیں هی — ایک ایک بچه اُسکو جانتا هی ' اور کالج کے در و دیوار پر وہ کندہ هی — سر سید کي پالسي وهي تهي ' جو لارڈ مکالي کي تهي — یعني مغربي علوم ' مغربي لتریچر کا مغربي اصول اور مغربي طریقوں پر سکهانا اور انگریزي هائي ایجو کیشنل کا مسلمانوں میں پهیلانا — اور مشرقي تعلیم کو غیر مفید سمجهنا ' اور اُس کے لیئے انگریزي تعلیم کو نقصان نه پهونچانا ' اور جب تک انگریزي تعلیم کي ضرورتیں پوري نهوجائیں ' اور کالج محمدن یونیورسٹي کے درجه پر نه پهونچ جاے ' تمام کوششیں صرف انگریزي تعلیم کي تکمیل کے لیئے کرتے رهنا — پس بحیثیت

کالج کے متولي هونے کے هم پابند هیں ، که اسي پالیسي کو قایم رکھیں ، اور سر مو اِس سے تجاوز نه کریں — اور اگر همکو یهه پالیسي پسند نهو ، تو هم کالج سے علحدہ هوجائیں ، اور اُس سے کچھه تعلق نه رکھیں *

سواے اس کے یهه وہ پالیسي هی جس کو عموماً مسلمانوں نے پسند کرلیا هی ، اور جس کو نه فقط اس خیال سے که وہ سر سید کي قایم کي هوئي هی اُس کے حامي هیں ، بلکه اُس کے مفید هونے نے خود اُن پر ثابت کردیا هی ، که یهي پالیسي اُن کے لیئے مناسب اور مفید هی ، اور یهي پالیسي اُن کي ترقي اور بهبودي کا ذریعه هی - اور اس کا ثبوت هماري انکھوں کے سامنے هی ، اور جبسے عربي تعلیم کے زندہ کرنے کي تجویزیں شایع هوئي هیں ، هر روز ایک تازہ ثبوت همکو ملتا هی — اور تعجب یهه هی که نه صرف انگریزي تعلیم یافته نوجوان عربي تعلیم زندہ کرنے کے مخالف هیں ، بلکه وہ مسلمان بهي جو عربي کے بڑے عالم مگر زمانه کي رفتار سے کسیقدر واقف هیں ، اس تجویز کو موجودہ حالت میں مفید نهیں سمجھتے - اور جن لوگوں کو علیگڈہ کالج سے تعلق هی ، اُن کا تو یهه کهنا هی که عربي کي تعلیم کے حامي جس طرح پر اور جهاں چاهیں اُس کا انتظام کریں ، مگر مدرسة العلوم علیگڈہ ابهي اس کے لیئے تیار نهیں هی ، که وهاں کسي بڑے پیمانه پر عربي تعلیم جاري کي جاے *

جهاں تک هم سمجھتے هیں ، یهه خیال صحیح هی - اس لیئے که خدا خدا کرکے سر سید کي چالیس برس کي محنت کے بعد یهه کالج اسدرجه پر پهونچا هی - اور الله آمین کرکے خدا وہ دن لایا هی ، که مسلمان انگریزي تعلیم پر متوجه هوئے هیں — اور مسلمان بچوں کا ایک اچھا مجمع مدرسه میں هوگیا - اور انگریزي تعلیم کے سامان مهیا کرنے اور کالج کي ضرورتیں پوري کرنے کے لیئے کچھه کوششیں هو رهي هیں ، اور لوگوں کے خیالات کسي قدر اس طرف رجوع هوئے هیں - تو کیا ایسي حالت میں یهه دانشمندي اور قوم کي خیر خواهي هی ، که قوم کي یهه توجه دوسري طرف پهیر دي جاے ، اور بجاے انگریزي تعلیم کي تکمیل کرنے ، اور

کالج کي اهم اور ضروري حاجتوں کے پورا کرنے کے عربي تعليم کے ليئے ايسے سرمائے جمع کرنے کي کوشش کي جاے ' جو ابتک انگريزي تعليم کے ليئے بهي کالج جمع نهيں کرسکا - همکو انصافاً يهه ديکهنا چاهيئے که يهه وقت عربي تعليم کے اعلی پيمانه پر پهونچانے ' اور عربي تعليم کے ليئے ايک بڑا سرمايه جمع کرنے کا هی يا نهيں - جهاں تک هم خيال کرتے هيں همارے نزديک اس کا يهه وقت نهيں هی — اس ليئے که انگريزي تعليم کے ليئے جس کے واسطے وه قايم کيا گيا هی ابهي تک پورا سامان مهيا نهيں هوا ' نه ابتک همارے پاس اتنا سرمايه هی که جس کي آمدني سے کالج يا اسکول کے ايک صيغه کا خرچ بهي چل سکے ' نه همارے پاس اتنا روپيه هی ' که هم اسکول اور کالج کي موجوده ضرورتيں پوري کرسکيں — همارے مجوزه مکانات نامکمل پڑے هيں — نه پڑهانے کے ليئے کافي کلاس روم هيں — نه بورڈروں کے ليئے بورڈنگ هوس ميں کافي مکانات هيں — سيکڑوں لڑکے جگهه نهونے کي وجهه سے اسکول ميں داخل نهيں هوسکتے — وظايف کے ليئے آمدني نهونے اور کافي وظايف نه ديئے جانے سے بيسيوں طالب علم کالج کي تعليم سے محروم رهجاتے هيں — روپيه نهونے کي وجهه سے هم معقول تنخواه أستادوں کو دے نهيں سکتے اور معقول تنخواه نه ديئے جانے کي وجهه سے همکو اچهے أستاد مل نهيں سکتے - همارے يهاں کسيکو ترقي ملنے کي أميد نهيں ' اور اس أميد کے نهونے سے اچهے ٹيچر اور لايق ماسٹر همارے يهاں ٹهير نهيں سکتے — يورپين پروفيسروں کو بهي هم وه تنخواه نهيں دے سکتے جو ديني چاهيئے' اور نه هم أن سے ترقي کا وعده کرسکتے هيں ' جس کي أميد پر وه همارے کالج کے چهوڑنے کا خيال نه کريں - هم افسوس سے ديکهتے هيں که لايق پروفيسر اور لايق ٹيچر کالج چهوڑنے پر مجبور هوتے هيں ' اور کافي تنخواه نه ملنے کي وجهه سے قابل اور پروفيسروں کو هم بلا نهيں سکتے ' نه همارے کالج کا اسٹاف کافي هی — نه ضروري مضامين کي تعليم کا انتظام هی - نه طالب علموں ميں لٹريري مذاق بڑهانے کا کچهه بندوبست هی — نه همارے يهاں

سوائے معمولی تعلیم کے کوئی زاید پروفیسر ہی ، جو مختلف مضامین پر طلبا کو لکچر دے ، اور اُنکو تقریر و تحریر کرنا ، اور مضمون لکھا نا سکھائے قانونی تعلیم کے لیئے کوئی یورپین لا پروفیسر ہمارے یہاں نہیں — طلبا کو دماغی تعلیم میں ترقی کرنے کے لیئے کوئی اچھا کتب خانہ اور لائبریری نہیں ، ہمارے یہاں یورپین اُستاد اتنے کم ہیں ، کہ اُنہیں اپنے معمولی کاموں سے اتنی فرصت نہیں ، کہ وہ لڑکوں سے زیادہ مل سکیں ، اور اپنے پاکیزہ خیالات کا اثر اُن پر ڈال سکیں — اور اس لیئے اب وہ سوشل زندگی جو کالج کی جان ہی ، بالکل مفقود ہی — ایسی حالت میں جبکہ بہت چیزیں ناتمام ، اور بہت کام ادھورے پڑے ہیں ، نہ یہہ دانشمندی ہی ، نہ سچی ہمدردی — کہ ان ضرورتوں کی تکمیل کا خیال چھوڑکر ، ہمارا خیال دوسری طرف پھیرا جائے ، اور ہماری توجہ انگریزی تعلیم سے ہٹاکر ، عربی تعلیم کی طرف مائل کیجاوے — ہم اپنے اُن ہمدرد ڈاکٹروں سے جو نہایت نیک نیتی سے ہمارا علاج کرنا چاہتے ہیں ، بہت ادب اور منت سے عرض کرتے ہیں ، کہ پہلے ہمارے اُس درد کی دوا کرو ، جو مہلک ہی ، اور جب ہم تندرست اور اچھے ہوجائیں ، تب ہماری روحانی بیماریوں کے علاج پر توجہ کرنی مناسب ہوگی — اس وقت تو ہمارا پیٹ خالی ہی ، اور ہماری آنتیں قل‌هوالله پڑھ رہی ہیں — اس وقت ہمکو روٹی کی تلاش سے باز رکھنا ، اور قل‌هوالله پڑھنے کی نصیحت کرنا ، سچی ہمدردی اور اصلی دوستی نہیں ہی — ایسا نہوکہ ایسی ہمدردی سے ہمارا قل ہوجائے ، اور روحانی غذا کی آرزو میں ، بھوک کے مارے مرجائیں *

ہم نے جو کچھہ ان تجویزوں سے مخالفت کی ہی ، اُس سے ہم کو اندیشہ ہی کہ لوگوں کو غلط فہمی ہوگی ، اور بعض لوگ سمجھیں گے کہ ہم اپنی مقدس زبان اور اپنی دینی زبان اور اپنی علمی زبان عربی کی تعلیم نہیں چاہتے — اور صرف اُس سطحی تعلیم انگریزی پر قانع ہیں جو

نوجوانوں کے لیئے ذریعہ معاش ہو — مگر نہ ہمارا یہہ خیال ہی اور نہ ہماري یہہ خواہش ہی — اور نہ سر سید مرحوم کا یہہ خیال تھا — بلکہ اُن کا اور ہمارا یہہ خیال ہی کہ عربي کي تعلیم' اور نہ صرف عربي کي بلکہ فارسي اور سنسکرت کی تعلیم بھي ضروري ہی — اور مسلمانوں میں جب تک کچھہ ایسے لوگ نہ ہوں جو انگریزي اور عربي دونوں سے واقف ہوں ' - اور مشرقي اور مغربي خیالات دونوں سے آگاہ ہوں - تب تک مسلمان حقیقت میں اپني قوم کو ایک تعلیم یافتہ اور مہذب قوم نہیں کہہ سکتے — نہ دنیا میں اُن کي عزت ہوسکتي ہی — نہ وہ اپنے اسلاف اور اجداد کے حالات سے واقف ہوسکتے ہیں — اور بغیر اس کے کہ وہ اپنے بزرگوں کے جمع کیئے ہوئے خزانوں کو جو زمین میں چھپے ہوئے ہیں ' تلاش کریں ' اور زمین سے نکالیں — تب تک وہ نہ اپني قوم کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں ' نہ اسلام کي عزت اور روشني دنیا کو دکھا سکتے ہیں — ہم سے بڑہ کر کوئي عربي کا قدردان نہوگا ' اور نہ ہم سے زیادہ کوئي اُسکي ترقي کا متمني — مگر ہمارا کہنا صرف یہہ ہی کہ ہر چیز کے لیئے ایک وقت ہوتا ہی — اور پیش از وقت اُسکا کرنا بجاے فائدہ کے نقصان پہونچاتا ہی — عربي تعلیم کا بڑے پیمانہ پر انتظام کرنیکا یہہ وقت نہیں ہی ' اُس کے لیئے وہ وقت ہوگا جبکہ ہم انگریزي تعلیم کي ضرورتوں کو پورا کرلیں گے ' اور کالج کو یونیورسٹي کے درجہ پر پہنچانے کے لایق تمام سامان جمع کرسکیں گے — ہم اپنے ہمدرد ڈاکٹروں کي نیک نیتي کے معترف ہیں ' اور اُن کے شکر گذار ہیں ' اور ہم کو پورا یقین ہی کہ اُن کي یہہ تجویزیں صرف نیک نیتي پر مبني اور ہماري بہبودي کے خیال سے ہیں — مگر ہم اُن سے صرف یہي التجا کرتے ہیں ' کہ وقت سے پہلے ' اور مقدار سے بڑہ کر دوا نہ دو — ورنہ جس مریض کو تم اچھا کرنا چاہتے ہو ' اُسکو صحت نہوگي ' بلکہ اندیشہ ہی کہ تمہاري دوا اُس کے لیئے زہر کا کام دیگي *

نمبر (۲)

(اخبار مطبوعہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۰۴ع)

پچھلے آرٹیکل میں ہم نے مختصراً یہہ بتایا ہی - کہ عربي تعلیم کا اعلی پیمانہ پر تجویز کرنا ' اور اُس کے لیئے ایک علحدہ درسگاہ قایم کرنا، موجودہ حالت میں انگریزي تعلیم کو نقصان پہونچانا ھی - اور انگریزي تعلیم وہ ضروري مقصد ہی ' جو ھمیشہ مرحوم سر سید نے اپنے پیش نظر رکھا ' اور جو مسلمانوں کے بہي خواہ ھیں اُن کو بھي اُسے پیش نظر رکھنا چاھیئے — اب ہم مرحوم سر سید کي اس پالیسي کے متعلق اُن کے کچھہ اقوال پیش کرتے ھیں -- اُس کے بعد ہم یہہ دیکھانا چاھتے ھیں ' کہ اُن نامور اور مشہور مسلمانوں نے بھي مرحوم کي راے کی تائید کي ھی' جو علوم مغربي اور علوم مشرقي دونوں سے واقف ھیں ' اور جن کي راے ایسے ضروري مسایل میں قابل استناد ھی *

سر سید کی راے مشرقی اور مغربی تعلیم کے متعلق

اگرچہ سر سید ھمیشہ اپني مختلف تحریروں اور تقریروں میں لکھتے اور کہتے رہے ' کہ مشرقي تعلیم مسلمانوں کے لیئے غیر مفید ھی اور مغربي تعلیم ھي کي اُنھیں ضرورت ھی - مگر اُنھوں نے اپني اس راے کو نہایت جوش اور نہایت زور اور نہایت صفائي سے دو موقع پر ظاھر کیا - ایک جبکہ پنجاب میں مشرقي علوم کي تعلیم کے لیئے ' اوریئینٹل یونیورسٹي قایم ھونے والي تھي — دوسرے جبکہ الہ آباد یونیورسٹي قایم ھونے کے وقت مشرقي تعلیم پر زیادہ زور دینے کا اندیشہ پیدا ھوا تھا — اور عجیب اتفاق ھی کہ دونوں موقع پر اُنھوں نے تین تین آرٹیکل لکھے — پنجاب یونیورسٹي پر جو آرٹیکل مرحوم نے لکھے اُس سے تمام پنجاب میں ھل چل پڑ گئي - اور ڈاکٹر لیٹنر اور اوریئینٹل یونیورسٹي کے حامي ' حیران اور ششدر رہ گئے - اُن آرٹکلوں میں مرحوم نے صاف صاف اپنا یہہ خیال ظاھر کردیا ' کہ مشرقي علوم اور مشرقي زبان سیکھنے کي ھمیں کچھہ ضرورت نہیں ھی ' بلکہ مغربي علوم اور مغربي زبان کا سیکھنا ھي ھماري قومي ترقي کا اصلي ذریعہ ھی مرحوم نے جیسي کہ اُن کي

صاف گوئی کی عادت تھی ، کوئی بات لگی لپٹی نہیں رکھی ، اور بلا خیال گورنمنٹ کے ، کہ وہ کیا سمجھے گی ، اور بلا لحاظ مسلمانوں کے کہ وہ کیا کہیں گے ، صاف صاف کہدیا ۔ کہ جو لوگ مشرقی تعلیم کی ترغیب دیتے ، اور مغربی تعلیم سے باز رکھنا یا اُس میں خلل ڈالنا چاہتے ہیں ، وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں ، اور ہمکو دھوکہ دینا چاہتے ہیں — اُن کے یہہ آرٹکل غور سے پڑھنے اور دیکھنے کے لایق ہیں ۔ ہم اُنکا صرف ایک فقرہ اس موقع پر نقل کرتے ہیں ، وہ لکھتے ہیں کہ " ہمارے ملک کو ۔ ہماری قوم کو ، اگر درحقیقت ترقی کرنی اور فی الواقع ملکہ معظمہ قیصر ہند کا سچا خیر خواہ اور وفادار رعیت بننا ہی — تو اُس کے لیئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں ہی — کہ وہ علوم مغربی اور زبان مغربی میں اعلی درجہ کی ترقی حاصل کریں — ہماری دولت ، ہماری حشمت ، ہماری عزت ، ہماری سوشل ، ہماری پولیٹکل حالت ، سب کا مدار اسی بات پر ہی — اور جو شخص ہمکو اس راہ سے بہتکانا چاہتا ہی ، بلاشبہہ ہمارے ملک کا دوست نہیں ہی ، بلکہ دشمن ہی ، اور ہمکو دھوکہ دیتا ہی " ٭

مرحوم کی اس راے سے ڈاکٹر لیٹنر ایسے خفا اور رنجیدہ تھے ، کہ وہ سر سید کے دشمن ہوگئے تھے ، اور ہر موقع پر وہ مرحوم کو برا بھلا کہا کرتے تھے — اور حامیان اوریئینٹل یونیورسٹی پنجاب کے دلونپر ، ابتک اُسکا رنج اور اثر باقی ہی — چنانچہ منشی نثار علی صاحب شہرت نے جو سابق ایڈیٹر اخبار انجمن پنجاب کے تھے اور مشرقی یونیورسٹی کے حامی ، اپنے غصہ اور رنج کو محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس رامپور میں ، جو سنہ ۱۹۰۰ ع میں ہوا تہا ، اُس موقع پر ظاہر کیا — جبکہ محمدن یونیورسٹی قایم کرنے کا رزولیوشن پیش ہوا تہا ۔ منشی صاحب نے اس رزولیوشن کے پیش ہونے پر نہایت جوش میں آکر کہا — کہ " سر سید تو عربی تعلیم اور ایشیائی علوم کے مخالف تھے ، اُن کی یادگار میں کیوں اس قسم کی یونیورسٹی بنائی جاے ، جس میں مشرقی اور مغربی علوم کی تعلیم ہو — اُن کے وہ آرٹیکل جو سنہ ۱۸۸۱ ع میں لکھے گئے تھے ، اس وقت میرے سامنے موجود ہیں — سر سید نے ایشیائی علوم کی نسبت حسب ذیل خیالات ظاہر کیئے تھے ۔

که اول تو همکو ایشیائی مضامین بالکل نه پڑھنے چاهئیں ، بلکه همکو لازم هی که زمانه کی ضروریات کے موافق تعلیم حاصل کریں - دوم یهه که اگر هم اپنی اصلی ترقی چاهتے هیں ، تو همارا فرض هی که هم مشرقی زبانوں کو بالکل بهول جاویں اُن کی تحریر اس قابل هی ، که جلادی جاوے یا پانی میں ڈبو دی جاوے ، اور بجاے اُس کے زبان انگریزی یا فرانسیسی هوجاوے ، اور یورپ کی طرز معاشرت هماری طرز معاشرت هو" •

اس پر نواب عمادالملک بهادر نے جو اُس وقت پریسیڈنٹ تهے ، سید صاحب کے خیالات کی تائید کی ، اور نهایت جوش میں آکر کہا - که " میں اس وقت مجبور هوں که سید صاحب کی نسبت جو الزام لگایا هی ، اُس کی بابت کچهه کہوں - آنریبل سید احمد خاں مرحوم کی اصلی غرض یهه تهی ، که مسلمانوں کی ترقی هو -- وه جانتے تهے اور بعد غور کامل کے اُنهوں نے یهه راے قایم کی تهی" - که مسلمانوں کی ترقی اُس وقت تک ممکن نهیں ، جبتک که اُن میں مغربی تعلیم کی ترقی نهو -- وه اُس شخص کو مسلمانوں کا سخت دشمن سمجهتے تهے ، جو مسلمانوں میں مغربی علوم کی ترقی کا مخالف هوتا -- چنانچه مجهے خوب یاد هی ، که اُنهوں نے مجهه سے کہا تها - که پنجاب یونیورسٹی هماری قوم کے لیۓ نهایت خراب نتایج پیدا کریگی - اُس کا مقصد کسی طرح مسلمانوں کے لیۓ مفید نهوگا --- ایک مرتبه پارلیمنٹ کے ایک ممبر مسٹر بلنٹ صاحب هندوستان میں تشریف لائے تهے ، اُنهوں نے هندوستان کے مختلف شہروں میں مسلمانوں کے سامنے یهه خواهش ظاهر کی تهی --- که هندوستان کے مسلمانوں کے لیۓ ایک یونیورسٹی مشرقی علوم کی تعلیم کی غرض سے مثل جامع ازهر کے قایم کی جاے --- مگر سید صاحب نے مجهه سے خود کہا تها ، که یهه محض دهوکه هی یهه همکو گدها بنانا چاهتے هیں ، اور اُن کی یهه خواهش هی که هماری حالت همیشه خراب رهے --- جو کلمات سید صاحب کی زبان سے نکلے هونگے وه اُن لوگوں کی نسبت تهے جو چاهتے تهے ، که مسلمان انگریزی میں ترقی نه کریں --- و الا میں واقف هوں که کوئی شخص سید صاحب سے زیاده اس بات کا طرفدار و حامی نه تها ، که مسلمان انگریزی کے ساتهه

ساتھہ اپنے علوم میں بھي ترقي کریں — میں قسمیہ کہتا ہوں کہ بغیر انگریزي جانے ہوئے آپ اپنے علوم میں ترقي نہیں کرسکتے منطق کي قدیمي کتابوں کے بڑ بڑ کرنے اور لفظي نزاعوں سے اب کچھہ حاصل نہیں ہوتا ... ... لہذا میں مکرر کہتا ہوں اور بزور کہتا ہوں — کہ سید صاحب جو کچھہ کہہ گئے ہیں وہ بالکل صحیح کہہ گئے ہیں — یہہ نہ سمجھنا چاھیئے کہ سید صاحب چونکہ دنیا میں اب نہیں ہیں ، لہذا وہ جوش ھي ٹھنڈا ہوگیا — نہیں — وہ جوش اب تک موجود ھی — ہم بھي اس بھرے جلسہ میں کہتے ہیں کہ جلادو اُن کتابوں کو جو موجودہ زمانہ میں کسي طرح قوم کے کارآمد نہوں اور جس کو اپني قوم کي محبت کا جوش ھی وہ یہي کہیگا " *

سر سید کے تین آرٹیکل مشرقي علم کي مخالفت میں الہ‌آباد یونیورسٹي قایم ہونے کے وقت

مرحوم سر سید کا خیال مشرقي تعلیم کي مخالفت کا ایسا قوي اور ایسا زبردست تھا کہ وہ پنجاب یونیورسٹي ھي پر ختم نہیں ہوا ، بلکہ ہر ایسے موقع پر جبکہ مشرقي تعلیم کے زندہ کرنے کي کوئي تحریک گورنمنٹ کي طرف سے ہوتي تھي ، وہ قومي محبت کے جوش میں بیتاب اور از خود رفتہ ہوکر مقابلہ پر آمادہ ہوجاتے تھے اور بلا خیال اُس کے کہ اُس کا تجویز کرنے والا ویسراے ھی یا کوئي لفٹننٹ گورنر ، یا اور کوئي بڑا شخص ، صاف صاف یہہ کہنا شروع کردیتے تھے کہ یہہ تجویز ہمارے مضر ھی ، ہماري ترقي کے روکنے کے لیئے ھی ، اور بجاے آگے بڑھنے کے ہمکو پیچھے ہٹانے والي ھی — اور ایسي تجویز کرنے والے ہمارے دشمن ، اور ہمکو دھوکہ دینے والے ہیں — چنانچہ سنہ ۱۸۸۶ ع میں جب الہ‌آباد یونیورسٹي تجویز ہونے والي تھي اُس وقت یہہ خیال پیدا ہوا تھا کہ الہ‌آباد یونیورسٹي بھي مشرقي علوم کي ترقي دینے والي ، اور انگلش ہائي ایجوکیشن کي گھٹانے والي ہوگي — اُس وقت بھي مرحوم نے اُسي طرح کے تین زبردست آرٹیکل اس تجویز کي مخالفت میں لکھے ،

جیسے کہ پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت میں لکھے تھے — اُن تینوں آرٹیکلوں کا انگریزی ترجمہ بھی اُس کے ساتھہ چھاپا گیا — پہلا آرٹیکل ۲۷ اپریل سنہ ۱۸۸۶ ع کے اور دوسرا ۱۸ مئی سنہ ۱۸۸۶ ع کے اور تیسرا ۵ جون سنہ ۱۸۸۶ ع کے علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شایع ہوا ہی *

سر سید پہلے آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ " افسوس ہی کہ لوگوں میں یہہ خیال زیادہ پختہ ہوتا جاتا ہی کہ الہ‌آباد یونیورسٹی کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو پنجاب یونیورسٹی کی تھی — یعنی علوم مشرقی کی ترقی کا دھوکہ دیکر انگلش ہائی ایجوکیشن کو گھٹانا ، اور ہندوستانی رعایا کی آنکھیں بند کرکے اُن کو ایک چکر میں ڈالے رکھنا — بے شک ایک مہذب گورنمنٹ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے ! ! ! *

پھر وہ اسی آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ " ہندوستانیوں کو اس بات کا شبہہ کہ گورنمنٹ نے انگلش ہائی ایجوکیشن کے معدوم کرنے کی پالیسی قرار دی ہی — لارڈ میوکے زمانہ سے پیدا ہوا تھا ، - لارڈ لٹن کے زمانہ میں اُس شبہہ کو تقویت ہوئی ، مارکوئیس آف رپن کے عہد میں یہہ شبہہ بہت زیادہ قوی ہوگیا — گو ہز اکسیلنسی نے اس سے انکار کیا ، مگر چونکہ قول کی نسبت عمل بہت زیادہ یقین دلانیوالا ہوتا ہی ، اس لیئے ہندوستان کے دل میں جو شبہہ پیدا ہوا تھا وہ رفع نہیں ہوا — اسی درمیان میں منحوس پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی ، پھر وہی بدبخت زمانہ لارڈ ڈفرن کے عہد حکومت میں نظر آیا ، اور ہمکو اندیشہ ہوا کہ جو آفت پنجاب پر آئی وہی ہمارے صوبہ پر آنیوالی ہی" *

اس آرٹیکل لکھتے وقت غالباً سر سید مرحوم اپنے جوش میں دیوانے ہورہے تھے ، اور اُن کو یہہ خیال ہوگیا تھا - کہ الہ‌آباد یونیورسٹی بھی مثل پنجاب یونیورسٹی کے ہوگی — اس لیئے اُنھوں نے گورنمنٹ کو سخت سست کہنے میں کچھہ دریغ نہ کیا — اور گورنمنٹ کو ہشیار اور بیدار کرنے کے لیئے وہ لکھا جو کسی اور کی زبان اور قلم سے نکلنا محال تھا — وہ لکھتے ہیں کہ " بلا شبہہ گورنمنٹ کی یہہ عادت ہی کہ جو پالسی وہ اختیار کرتی ہی ، اُس کو بمشکل چھوڑ تی ہی — وہ جانتی ہی کہ میں گناہ

کرتي هوں ' اُسکا کانشنس اُسکو بتلاتا هی که یهه اُن لوگوں کے ساتهه جنکو خدا نے اُس کے سپرد کیا هی بدسلوکي هی ' مگر وہ اپنے کانشنس کو اُن خوشامد خوروں کي باتوں سے جو خلاف اپني کانشنس کے گورنمنٹ کي هاں میں هاں ملادیتے هیں ' اور اُن نادان رئیسوں اور سرداروں کي باتوں سے جو چند اتواپ سلامي ' یا دربار میں کرسي کے اول یا دوم نمبر هونے پر اپني عزت کا مدار سمجهتے هیں ' اور هندوستاني عهدہ داروں کي رایوں سے ' جنهوں نے بجز کریمنل اور سول اور ریونیولا کي ' تعلیم کے معاملہ میں ایک منٹ بهي غور کرنے میں اپني زندگي کو صرف نهیں کیا — یا اُن متعصب هندووں اور مسلمانوں کي باتوں سے جو انگریزوں کي هر ایک چیز سے دلي نفرت رکهتے هیں ' اپني کانشنس کو ٹهنڈا کرلیتي هی — مگر یهه اصلي ٹهنڈک نهیں هی ' بلکه صرف مصنوعي ٹهنڈک هی جس کے اچهے اثر کي کبهي توقع نهیں هوسکتي " *

اس کے بعد اُنهوں نے وہ درد انگیز فقرے لکهے هیں — جو اب زر سے لکهنے کے لایق ' اور هم میں سے هر ایک کو اپني لوح دل پر کندہ کرنے کے قابل هیں — وہ لکهتے هیں که : —

" هم پهر اپنا یقین ظاهر کرتے هیں که الهآباد یونیورسٹي پنجاب یونیورسٹي کي بهن نهیں هوگي ' بلکه وہ انگلش هائي ایجوکیشن کے لیئے بمنزله مادر مهربان کے هوگي — لیکن اگر فرض کیا جاوے که یهه همارا خیال غلط هی — تو یهه سوال پیش آتا هی که همکو کیا کرنا چاهیئے ؟ — هماري دانست میں اُس کا جواب نهایت صاف هی — استقلال ! استقلال !! استقلال !!! — همت ! همت !! همت !!! — کوشش ! کوشش !! کوشش !!! — همکو گورنمنٹ کي پالیسي کي کچهه پروا نهیں کرني چاهیئے اور خود اپنے لیئے انگلش هائي ایجوکیشن کے حاصل کرنے کي کوشش کرني چاهیئے ' اور اگر هم میں سلف رسپکٹ کا کچهه اثر باقي هی تو گورنمنٹ کو دکها دینا چاهیئے — که بلاشبهه گورنمنٹ کو لوگونکي جانوں پر اختیار هی ' مگر لوگوں کي رایوں پر نهیں هی " *

دوسرے آرٹیکل میں سر سید لکھتے ہیں کہ " ہمکو اسبات کے آثار نظر آتے ہیں کہ الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اوریئنٹل فیکلٹی بھی غالباً قایم ہوگی — اگر یہہ فیکلٹی قایم ہو تو اُس میں اور پنجاب یونیورسٹی میں بجز تبدیل نام کے اور کچھہ فرق نہوگا — اور آخر یہہ فیکلٹی لوگوں کے ساتھہ اور مشرقی علوم کے ساتھہ کیا کرسکیگی ' اور اس زمانہ میں علوم مشرقیہ کو کس کام میں لاویگی ؟ " اور اس کے جواب میں وہ فرماتے ہیں کہ " وہ کچھہ نہیں کرسکیگی اگر کچھہ کرسکیگی تو یہہ کرسکیگی - کہ بد بختی سے جو لوگ اُس پھندے میں پھنس جاوینگے اُن کی عمر ضایع کرے - اُن کی آنکھوں پر سے جہالت کا پردہ نہ اُٹھنے دے - اور جو تاریک گڑھے سے کنارے پر کھڑے ہیں اُن کو دھکا دیکر اور گڑھے میں ڈالدے " *

پھر اُنہوں نے سوال کیا ہی کہ " مشرقی علوم میں سے وہ کون سے علوم کو ترقی دینا چاہیگی " ؟ پھر اس کے جواب میں نہایت خوبی اور لطافت اور مذاق سے عربی کے موجودہ علوم ' نجوم ' ہیئت ' جغرافیہ ' طب ' طبیعات ' ہندسہ ' اور ہسٹری کا ماحصل اور مقصد بتاکر اُس کی خوب ہنسی اُوڑائی ' اور گورنمنٹ کو ایسی فکلٹی قایم کرنے پر خوب متنبہ کیا ہی *

تیسرے آرٹیکل میں جو بہت بڑا اور پر زور آرٹیکل ہی ' اُنہوں نے صاف صاف اس بات کو دکھایا ہی - کہ گورنمنٹ ہائی انگلش ایجوکیشن کو گھٹانا چاہتی ہی ' اور اُس کے لیئے مشرقی تعلیم کو خوشنما حیلہ بنا رکھا ہی — چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ " ایک زمانہ تھا کہ ہمارے ملک کے حکمراں اس بات کے نہایت خواہشمند تھے' کہ ہندوستان کے رہنے والے انگریزی زبان اور انگریزی علوم و فنون کے سیکھنے پر راغب ہوں ' اور اب یہہ زمانہ ہی ' کہ اُس کے برخلاف خفیہ اور علانیہ تدبیر ہوتی ہی ' کہ ہندوستانیوں کو انگلش ہائی ایجوکیشن سے محروم کیا جاے — اور اس پالیسی کے تبدیل کی وجوہات خواہ صحیح ہوں یا غلط ' ہندوستانی یہہ سمجھتے ہیں - کہ ابتدا میں تمام انگریزوں اور تمام مشنری سوسئیٹیوں کو یقین تھا ' کہ انگریزی تعلیم سے تمام ہندوستان یا اُسکا بہت بڑا حصہ عیسائی ہوجاوے گا — اور نیز گورنمنٹ کو اپنے دفتر کے کار و بار کے لیئے انگریزی خوانوں کی ضرورت تھی — مگر اس تعلیم

سے مشنری سوسئیتیوں کا مقصد حاصل نہوا — بلکہ اُس کے برخلاف ظہور میں آیا — اس لیئے مشنری سوسئیتیاں انگلش ہائی ایجو کیشن کے برخلاف آمادہ ہوئیں ' اور گورنمنٹ کو یہہ سبق پڑھایا ' کہ اُس کا کام عام تعلیم پھیلانے کا ہی — نہ ہائی ایجو کیشن میں روپیہ صرف کرنے کا — ہندوستان کے حاکم جو بجاے کشادہ دل حاکم ہونے کے زیادہ تر مشنری اوصاف سے موصوف تھے ' مشنریوں کی دائوں پر آمادہ ہوگئے اور انگلش ہائی ایجو کیشن کی مخالفت اختیار کی — اور جو حاکم در حقیقت کشادہ دل تھے ' اُنکو یہہ غلط خیال پیدا ہوا - کہ ہندوستانیوں کو انگلش ہائی ایجو کیشن کی تعلیم دینا ' خود گورنمنٹ کو اپنے سے ایک مخالف گروہ کا پیدا کرنا ہی — ان خیالات پر ہندوستانی یقین کرتے ہیں کہ گورنمنٹ نے ہائی ایجو کیشن برباد کرنے کی پالیسی اختیار کی ہی — اور اس پالیسی کو مختلف طرح کے حیلوں سے چھپاتی ہی — اور اس پالیسی کے عمل درآمد کرنے کے لیئے گورنمنٹ نے ایک بڑا حیلہ علوم مشرقی کے ساتھہ ہمدردی ظاہر کرنے کا اختیار کیا ہی " *

اخیر پر مرحوم سر سید گورنمنٹ کی ایک چتھی † پر بحث کرنے کے بعد یہہ درد انگیز فقرے لکھتے ہیں کہ " اب وہ زمانہ در پیش معلوم ہوتا ہی — کہ الہ آباد یونیورسٹی بھی قایم ہو جاے ' اگر وہ اُنہیں اصولوں پر قایم ہوئی جو مذکورہ بالا چتھی میں مندرج ہیں ' تو اضلاع شمال مغرب و اودہ کے باشندوں کو یقین کرلینا چاہیئے کہ جس طرح خدا کا غضب مختلف قوموں پر مختلف صورتوں سے واقع ہوا ہی ' اُن پر خدا کا قہر الہ آباد یونیورسٹی کی صورت میں نازل ہوا ہی - " *

یہہ وہ اقتباس ہی جو ہم نے سر سید کے آرتیکلوں سے کیا ہی ' اور جس کے دیکھنے کے بعد کسی کو کچھہ شبہہ نرہے گا ' کہ سر سید کی راے

† اس چتھی کا خلاصہ اور اُس پر جو سر سید نے ریمارک کیئے ہیں ہم اگلے آرتیکل میں لکھینگے — یہہ چتھی سر ولیم میور نے رجسترار یونیورسٹی کے نام لکھوائی تھی اور اُس میں مشرقی علوم کی ترقی کی تدبیریں بتائی تھیں —

مشرقي تعليم کے مخالف تھي — اور وہ يهہ چاهتي تهي ' اور قومي ترقي اسي پر منحصر سمجهتي تهي ' کہ انگلش هائي ايجوکيشن مسلمانوں ميں پهيلايا جاے ' اور اُسي کے ليئے ساري همت اور پوري کوشش صرف کي جاے ٭

علاوہ سر سيد کے هم ديکهتے هيں- کہ اکثر اُن لوگوں کي بهي جو مشرقي اور مغربي تعليم سے واقف هيں ' وهي راے هی- چنانچہ جب بعد وفات مرحوم سر سيد کي سنہ ١٨٩٨ ع ميں اُن کے يادگار ميں محمدن يونيورستي قايم کرنے کي تجويز قرار پائي ' اُس وقت ميري درخواست پر مستر ماريسن پرنسپل مدرسةالعلوم نے ايک اسکيم مرتب کي ' اور وہ راے دينے کے ليئے هندوستان کے نامور اور مشہور عالموں کي خدمت ميں بهيجي گئي — اُس اسکيم پر عربي تعليم کے متعلق جو رائيں دي گئيں وہ وهي هيں جو سر سيد کي تهيں ٭

بلکہ خود مستر ماريسن نے اس اسکيم ميں صاف صاف يهہ لکهديا هی - کہ عربي کي کوئي تعليم گو کيسي هي دل و دماغ کي روشن کرنے والي کيوں نهو - دنيا کي نعمتوں ' اور دنيا کي دولت و ثروت ' اور دنيا کے عيش و آرام حاصل کرنے ميں بکار آمد نہيں هوسکتي - اور اس واسطے کبهي مسلمان ايسي تعليم پر توجہ نکرينگے — اس ليئے اُنهوں نے مجوزہ محمدن يونيورستي کي ڈگري دينے کے ليئے بي اے هونے کي شرط لگائي هی — اور هم ديکهتے هيں کہ اُن کي يهہ ابتدائي تجويز جو يونيورستي کي اسکيم ميں لکهي هی نہايت صحيح هی - اور غلطي هوگي ' اور بڑي غلطي هوگي ' اگر وہ مسلمانوں کے ليئے ذرا بهي اس تجويز سے تجاوز کرينگے ٭

مستر ماريسن کی راے محمدن يونيورستی ميں عربی تعليم کے متعلق

مستر ماريسن اپني اسکيم ميں عربي تعليم کے متعلق لکهتے هيں- کہ " اگر مخصوص طور پر ' محض اسلامي علوم هي کي تعليم رکهي جاے '

جو آجکل وجہ معاش میں کچھہ معاون نہیں ہوتی — تو فی الواقع یہہ
ایک ایسا نقص رہیگا جس سے کسی طرح مفر نہیں — اب انگریزی
تعلیم کی بابت ہمیں صاف صاف اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہی ، کہ اُس
کی زیادہ توسیع اور ترقی جو ہوتی جاتی ہی وہ کچھہ اس وجہ سے
نہیں ، کہ لوگوں میں انگریزی علم کو علم ہی کی خاطر حاصل کرنے کا
شوق ، یا سچی خواہش ہو — بلکہ زیادہ تر اس لیئے ہی — کہ آجکل
دنیا کی نعمتیں ، عیش و آرام ، دولت و ثروت وغیرہ ، عموما صرف انہیں
لوگوں کی دسترس میں ہی ، جو تعلیم جدیدہ (انگریزی) سے بہرہ ور
ہیں - پس ہمارا خیال ہی ، کہ مسلمانوں کے قومی علم ادب کا کیساہی
بڑھا ہوا شوق اور جوش کیوں نہو ، وہ ہرگز اس بد نما اور ناگوار مگر
واقعی امر پر غالب نہیں آ سکتا ، جس کا بدیہی نتیجہ یہہ نکلتا ہی -
کہ زبان عربی کی تحصیل ایک قلیل تعداد تک ہی محدود رہیگی —
کیونکہ اس میں لوگوں کو دنیاوی نعمتوں اور فائدوں کی اُمید نہیں
ہوسکتی — اور اس کے مقابلہ میں تعلیم انگریزی کے طالب نہایت کثرت
کے ساتھہ نکل آئینگے — کیونکہ انہیں اس کے صلہ میں کیا بلحاظ دولت
و ثروت کے کیا بلحاظ سوشل حالت اور حیثیت کے بڑی بڑی فائدوں
کی اُمیدیں ہونگی — لہذا جس اسکیم میں اس صریح امر واقعی کو
ملحوظ نہ رکھا جاویگا ، اس پر پہلے ہی سے اغلبا نا کامی کا حکم لگایا
جا سکیگا " — اس کے بعد مسٹر ماریسن نے صاف یہہ راے دی ہی
کہ " کوئی طالب علم خواہ فیکلٹی آف یورپین آرٹس میں داخل ہونا
چاہے ، خواہ فیکلٹی آف اوریئنٹل لرننگ ، (علوم مشرقی) یا فیکلٹی
آف سائنس میں ، لیکن اُس کو ڈگری نہ مل سکیگی ، تاوقتیکہ یورپین
آرٹس فیکلٹی کا انگریزی امتحان نہ پاس کرے - خلاصہ یہہ کہ بی اے
تک انگریزی لازمی ہوگی خواہ کوئی علوم مشرقی ہی کے لیئے کیوں
نہ داخل ہو - اور ایسا طالب علم جو صرف فارسی عربی یا انگریزی ہی
پڑھے ، میں تو اُس کو ڈگری دینا کبھی پسند نہ کرونگا " *

نواب عماد الملک کی راے عربی کی تعلیم کی نسبت

نواب عماد الملک سید حسین بلگرامي نے اُسي اسکیم پر تحریري راے دیتے وقت یہہ لکھا هی — کہ " میں عربي علوم کو جیسے پرانے طبیعات و هندسہ و هیئت هیں، بالکل غیر ضروري اور اُن کي تعلیم کو محض تضیع اوقات جانتا هوں - کسي ذي هوش شخص کا اس زمانہ میں اپنا وقت عزیز ان مسائل کے حاصل کرنے میں صرف کرنا محض بے سود هی " — نواب صاحب موصوف اس کو بھي مفید نہیں سمجھتے بلکہ محال جانتے هیں ، کہ علوم مغربي کا ترجمہ عربي میں کیا جاے ، اور عربي زبان علوم مغربي کي آلہ تعلیم بنائي جاے — وہ سمجھتے هیں کہ کبھي مسلمان پورے طور سے مغربي علوم اور مغربي سولزیشن سے متمتع نہیں هوسکتے جب تک کہ خود اصل زبان سے اُسے نہ حاصل کریں —

وہ لکھتے هیں کہ " بڑے گُر کي بات یہہ هی — کہ عباسیوں کے زمانہ میں گو یوناني علوم کا ترجمہ هوا مگر یوناني زبان کے نہ جاننے سے یونان کي روح همارے علماء کے قالبوں میں نہیں آئي - نہ اُن کے آزادانہ خیالات ، نہ اُن کي مردانہ شاعري ، نہ اُن کي طرز تاریخ نویسي ، نہ اُن کي حسن پرستي ، جو ایک بڑا جزو شایستگي کا هی ، اُن میں سے کچھہ بھي هم میں نہ آیا فقط بعض علوم کي بوسیدہ هڈیاں هاتھہ لگ گئیں — یونان کي چھاؤں بھي همارے لٹریچر پر نہیں پڑي — سخت غلطي هم سے هوگي ، اگر هم دوبارہ پھر وهي طرز اختیار کریں — جبتک مسلمان لوگ ایک عرصہ دراز تک خود سر چشمہ سے اپني پیاس نہ بجھائینگے ، اور هزاروں میل سے لائے هوئے گنگا جل پر اکتفا کرینگے ، تو کبھي پورے طور سے مغربي علوم اور مغربي سویلزیشن سے متمتع نہونگے — ایک عرصہ کے بعد جب هم مغربي دولت سے تمول حاصل کرچکیں گے ، اُس وقت هم خود اپنے ملک میں اُس کو رائج کرنے پر قادر هوجائیں گے " *

نواب صاحب ممدوح پھر لکھتے هیں — کہ " میرے نزدیک عربي زبان اور فنون کا علم انگریزي کے ساتھہ بہت مفید هی - مگر محض عربي تعلیم

بڑے روپیہ صرف کرنا جو آپ جمع کر رہے ہیں محض فضول ہے — ہاں اگر آپ میں بھی کوئی مثل تاتا کے مالدار اور عالی ہمت ہوتا تو البتہ ہم کہتے - کہ کسی قدر روپیہ اس کام میں بھی صرف کیا جاے — کوئی شک نہیں ہے ، ہم کو دوچار ایسے لوگوں کی سخت ضرورت ہے ، جو معقولات حال و قدیم دونوں سے واقف ہوں ، فقط اس غرض سے کہ وہ ہمارے معقولات کو لفظوں سے پاک کرسکیں ، اور مثل بیکن کے اپنی قوم کے علما کے واسطے ایک نئی منطق اور نیا ارغنون یعنی آلہ دریافت مجہولات مدون کرسکیں ، اور اپنے فلسفہ کو لفظی مباحث سے پاک کرسکیں ، تاکہ آیندہ نقلوں کا مشکل مسئلہ کسی وقت طے ہوسکے - اور راے اور فکر کو حدود عقلی کے اندر آزادی حاصل ہوجاے - اور انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال پر ہم پورا عمل کرسکیں - مگر نہ آپ کے یہاں کوئی ایسے مالدار موجود ہیں جس طرح پارسیوں میں ہیں ، اور اگر شاذ و نادر ہیں بھی تو وہ اپنا روپیہ لاٹ صاحب کی دعوت میں اور لڑکے کی بسم اللہ میں صرف کرینگے ، اپنی قوم کو کیوں دینے لگے - پس اس طرف ہمارا اس وقت خیال ہی دوڑانا بے سود ہے — بڑی ضرورت تو مغربی تعلیم کی اشاعت کی ہے - میں مغربی علوم کا لفظ نہیں استعمال کرتا ہوں — بلکہ تعلیم و تربیت لکھتا ہوں - کیونکہ اسی کی زیادہ ضرورت ہے اور یہی ہماری موجودہ یونیورسٹیوں کی ماتحت درسگاہوں سے مفقود ہے " *

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں ، کہ " مجھے اُن لوگوں سے ہرگز اتفاق نہیں جو محمدن یونیورسٹی کے متعلق مشرقی علوم کی علحدہ شاخ قایم کرنا چاہتے ہیں — ہم نے اگر دس لاکھ روپیہ وصول بھی کرلیا ، تو اس قلیل رقم کو ضروریات وقت ہی پر صرف کرنا مناسب ہے ، نہ کہ ایسی کوششوں میں برباد کرنا — جو در صورت کامیابی بھی ہمارے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے چنداں مفید نہیں ہوسکتی ہیں " *

جسٹس سید امیر علی کی راے

جسٹس سید امیر علی صاحب مجوزہ محمدن یونیورسٹی کے مذکورہ بالا اسکیم پر راے دیتے وقت عربی تعلیم کی نسبت فرماتے ہیں

کہ " اکثر مسلمان اس وقت تک اسلامی تعلیم کو خیالی نظر سے دیکھتے ھیں ' اور یہی امر اُن کے تعلیم میں پیچھے رہ جانے اور دیگر اقوام اور فرقوں کے ساتھہ قدم بقدم چلنے کی عام ناقابلیت رکھنے کا باعث ھوا ھی — کسی نو عمر لڑکے کو اسبات کے لیئے مجبور کرنا کہ اپنی طاقت اور اوائل عمر کو کلہم یا ان کا بڑا حصہ ایک عربی جیسی مشکل زبان کی تحصیل میں لگائے — گویا زمانہ کی دوڑ میں شروع میں ھی اُسکے دست و پا کو باندھنا ھی — اور اکثر اوقات ایسا کرنے کے دو سبب ھوا کرتے ھیں — اول یہہ کہ اُس کو اپنے مذھب سے واقفیت حاصل ھوجاے — دوسری وجہ کسی بحث کی محتاج نہیں ھی — مذھبی تعلیم پر میں آگے چلکر بحث کرونگا — میں اس جگہہ صرف اسقدر کہنا چاھتا ھوں — کہ اسکا موجب خواہ کچھہ ھی کیوں نہو ' بہت کم مسلمان والدین اس بڑے بھاری نقصان کو سمجھتے ھیں ' جو وہ اپنے بچوں کو پہونچاتے رھے ھیں - اور قومی نقصان مزید براں ھی — وہ اس جد و جہد میں جو ھمارے چاروں طرف ھو رھا ھی ' اپنے بچوں کو لنگڑا کرنے کے علاوہ کچھہ نہیں کرتے ' ھم اب ایسی دنیا میں نہیں ھیں جہاں سستی لاپرواھی اور جسمی و دماغی کاھلی زندگی کا بڑا مدعا خیال کیجاتی ھی - ھم ایسے پولیٹکل - سوشل — حالات میں ھیں ' جہاں حرکت نہ کرنے کے معنی موت ھیں — میں اس جگہہ اسبات کا دعوی کرتا ھوں - جو میں نے ھسٹری آف دی ساراسینس کے دیباچہ میں بیان کی ھی — کہ " وہ قوم جو اپنے آپکو مردہ زمانہ ماضی کو فرسودہ عبا میں ڈھانپنے کی کوشش کرتی ھی انکے نصیب میں اول ھی سے صفحہ ھستی سے مٹنا لکھا ھی " — عربی کو ضرور پڑھنا چاھیئے لیکن متبرک اور زبان کے لحاظ سے - اس زبان سے وہ کام نہیں لینا چاھیئے جو زندگی کی دوڑ کے آغاز میں ھی مسلمان نو عمر طلبا کے دست و پاندھنے کا باعث ھو " ●

آنریبل مسٹر شاھدین کی راے

آنریبل مسٹر شاھدین نے اجلاس کانفرنس لاھور میں جو سنہ ۱۸۹۸ ع میں ھوا تھا اور جس میں محمدن یونیورسٹی قایم کیئے جانے کا رزلوشن

پیش ہوا تھا - اپنی یہہ راے ظاہر کی تھی - کہ " مسلمان مشرقی تعلیم کے دلدادہ ہیں اور مسلمانوں کے لیئے اعلی تعلیم حاصل کرنا ایک عمدہ خیال بھی ہی — مگر محض خیالی طور پر اس سے فواید کثیرہ مرتب نہیں ہوتے - آجکل بیچارے مولویوں اور عالموں کی حالت دیکھو اور اُن کے طرز معاشرت پر خیال کرو — کیسا عبرت ناک سین ہی - جو لوگ مسلمانوں کے روحانی مقتدا اور مذہبی پیشوا کہلاتے ہیں ، اُن کی حالت نہایت سقیم اور افسوسناک ہی — مشرقی اعلی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش میں آپ کو دنیاوی کامیابی نہیں ہوسکتی — ہم عربی تعلیم کی بے شک عزت کرتے ہیں — مگر جیسا کہ مسٹر ماریسن نے فرمایا ہی مشرقی اعلی تعلیم کو معدہ پسند نہیں کرتا - اُس سے کسی شخص کا بفراغت گذارہ نہیں ہوسکتا — وجاہت ظاہری لازمی ہی — اس لیئے دنیاوی ترقی میں ضرور کوشش کرنا چاہیئے — اسلام کوئی مثی کی مورت نہیں ، بلکہ یہہ مجموعہ ہی مسلمانوں کی صورتوں کا — اگر مسلمانوں کی صورتیں پاکیزہ ہیں — لباس عمدہ اور شاندار ہیں ، چہرہ اُداس نہیں ، بلکہ ارغوانی بنا ہوا ہی ، بشرہ سے آثار جاہ جلال پائے جاتے ہیں ، تو اسلام کی عزت ہی - اور اگر وہ پھٹے حالوں میں ہیں ، بھوکے پیاسے ہیں ، کمزور و ناتوان ہیں ، دنیا میں اُن کی کوئی توقیر نہیں ہی ، تو اسلام کو صدمہ ہوتا ہی — دین و دنیا کہنے کو چاہے الگ الگ ہوں ، مگر در اصل لازم و ملزوم ہیں — بلا ترقی دنیاوی ممکن نہیں کہ دین میں شان و شوکت پیدا ہوسکے *

پہلے جب مسلمانوں کا زمانہ تھا ، تو دین کی بھی ترقی تھی — اب وہ بات باقی نہیں رہی — اُن کے علوم بھی فرسودہ و ازکار رفتہ سمجھے جانے لگے — مشرقی تعلیم صرف اُسی صورت میں مفید ہوسکتی ہی ، کہ اُس کے ذریعہ سے علوم و فنون حاصل ہوسکیں - عربی میں علوم و فنون کا بے شک عظیم‌الشان ذخیرہ تھا ، مگر اول تو کتابیں نہیں ملتیں — دوسرے علوم میں تغیر عظیم ہوگیا - فنون بمقابلہ سابق اب قریبا نئے بن گئے ہیں — اُن کی تحصیل فقط انگریزی تعلیم سے ہوگی - البتہ

ایک زمانہ ایسا تھا کہ یورپ والے مسلمانوں کے دارالعلوم میں پڑھنے آتے تھے — عربي سے زیادہ کسي زمانہ میں علوم و فنون کي کتابیں نہ بنائي جاتي تھیں ' اب انگریزي کو یہہ فخر حاصل هی — پھر جس طرح یورپ والوں نے ایک وقت هم سے تحصیل علم کي - اب هم اُن سے کیوں مفید مطلب باتیں نہ سیکھیں — جو کچھہ همنے یورپ والوں کو دیا هی وہ مع سود واپس لینا چاهیئے " ●

اب هم اُن لوگوں سے جو سمجھہ اور راے رکھتے هیں ' اور جنکو تعلیمي معاملات سے دلچسپي هی ' اور درحقیقت اپني قوم کي ترقي چاهتے هیں ' پوچھتے هیں — کہ جو تجویز عربي زندہ کرنے اور اُسکو بڑي اسکیل پر پہونچانے کي پیش کي گئي هی ' وہ کہا مرحوم سر سید کي پالیسي کے مخالف نہیں هی ' اور اگر هی تو کہا اُن کے نزدیک سر سید مرحوم کي پالیسي غلط تھي ؟ اور اب اُسکو تبدیل کرنا چاهیئے ؟ اور اگر یہہ تجویز مرحوم کي پالیسي کے مخالف هی اور اُس کا قایم رکھنا بھي مناسب هی ' تو هم سب کو صرف اپني قوم کي بھلائي کے لیئے اُس کي اُسي طرح سے مخالفت کرني چاهیئے ' جس طرح سر سید نے کي تھي — همکو افسوس هی کہ همارے بعض بھائي جو ایسے معاملات میں راے دینے کي قابلیت رکھتے هیں ' اس تجویز پر قطعي اور صاف راے ظاهر نہیں کرتے — حالانکہ یہہ مسئلہ منجملہ اُن مسایل کے هی جسپر قوم کي موت اور زندگي منحصر هی - اور جو مرحوم سر سید نے بعد چالیس برس کے غور و تامل کے قایم کي تھي ' جو بعد تجربہ کے صحیح ثابت هوئي — پس جو لوگ بغیر کامل غور کرنے ' اور بلا دیکھنے اُن تحریروں کے جو اس کي نسبت پچھلے برسوں میں هوئیں هیں ' راے دینے پر آمادہ هوتے هیں ' وہ قوم کے ساتھہ بدسلوکي کرتے هیں - هم نہیں کہتے کہ مرحوم سر سید معصوم تھے ' نہ هم یہہ کہتے هیں کہ صرف اس خیال سے کہ یہہ راے سر سید کي تھي اُس کو ماننا چاهیئے ' بلکہ هم یہہ کہتے هیں کہ سر سید وہ شخص تھا جس کو خدا نے خاص قسم کا

دل و دماغ دیا تھا ' اور تعلیمی معاملات کے سمجھنے میں اُس کو خاص ملکہ تھا ' اور سالہا سال اُس نے قومی تعلیم کے مسئلہ پر غور کیا تھا اور بعد کامل غور اور کامل تجربہ کے اُس نے بالآخر یہہ راے قرار دی تھی — کہ مسلمانوں کی قومی ترقی انگلش ہائی ایجوکیشن پر منحصر ہی ' اور مسلمانوں کو انگلش ہائی ایجوکیشن ہی پر اپنی ساری قوت اور کوشش صرف کرنی چاہیئے — اور اس بات کو بھی وہ بخوبی سمجھہ گئے تھے اور اُس کو صاف صاف کہدیا تھا ' کہ مشرقی تعلیم صرف ہائی ایجوکیشن کے روکنے اور گھٹانے کے لیئے ایک حولہ ہی — اور تجربہ سے ثابت ہوگیا ہی کہ مرحوم کی راے نہایت صایب تھی — اس لیئے کہ اوریئنٹل کالج پنجاب نے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہونچایا ' سواے اس کے کہ چند روز تک چند ہونہار مسلمان انگریزی تعلیم سے محروم رہے ' اور اوریئنٹل کالج لاہور " میں جاکر وہ تعلیم بھی حاصل نہ کرسکے جو دیوبند میں ہوتی ہی ' اور جس سے قوم میں انکی عزت ہوتی کہ لوگ اُن کو مولوی ' اور مذہبی کاموں میں مدد دینے والا سمجھتے — اوریئنٹل کالج لاہور کے تعلیم یافتہ ایسی حالت میں ہیں کہ نہ گورنمنٹ میں اُن کے لیئے کوئی معاش کا ذریعہ ہی ' نہ پبلک میں اُن کی پرسش ہی ' نہ ادھر کے ہیں نہ اُدھر کے " نے کعبہ نے دیر کے قابل — حالت اُن کی سیر کے قابل " اور یہی سبب ہی کہ اب اُس کالج کے طلبہ کی تعداد کم ہوتی جاتی ہی ' اور مسلمان خود سمجھنے لگے ہیں کہ وہ کالج اُن کے لیئے ایک دھوکہ تھا — اس لیئے اس وقت جبکہ عربی تعلیم کی تجویز پھر اُسی خوشنما شکل میں پیش کی گئی ہی ' جو پہلے بارہا پیش ہوچکی ہی تو ہمکو غافل نرہنا چاہیئے — اور اُس کے اُن نتایج کو جو اُس سے پیدا ہونگے بخوبی سوچکر راے دینا چاہیئے — نہ معزز سے معزز شخص کا خیال کرنا نہ گورنمنٹ کی پالیسی کا ' (اگر فی الحقیقت کوئی پالیسی گورنمنٹ کی اس وقت ہی) کچھہ لحاظ رکھنا چاہیئے — بلکہ قوم کا اور صرف قوم کا خیال رکھنا چاہیئے *

نمبر (۳)

(اخبار مطبوعہ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۰۴ ع)

عربی تعلیم کے زندہ کرنے کے دلائل

نہایت خوشنما اور حکیمانہ وجہ، عربی تعلیم کے زندہ کرنے کے لیئے، یہہ بیان کی جاتی ہے — کہ مسلمانوں کو دولت و ثروت کی اُس قدر ضرورت نہیں ہے، جس قدر کہ علم و حکمت کی — اور اُن کو وہ زمانہ یاد دلایا جاتا ہے جبکہ اُن کے بزرگ علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تھے، اور دنیا اور دنیاوی دولت کو علم کے مقابلہ میں ہیچ اور فانی سمجھتے تھے — چنانچہ ہمارے معزز دوست مسٹر براؤن لکھتے ہیں — کہ "موجودہ تعلیم سرکاری عہدوں کے ملنے کے لیئے تو کافی ہے لیکن ہم ایک ایسے دارالعلوم کا خواب دیکھتے ہیں، جو اسلامی یونیورسٹیوں کے زمانہ شباب کو یاد دلائے — جہاں لوگ صرف علم کے لیئے علم کے شائق تھے، نہ اس لیئے کہ اُس سے دولت حاصل ہوتی ہے — بلکہ جہاں لوگ اپنی تمام عمریں، علمی تحقیقات میں صرف کردیتے تھے، اس غرض سے نہیں، کہ اُنہیں معاش حاصل ہو، بلکہ اس لیئے کہ دنیا کے دماغ علم میں کچھہ اضافہ ہو" پھر وہ فرماتے ہیں کہ "کیا آج کل کے مسلمان، اپنی قوم کی، پرانی روایات سے، اس قدر برگشتہ ہوگئے ہیں، کہ وہ علم کے سامنے آرام کی قدر کرینگے، اور دنیوی عیش و آرام کی قیمت علم و حکمت سے زیادہ لگائینگے'؟ پھر عربی زندہ کرنے کی ترغیب دلانے کے لیئے کہتے ہیں، کہ "عربی حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات کا مخزن ہے، اور اسلامی حکما اور اسلامی فلاسفر کے دماغوں سے جو حکمت و فلسفہ کے اعلی مسائل نکلے ہیں، وہ سب عربی زبان کے لباس میں ظاہر ہوئے ہیں" — پھر عربی زبان کی خوبی کی نسبت کہتے ہیں کہ "عربی زبان نہایت پاکیزہ اور لطیف ہے، اور اُس کا لٹریچر علوم و فنون کی دولت سے مالامال ہے" — پھر عربی زبان کو اعلی درجہ پر تعلیم دینے کے لیئے مذہبی خیال سے بھی ضروری قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں "سچے مسلمان کو عربی زبان بطور

مذہبي فرض کے سیکھنا چاھیئے" اور بالاخر مسلمانوں کي ترقي کے درجہ کا فیصلہ اسي پر رکھتے اور یہہ فرماتے ھیں' – کہ " یہہ تجویز یعني عربي کا زندہ کرنا اسباب کا فیصلہ کریگي کہ آیندہ ترقي میں مسلمانوں کا درجہ کیا ھوگا" – اور جو موقع اُن کے خیال میں اس وقت حاصل ھی اُس کو ھاتھہ سے نہ جانے دینے کے لیئے مسلمانوں کو متنبہہ کرتے ھیں – کہ " کیا اُن لوگوں کے دلوں پر جو ایک پر شوکت ماضي کو زندہ کرنا چاھتے ھیں — پھر ناأمیدي اور یاس کے خیالات کو راسخ کرنا منظور ھی — اور کیا اس موقع کو ھاتھہ سے کھودینا مناسب ھی ؟ – شاید کبھي ھمیں پھر ایسا موقعہ ملے — کیونکہ اس تحریک کے لیڈر اور اس احیاء علوم کے باني نہ صرف ھماري طرز عمل کو نہایت اُمید وارانہ نگاہ سے دیکھہ رھے ھیں ' بلکہ وہ ھمیں معقول مدد دینے کو تیار ھیں — اور یہہ موقع ایسے وقت ھاتھہ آیا ھی ' جبکہ نواب لفتننٹ گورنر بہادر نے یہہ اُمید و خواھش دوبارہ ٹھیک طور پر ظاھر کي ھی ' کہ ھم علیگڈہ والے احیاء علوم عربي کے لیئے زیادہ کوشش کریں" *

ھمارے معزز پرنسپل بھي جو دل سے مسلمانوں کے بھي خواہ ھیں ' اپني ایک تازہ تحریر میں بھي خیال ظاھر کرتے اور فرماتے ھیں کہ " مسلمانوں کو اس بیسویں صدي میں ' اُن علوم و فنون کي ضرورت نہیں ھی ' جس سے وہ کسي پیشہ کي قابلیت حاصل کریں — اور وہ بیرسٹر ' وکیل ' ڈاکٹر ' اور انجنیر ھوجائیں ' — بلکہ اُن کو ایسي تعلیم کي ضرورت ھی ' جس سے اُن کے خیالات بلند ' اور دماغ وسیع ' اور دل پاک ھو — اُن کو شریفانہ مقاصد اور پبلک کے فرایض انجام دینے' اور بے غرضانہ نیکي کرنے کا خیال ھو - تاکہ وہ اپني قوم کي خدمت کرسکیں اور اُن کو فائدہ پہونچا سکیں" *

مسلمان کس حالت میں علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تھے

ھم اپنے دوستوں کا جو ھمارے آبا و اجداد کے علم و فضل کي یاد دلاکر ھمکو بھي اُن کے راہ پر چلنے کي ترغیب دیتے ھیں ' صدق دل سے شکر

ادا کرتے هیں — اور هم بهي خوب سمجهتے هیں اور دیکهتے هیں ایسي نصیحتیں نہایت خوشنما معلوم هوتي هیں، مگر عمل کرنا مشکل هی -

همکو معلوم هی جنت کي حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہہ خیال اچها هی

مگر همکو نه پچهلے زمانه کے یاد دلانے کي ضرورت هی نه علم کو فقط علم کے لیئے تحصیل کرنے کي نصیحت کرنے کي حاجت - اس لیئے که هم بهي یہه جانتے هیں اور همکو اپنے بزرگوں کے یہه قول یاد هیں — که "دل بغیر علم کے ایسا هی، جیسا جسم بغیر روح کے" اور "عزت دولت میں نہیں بلکه علم میں هی" پس همکو یہه بتانا که همارے بزرگ علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تهے فضول هی -- بلکه ضرورت اس بات کي هی که همکو یہه بتایا جاوے - که جس زمانه میں همارے بزرگوں نے، علم کو علم کے لیئے حاصل کیا، اور علم کو دولت پر ترجیح دي، وه زمانه کیسا تها - اور جو لوگ علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تهے، اُن کو دنیاوي فراغ، دنیاوي عزت، دنیاوي وجاهت، اور دنیاوي دولت، کہاںتک حاصل تهي — اور اُن کا دل و دماغ، پیٹ کے پالنے سے کہاںتک فارغ تها - اور اُن کي جسماني زندگي، روحاني تعلیم حاصل کرنے کے لیئے، کہاںتک آماده تهي *

جس زمانه کي همکو یاد دلائي جاتي هی - وه زمانه وه تها - جبکه همارے اقبال کا آفتاب نصف‌النهار پر چمک رها تها، دنیا کے بڑے حصه پر هم حکمراں اور فرماں روا تهے - سلطنت، دولت، حکومت، عزت، ثروت، همارے هي حصه میں تهي — انساني زندگي کے هر شعبه میں، هم ترقي کر رهے تهے — هر قسم کي ترقي کرنے کے وسائل مہیا تهے — سلطنت سے زیاده علم کي عزت اور قوت تهي — سلاطین سے بڑهکر علما، پبلک کي نظر میں معزز و ممتاز تهے — علماء اور مشایخ کے آستانے سجده گاه خلایق تهے — امیر و وزیر اُن کي مگس راني اور درباني کو اپنا فخر اور اپني عزت سمجهتے تهے — جو عالم زیاده تارک‌الدنیا اور دنیا کي دولت و ثروت سے زیاده متنفر هوتے تهے، اُنهیں کي زیاده قدر و منزلت، هوتي تهي — دنیا کي ساري عزتیں ترک دنیا کیوجه سے اُنهیں حاصل هوتي تهیں -

عزت و جاہ کا وہ سامان اُن کو مہیا تھا ' جس کے سامنے دنیا اور اُس کی دولت و ثروت ہیچ سمجھی جاتی تھی — سلطنت اور پبلک اُن کے تمام ضروری معیشت کے اسباب مہیا کرنے کے کفیل تھے ' اور نذر و نیاز ' تحایف و ہدایا ' کی افراط سے اُن کو کسی قسم کی دولت جمع کرنے کی حاجت نہ تھی - علم کا علم کے لیئے حاصل کرنا ہی ایک بہت بڑا ذریعہ عزت و جاہ پیدا کرنے کا تھا - پس ایسے زمانہ میں ہمارے آبا و اجداد کا ' علم کو علم کے لیئے حاصل کرنا زیبا تھا *

مگر ہمارا کیا حال ہی ' اور ہمارا موجودہ زمانہ کیسا ہی ؟ - ادبار کی گھٹا سر پر چھا رہی ہی - افلاس نے بڑے بڑوں کی بُری گت بنا رکھی ہی — رزق کے دروازے بند ہیں — پہننے کو کپڑا کھانے کو روٹی ملتی نہیں - چاروں طرف الجوع الجوع کی صدا آرہی ہی - معاش کی فکر نے عقل و ایمان ' غیرت و حمیت ' سب کو خیر باد کہہ رکھا ہی - مفلسی نے ذلیل سی ذلیل حرکتیں کرنے ' اور بُرے سے بُرے جرایم کے ارتکاب پر ' مجبور کردیا ہی — ہزاروں بلکہ لاکھوں شریف ' عالم ' فاضل ' اور عالی خاندان مسلمان ایسے ہیں ' جنکو سوائے پیٹ بھرنے اور روزی پیدا کرنے ' کے دوسرے خیال کرنے کی فرصت ہی نہیں ہی ' اُن کی حالت تو یہہ ہو رہی ہی — شب چو عقد نماز بر بندم ' چہ خورد بامداد فرزندم - ایسی صورت میں اُن سے یہہ کہنا کہ علم کو علم کے لیئے حاصل کرو ' تاکہ روحانی خوشی حاصل ہو ' تمکو روپیہ پیدا کرنے اور پیٹ بھرنے کی ضرورت نہیں ہی — در حقیقت ایک بیدردانہ اور تعجب انگیز نصیحت ہی *

علم کو شوق حق اور ذوق علم کے لیئے سیکھنا جھوٹا دعوی ہی

سر سید مرحوم کے زمانہ میں بھی مشرقی تعلیم پر ترغیب دینے کے لیئے ' اسی قسم کے خیالات ظاہر کیئے گئے تھے - مرحوم نے اُس کے جواب میں کیا خوب کہا کہ " اس میں کچھہ شک نہیں ہی ' کہ علم حاصل کرنے کا اصلی مقصد وہ روحانی خوشی اور راحت اور اطمینان

ہونا چاہیئے ' جو انسان کو علم حاصل ہونے سے ہوتا ہی — بے شبہہ وہ خوشی تمام خوشیوں پر غالب ہوتی ہی   تمام مصیبتوں کو مغلوب کرتی ہی - دل میں راحت طبیعت میں سکون ' مزاج میں تحمل ' اخلاق میں عمدگی ' اور نفس میں انکسار ' پیدا کرتی ہی - مگر اس زمانہ میں جو لوگ تحصیل علوم میں مشغول ہیں ' اُنکو اس قسم کی دو چار خوش آیند باتوں یا دس پانچ گذشتہ لوگوں کی مثالوں سے تسلی دینا کچھہ فائدہ مند نہیں ہوسکتا ' بلکہ ہم کہتے ہیں — کہ کسی زمانہ میں بھی فائدہ مند نہیں تھا - جبکہ ہم گذشتہ زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تلاش کرتے ہیں ' جنہوں نے علم کو مالی فائدہ سے قطع نظر کرکے ' صرف سچ کی تلاش کے لیئے حاصل کیا ' تو اُن کی تعداد ایسی قلیل پاتے ہیں ' کہ صفر کے بعد اگر سلسلہ اعداد منفی کی کوئی انتہا ہوتی ' تو ہم اُس سے نسبت دیتے — اور اس لیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی زمانہ میں یورپ میں یا ایشیا میں یا افریقہ میں یا امیریکہ میں صرف اُسی مقصد سے علم حاصل کرنا عموماً گویا کبھی رایج نہیں رہا ہی " *

" زمانہ کے چند اصول ایسے ہیں جو نہ کبھی تبدیل ہوئے اور نہ کبھی آیندہ تبدیل ہونگے - اُنہیں اصول میں سے ایک فائدہ مندی ہی ' جب سے دنیا ہی یہہ اصول قایم ہی اور آیندہ بھی قایم رہیگا — تمام افعال انسان کے فائدہ مندی کے اصول پر مبنی ہیں ' اور یہی امر انسان کی خوشی کا باعث ہی " *

" فائدہ مندی کی صورتیں بلحاظ خیالات و عادات و تربیت و تعلیم کے مختلف دکھائی دیتی ہیں - مگر زمانہ کا یہہ اصول کہ وہ ' یعنی فائدہ مندی حاصل کیجاوے کبھی تبدیل نہیں ہوتا — فائیدہ مندی کی بنیاد خواہ وہ فائدہ مندی دینی صورت میں ہو ' یا دنیوی صورت میں ' انسان کی زندگی پر قایم ہی — اس لیئے ہر قسم کی فائدہ مندی کے ساتھہ زندگی اور اوقات بسری کے ذریعہ ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ کبھی اُس سے جدا نہیں ہوسکتے - ہاں اتنا فرق ہی کہ کوئی شخص اُنکو ایک مقدار قلیل پر محدود کرتا ہی ' اور کوئی اُنکو زیادہ

وسعت دیتا هی — جن لوگوں نے دنیا کو اپنی دانست میں چھوڑا اور صرف عقبی هي کو پکڑا ' یا جن لوگوں نے علم کو صرف سچ دریافت کرنے کو تحصیل کیا ' اُنھوں نے اپنی زندگی اور اوقات بسري کے ذریعوں کو بعوض اپنے قوت بازو کے پیدا کرنے کے دوسروں کی محنت سے حاصل کرنے پر منحصر کیا — جو در حقیقت دون همتي اور ذلیل حالت سے موسوم هوسکتي هی — مسلمانی مذهبي اصول کی رو سے بھی یهه ایک نهایت کمینه خصلت هی اور مال مردم خوری کے سوا اور کچھه اُسکی تعبیر نهیں هوسکتی — مگر لوگوں نے نهایت غلط لقب توکل کا اُسکو دیا هی" ٭

"پس هم تسلیم نهیں کرسکتے که تعلیم کی علت غائی طلب المال نهیں هی' بلکه صرف شوق حق اور ذوق علم هی — طالب علموں کو اس قسم کی نصیحت کرنا ایسے وعظ کے مساوي هی ' جو دنیا کے ترک کرنے پر دیا جاتا هی ' اور جسکو هزاروں لوگ پسند کرتے هیں — مگر عمل ایک بھی نهیں کرتا — گذشته اور حال کی دنیا خود اپنے کاموں سے اس کا ثبوت دیتي هی — که جیسے خدا کے لیئے دنیا کا ترک کرنا ' ایک جھوٹا دعوی هی — ویسے هي علم کو شوق حق ؛ اور ذوق علم کے لیئے سیکھنے کا جھوٹا دعوی هی — مگر وه اُسي وقت سچا هوسکتا هی ' که جو مقصد علم کا همنے قرار دیا هی ؛ وه اور کسي طرح پر حاصل هوگیا هو" ٭

مشرقي تعلیم مردانه اور شریفانه خصلتیں پیدا نهیں کرتي

یهه بھي کها جاتا هی که سر سید کا مقصد علیگڈه کالج قایم کرنے سے یهه تھا ' که ایسي تعلیم دي جاے ' جو خیالات کو بلند ' دماغ کو وسیع ' کرنے والي هو — نه ایسي تعلیم جو کتابي هو ' اور جس سے سرکاري ملازمت ' یا کچھه پیشه کرنے کي لیاقت پیدا هو — هم مانتے هیں که سر سید کي بھي غرض تھي — مگر وه یهه نهیں کهتے تھے ' نه سمجھتے تھے ' که مشرقي تعلیم سے یهه غرض حاصل هوگي — بلکه وه اس مقصد کے حاصل هونے کي بھي اُمید مغربي تعلیم هي سے رکھتے تھے — وه مشرقي تعلیم کو بجاے

اس کے که مردانه اور شریفانه خصائل پیدا کرنے کا ذریعه هو ' اُس کے لیئے مضر اور مخالف سمجھتے تھے - چنانچه سنه ۱۸۷۲ ع میں جبکه مجلس خواستگار ترقي تعلیم مسلمانان میں یه بحث هو رهي تھي ' که مسلمانوں کو کس قسم کي تعلیم کي ضرورت هے ' سر سید نے یه کہا تھا که " همارے هاں کي قدیم کتابیں اور وہ اُن کا طرز بیان اور اُن کے الفاظ مستعمله ' همکو آزادي اور راستي اور صفائي اور سادہ پن اور بے تکلفي اور اور بات کي اصلیت تک پہونچنا ' ذرا بھي تعلیم نہیں کرتے - بلکه برخلاف اُس کے دھوکه میں پڑنا ' اور پیچیدہ بات کہنا ' اور هر بات کو لون مرچ لگادینا ' اور هر امر کي نسبت غلط اور خلاف واقعه الفاظ شامل کردینا ' اور جھوٹي تعریف کرنا ' اور زندگي کو غلامي کي حالت میں رکھنا ' اور تکبر اور غرور اور خود پسندي کا منبع بنانا ' اور اپنے ابناے جنس سے نفرت کرنا ' همدردي کا نه رکھنا ' مبالغه آمیز باتوں کا عادي کرنا ' گذشته زمانه کي تاریخ کو بالکل نا تحقیقي میں ڈالنا ' اور واقعات واقعي کو مثل قصه و کہانیوں کے بنادینا ' سکھاتے هیں - اور یه تمام باتیں حال کے زمانه ' کے مناسب نہیں هیں — اور اس لیئے بجاے اس کے که مسلمانوں کو اُن سے کچھه فائدہ هو مضرت حاصل هونے کي توقع هے " *

مردانه اور شریفانه خصلتیں مغربي تعلیم سے حاصل هونگي

سر سید کو یقین تھا اور یهي وہ کہتے تھے — که مغربي تعلیم اور یورپین جنتلمین اور نیکدل انگریز عالموں کي صحبت سے کالج کے لڑکے عمدہ اخلاق ' اور پاکیزہ عادتیں ' سیکھینگے - اور صرف اُن کے فیض تربیت سے اُن میں قومي همدردي ' ایثار علی النفس ' اور سیلف رسپکٹ کا خیال پیدا هوگا اور جب کبھي گورنمنت نے مشرقي تعلیم جاري کرنے کا یه سبب بتایا - که اس سے اخلاقي حالت ' اور دماغي تربیت کو ترقي هوگي - تو سر سید نے اُس پر سخت اعتراض کیا ' اور صاف صاف کہا — که گورنمنت انگلش هائي ایجوکیشن کو گھٹانا چاهتي هے ' اور اپني اس پالیسي کو مختلف حیلوں سے چھپاتي هے -

اور اُس پالیسی پر عملدرآمد کرنے کے لیئے ایک بڑا حوالہ علوم مشرقی کے ساتھہ همدردی ظاهر کرنے کا اختیار کیا هی — اس کے ثبوت میں مرحوم کا وہ آرٹیکل دیکھنا چاهیئے ، جو اُنھوں نے ۵ جون سنہ ۱۸۸۶ع کے علیگڈہ انسٹیٹیوت گزٹ میں لکھا هی — اُس میں اُنھوں نے اول ایک سرکاری چٹھی کا ذکر کیا هی جو سر ولیم میور لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے سنہ ۱۸۷۰ع میں رجسٹرار کلکتہ یونیورسٹی کے نام لکھوائی تھی ، جس میں مشرقی علوم کو ترقی دینے کی تجویز پیش کی تھی ، اور انگریزی تعلیم کا درجہ گھٹا نا قرار دیا تھا *

اس چٹھی کے گیارھویں فقرہ میں ، یہہ لکھا تھا ، کہ " تعلیم انگریزی کا درجہ ، اُن اشخاص کے واسطے گھٹا دیا جاے ، جو علوم مشرقی میں اعزاز حاصل کرنا چاهتے هیں — اور اُس کے بارھویں فقرہ میں یہہ لکھا تھا کہ " عالمانہ اعزاز کے عطا کیئے جانے سے یہہ مقصد مدنظر هی ، کہ باشندگان ملک علوم و فنون اور اخلاق میں ترقی کریں - اسی غرض سے هر کامل شخص کو اُس کے مناسب حال اعزاز دیا جاتا هی ، لیکن سواے اس شخصی اعزاز کے ایک اور بالا تر اور وسیع تر مقصد اُس میں مستتر هی - یعنی ایک جماعت ایسے فاضلوں کی تیار هوجاوے ، جنھوں نے بالضرور ایسی تربیت پائی هو ، جس کے ذریعہ سے وہ همیشہ اپنے هموطنوں پر عمدہ اثر ڈال سکیں - اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی حالت اور دماغی تربیت کی ترقی کے واسطے هوسکیں - اور اس مقصد کے حصول کے لیئے واقفیت علوم مشرقی اور دیسی طریقہ خیال کی خواہ مخواہ لازمی هی " *

اس کی تردید میں سر سید لکھتے هیں ، کہ " اس مقصد کے حصول کے لیئے ، قدیم مشرقی علوم کافی نہیں هیں ، بلکہ وهی جماعت عالموں اور فاضلوں کی اپنے هموطنوں پر عمدہ اثر ڈال سکیگی ، اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی حالت اور دماغی تربیت کا هوسکیگی ، جس نے ماڈرن سائنس اور لٹریچر میں مغربی تعلیم پائی هو - اور وہ بجز انگلش هائی ایجوکیشن کے ذریعہ کے اور کسی طرح پر همکو حاصل نہیں هوسکتی ، *

یہہ خیال سر سید مرحوم کا کہ اخلاقی اور دماغی تربیت ' اور عمدہ خصایل کا اپنے طالب علموں میں پیدا کرنا مغربی تعلیم اور لائق یوروپین اوستادوں کی صحبت ' سے ہوسکتا ہی ' ایسا نہ تھا کہ اُسے گورنمنٹ نے یا اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ لوگوں نے پسند نکیا ہو ' یا اُس کے وہ نتایج حاصل نہوئے ہوں ' جنکی اُمید تھی — بلکہ گورنمنٹ نے اور اعلی تعلیم یافتہ صاحبوں نے اُسے پسند کیا ' اُسکو صحیح سمجھا ' اور اُس کی کامیابی پر مبارکباد ' دی - ہز آنر سر جیمس لاٹوش لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ جب جولائی سنہ ۱۸۹۸ ع میں بعد وفات سر سید کے کالج میں تشریف لائے ' تو ایڈریس کے جواب میں اُنہوں نے ہز اکسلنسی لارڈ ایلگن کی چٹھی سنائی ' جس میں ہز اکسلنسی نے یہہ لکھا تھا " علیگڈھ کالج کے قایم کرنے سے سر سید احمد نے ایک اعلی قسم کی غایت اُن مقاصد کی جو تعلیم سے حاصل ہونے چاہئیں ' مسلمانوں کے پیش نظر کردی ہی — سر سید احمد فقط تعلیم کتابی ہی کے مہیا کرنے کے ساعی نہیں تھے ' بلکہ وہ یہہ بھی کوشش کرتے تھے ' کہ ایسی تعلیم و تربیت ہو جس سے طلبا عمدہ اخلاق و اطوار و عادتیں سیکھیں — اور اُن کو مردانہ قسم کے اشغال کی طرف رغبت ہو ' اور اپنی خود داری قایم رکھنے کا خیال ' اور نیز عملی طور کا یہہ خیال اُن کے دلوں میں پیدا ہو ' کہ بحیثیت رعایاے وفا دار حضور ملکہ قیصر ہند کے اُن کے کیا فرایض ہیں — چنانچہ ان مقاصد کے حاصل ہونے میں بہت کچھہ کامیابی ہوچکی ہی " *

سر جیمس لاٹوش نے خود بھی اپنی یہہ راے ظاہر کی کہ " اُس اعلی نمونہ کو جو سر سید احمد نے بناء کالج کے ذریعہ سے مسلمانان ہند کے روبرو پیش کیا تھا ' گورنمنٹ نے پسند کیا ہی - سر سید احمد زمانہ موجودہ کی اعلی درجہ کی تعلیم ہی کو کافی نہ سمجھتے تھے ' اُن کا قول اور سچا قول تھا کہ باوجودیکہ علوم و فنون مغربیہ کی تعلیم ضروری ہی ' تاہم یہہ تعلیم ' تعلیم حقیقی کا ایک جزو ادنی ہی - اُنہوں نے ایسے ذریعہ جمع کرنے کی کوشش کی جن سے مردانہ اور جاں نثارانہ عادات پیدا ہوں - اور عمدہ چال چلن اور شریفانہ تربیت حاصل ہو - اُن کی خواہش تھی کہ کالج کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم اور اس کی جو مثالیں

کالج میں قایم کی گئی ہیں ، اُن کے ذریعہ سے طالب علم خود شناسی ، خود داری ، اور خود پر اختیار حاصل کرنے کے عمدہ سبق سیکھنے اور عمل میں لانے کے قابل ہوجاویں — ان مقاصد کے حاصل کرنے میں وہ بہت کچھہ کامیاب ہوئے '' *

جو کچھہ ہز آنر نے مرحوم سر سید کی غرض اور مقصد کو جو اس کالج کے قایم کرنے سے تھا ، بیان کیا ، اُسے بلا کسی اختلاف کے شروع سے اب تک تمام فرمانروایان ہند اور اعلی حکام اور نامور تعلیم یافتوں اور عالموں نے پسند کیا ہی - اور اُس کی کامیابی کا اعتراف کیا ہی - آخر اُس مقصد کے حاصل ہونے کے لیئے جو طریقہ تعلیم کا سر سید نے اختیار کیا تھا ، وہ کیا تھا ؟ — کیا عربی کی تعلیم اُنھوں نے اعلی درجہ پر جاری کی تھی ؟ - اور کیا یہہ عمدہ مقاصد عربی کی تعلیم اور عربی دانوں کی صحبت سے نصیب ہوئے ؟ - نہیں ! — بلکہ صرف انگریزی تعلیم سے ، اور زیادہ تر جنٹلمین اور تعلیم یافتہ ، نوک دل پرنسپل اور پروفیسروں کی صحبت سے - وہ لوگ محض ناواقف اور بے خبر ہیں جو یہہ کہتے ہیں کہ یہہ مقصد اب تک علیگدہ کالج سے حاصل نہیں ہوا ، اور اُس سے صرف ایک گروہ کلارکوں اور انگریزی نویسوں کا پیدا ہوگیا ہی جو ادنی درجہ کی اور معمولی سرکاری ملازمت حاصل کرنے پر قانع ہیں — اور جو یہہ فرماتے ہیں کہ عالی دماغی اور روشن خیالی اور خود داری ، اور دیگر عمدہ اخلاق اور پاکیزہ خصائل اُسی وقت حاصل ہونگے ، جبکہ عربی کی تعلیم اعلی درجہ پر کالج میں جاری کی جاوے - ہم ایک لحظہ کے لیئے بھی ایسے بے خبر لوگوں کی رایوں اور خیالوں پر توجہ نہیں کرسکتے - اور یہہ کہکر کہ " انہم لا یعلمون " اُن کو معذور سمجھتے ہیں *

جو لوگ یہہ خیال کرتے ہیں کہ ہم عربی تعلیم نہیں چاہتے ، درحقیقت وہ ہمارے اصلی مقصد اور اصلی اسکیم سے ناواقف ہیں - مرحوم سر سید نے اور اُن کے بعد ہم سب نے جو اسکیم کالج کی تکمیل اور محمدن یونیورسٹی کے قایم کرنے کے لیئے تجویز کی ہی ، اُس میں عربی کی تعلیم کو اعلی درجہ پر جگہہ دی ہی ، اور مثل انگریزی کی تعلیم کے اُسے ضروری خیال کیا ہی ، چنانچہ ہم اپنے ان مضامین میں کیئی جگہہ اس کا ذکر کرچکے ہیں ، اور پھر ہم صاف صاف کہتے ہیں — کہ موجودہ

تعلیم عربي کي تو محض غیر مفید اور بے سود هی — البتہ عربي تعلیم جو یورپین طریقہ پر هو ' اور جس سے همارے اسلاف کے عالي خیالات اور علمي تحقیقاتوں سے هم کو واقفیت هو ' اور جس سے هم اپنے دین و مذهب کي حقیقت اور اپنے عقاید اور شرعي احکام کے فوائد اور اسرار سمجهہ سکیں ' اور جس سے هم اپني علمي قابلیت کو اپنے قومي خیالات کے لحاظ سے ترقي دے سکیں ' همارے مقاصد میں داخل هی — اور هم خود اُسے ضروري سمجهہ چکے هیں — اور هم اُس کے ظهور میں آنے کے آرزو مند هیں — هم صرف اس بات کے منتظر هیں کہ جسقدر فنڈ هم کو مطلوب هی وہ جمع هوجاوے ' اور جو انگریزي تعلیم کي تکمیل کے لیئے ضروري سامان هیں وہ پورے هو جاویں اُس وقت هم اپني مقدس زبان اور مقدس تعلیم کو جاري کریں — هماري یہہ خواهش هی ' اور یہہ خواهش اُس سے مخالف نہیں هی جو همارے عربي کي تعلیم کے زندہ کرنے والے دوست رکھتے هیں- فرق صرف یہہ هی کہ هم اُس انگریزي تعلیم کو جو جاري هی ' اور جو ابهي تک ادهوري حالت میں هی اُسے پورا کرنا چاهتے هیں ' اور جس طرح بتدریج مالي حالت کے لحاظ سے ممکن هو ' انگریزي تعلیم کو ترقي دیتے جاتے هیں - اسي طرح سے رفتہ رفتہ اور درجہ بدرجہ عربي تعلیم کي ترقي کے بهي خواهان اور اُس کے لیئے ساعي هیں - همارے دوستوں کي یہہ غلطي هی ' کہ وہ عربي تعلیم کو مقدم سمجهتے هیں ' اور یہہ کہتے هیں کہ تعلیم کا اصلي مقصد یعني دماغي اور اخلاقي تربیت صرف عربي تعلیم سے حاصل هوگي — اور اس کے لیئے وہ انگریزي تعلیم کي ضرورتوں پر خیال نہیں کرتے ' اور اُس کے ادهورا رهنے کي پرواہ نہیں کرتے ' اور ایک ایسا بڑا سرمایہ جو ابتک محمدن یونیورسٹي کے لیئے بهي جمع نہیں هوا صرف عربي کي تعلیم کے لیئے جمع کرنا چاهتے هیں *

سر سید انگریزي کي ناقص تعلیم کے ساتهہ بڑي مشرقي تعلیم کے مخالف تهے

جبسے عربي تعلیم زندہ کرنے کي بحث شروع هوئي هی ' بعض اخباروں میں یہہ لکها گیا هی - کہ مرحوم سر سید کي مخالفت '

مشرقی تعلیم سے جس بنیاد پر تھی، وہ اب قایم نہیں کی جاتی — اور اس لیئے سر سید کی مخالفت سے استناد کرنا بے محل ہی — سر سید مشرقی تعلیم کے اُس حالت میں مخالف تھے، جبکہ صرف مشرقی علوم پڑھائے جاتے، اور انگریزی تعلیم اُس کے ساتھہ نہوتی — مگر اب جو تجویز پیش کی گئی ہی، وہ یہہ ہی کہ عربی تعلیم کے ساتھہ، انگریزی تعلیم لازمی ہو، اور بعد بی اے ڈگری حاصل کرنے کے، ایم اے کی ڈگری کے لیئے عربی پڑھائی جاے — اور اُسی کے لیئے ایک لایق اسٹاف رکھا جاے — مگر یہہ خیال صحیح نہیں ہی، اس لیئے کہ عربی درسگاہ قایم کرنے کی جو تجویز پیش کی گئی ہی — اُس میں بقدر ضرورت انگریزی تعلیم شریک کی گئی ہی — اُس میں انگریزی میں بی اے ہونے، اور صرف ایم اے کے لیئے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی شرط اور قید نہیں ہی — اُس کا تو مطلب ہی دوسرا ہی — اُس کی غرض ایک دوسرے مدرسہ عالیہ کلکتہ کا اصلاح شدہ حالت میں، بمقام علیگڈھ قایم کرنا ہی — تاکہ مسلمان عربی میں اعلی درجہ کی لیاقت حاصل کریں، علماے قدیم کی تحقیقاتوں کو دریافت کریں، اور پرانی کتابوں کو تلاش کریں، اور پرانے اسلامی فلسفہ کو زندہ کریں اور مسلمان عالی دماغ اور روشن خیال اور حکیم اور فلسفی بنائے جائیں، نہ کہ ایسے لوگ پیدا کیئے جائیں جو دولت اور ثروت پیدا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں — کیونکہ مسلمانوں کو علم کی ضرورت ہی نہ کہ دولت کی *

ہم اُوپر سید صاحب کے اس قول کو لکھہ چکے ہیں، کہ "علم کو شوق حق اور ذوق علم کے لیئے سیکھنے کا دعوی ایک جھوٹا دعوی ہی" — اب ہم یہہ دکھاتے ہیں، کہ سرسید صرف مشرقی تعلیم کے مخالف نہ تھے، بلکہ وہ اسکے بھی مخالف تھے کہ انگریزی کی تعلیم ادھوری ہو اور ایف اے کی ڈگری کے بعد مسلمان طالب علم عربی پڑھنے میں مشغول ہوں — اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسٹر براون اپنی اسکیم میں انگریزی میں ایف اے ہونے کے بعد عربی پڑھنے کو مضر نہیں سمجھتے — اور یہہ وہ تجویز ہی جس کے سر سید سخت مخالف تھے *

چنانچہ سر ولیم میور نے اپنی چٹھی متذکرہ بالا میں یہہ راے دی تھی، کہ "کلکتہ یونیورسٹی کے ایف اے کے امتحان کے بعد انگریزی علم

ادب کی خواندگی موقوف کردی جاے ' تاکہ طالب علم کو اسبات کا موقع ملے ' کہ وہ اپنی تمام کوشش کو ' علوم مشرقی کی تحصیل میں صرف کرے ' اور نیز دوئی کتاب تاریخ انگریزی میں پڑھانی قایم رکھی جاوے " اس کے جواب میں سر سید لکھتے ھیں ' کہ " ایف اے کے امتحان کے بعد ' علوم مشرقی کی تحصیل کی تجویز کرنا ایک نہایت حیرت انگیز تجویز ھی — اس لیئے کہ ایک طرف تو گورنمنٹ ھمکو بتلاتی ھی ' کہ تمہارے حقوق اور یورپین رعایا کے حقوق بالکل برابر ھیں ' تم بھی لندن جاکر کامپٹیشن سول سروس کے امتحان میں شریک ھو ' اور امتحان پاس کرو ' تمارے لیئے وہ سب عہدہ موجود ھیں ' جو یورپین کے لیئے ھیں ' مگر ایف اے یا اوّل گو کے درجہ سے زیادہ انگریزی مت پڑھو " *

" ھمنے ھندوستانیوں کے لیئے بشرطیکہ بی اے امتحان پاس کرلیا ھو ' ھائی کورٹ کی وکالت کے امتحان کا دروازہ کھول رکھا ھی ' جس کے بعد وہ منصف اور سب جج ' اور کسی غیر آئینی ملک میں ڈسٹرکٹ جج بھی ھوسکینگے ' اور کبھی ھائی کورٹ کا جج بھی بنادیئگے ' مگر ایف اے سے زیادہ انگریزی مت پڑھو " *

" ھمنے تمہارے لیئے لندن میں جاکر تعلیم پانے کے لیئے نہایت فیاضی سے اسکالرشپیں مقرر کی ھیں ' بشرطیکہ اکیس برس کی عمر سے پہلے بی اے آنر کا امتحان پاس کرلیا ھو مگر تم ایف اے سے زیادہ انگریزی ھرگز مت پڑھو " *

" ھم اپنی پرائیویٹ مجلسوں میں تمہاری نالیاقتی پر ھنسا کریں ' اور کبھی تمہاری نالیاقتی اور اعلی عہدوں کے ناقابل ھونے کی ' رپورٹ ' بھی نہایت دلچسپ عبارت میں لکھا کریں ' مگر تم اسکا کچھہ خیال مت کرو — اور ایف اے سے زیادہ انگریزی مت پڑھو — " *

" جب تم ھمارے پاس آؤ اور ھم سے غلط انگریزی بولو ' جس سے ھم خفا ھوکر تمکو ڈام فول کہیں ' اور تمہاری مشرقی تعلیم یافتہ زبان کو ھم نہ سمجھہ سکیں ' اور پھر خفا ھوکر تمکو ڈام فول کہیں ' تو تم اپنے دل میں ناراض نہو ' اور ایف اے سے زیادہ انگریزی پڑھنے کا قصد مت کرو '

بلکہ علوم مشرقی کی تعلیم میں مصروف رہو — گو ایسی تعلیم سے نہ تمکو انگریزی میں لیاقت آویگی نہ علوم مشرقی میں — مگر تمہارے خوشحال رہنے کے لیئے یونیورسٹی سے ایف اے کے امتحان میں پاس ہوجانا کیا کافی نہوگا " *

" گورنمنٹ کو خیال کرنا چاهیئے کہ یہہ کیسی مختلف باتیں ہیں ' اور کیا گورنمنٹ سمجھتی ہی کہ ان باتوں سے رعایا ناراض نہیں ہوتی " *

انتخابات مذکرہ بالا کے دیکھنے سے کسی کو شک نہ رهیگا ' کہ مرحوم سر سید مشرقی تعلیم کو غیر مفید سمجھتے تھے — اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوگا ' کہ مرحوم سر سید انگریزی کی ادھوری تعلیم کے ساتھہ ' مشرقی علوم یا مشرقی لٹریچر کی تکمیل کو بھی ' اپنی قوم کے لیئے مضر سمجھتے تھے — اور ایف اے کے بعد طالب علم کے عربی میں مشغول ہونے کو بھی مضر جانتے تھے *

بی اے ہونے کے بعد عربی پڑھنا

اب صرف ایک سوال باقی رہ گیا ہی — کہ بی اے کے بعد اگر کوئی عربی میں ایم اے ہونے کی ڈگری لینا چاهی ' تو سر سید کی اُس کی نسبت کیا راے تھی ؟ — ہمارے نزدیک اُن کے تمام خیالات ' رایوں ' تحریروں ' اور تقریروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی ' کہ وہ اسے بھی پسند نہ کرتے تھے — اس لیئے کہ وہ یونیورسٹی کی موجودہ تعلیم کو اعلی تعلیم ہی نہیں سمجھتے تھے — وہ تو اعلی تعلیم اُس تعلیم کو کہتے تھے ' جو کیمبرج اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں دی جاتی ہی ' اور وہ اُسی سسٹم پر ' اپنے یہاں تعلیم دینا چاهتے تھے — اور اس قسم کی تعلیم کی اُن کو گورنمنٹ کی موجودہ یونیورسٹیوں سے کچھہ اُمید نہ تھی — اور اسی لیئے وہ ایک ایسی آزاد اور علحدہ محمدن یونیورسٹی چاهتے تھے ' جو گورنمنٹ کی غلامی سے آزاد ہو ' اور اپنی تعلیم کا آپ انتظام کرسکے — اس خیال کو اُنہوں نے مختلف مقامات اور مختلف موقعوں پر ظاہر کیا — چنانچہ اپنی ایک اسپیچ میں جو بمقام جالندھر ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۹۴ ع کو دی تھی ' اُنہوں نے فرمایا ,, کہ " جو تعلیم انگریزی

میں همکو دي جاتي هی وہ کافي نهیں هی ' وہ اُس تعلیم سے بہت پیچھے هی ' جو میں چاهتا هوں - یونیورسٹي کي ڈگریاں همکو تعلیم یافتہ بنانے کے لیئے کافي نهیں — یونیورسٹیوں کي مثال ' اور همارے کالبج کے لڑکوں کي مثال ' آقا و غلام کي مثال هی — هم یونیورسٹیوں کے تابع هیں ' اُن کے هاتهہ بکے هوئے هیں ' جو ٹکرا علم کا وہ دیتي هی ' اُسي کو کهاکر پهٹ بهرتے هیں ' اور اُسي پر قناعت کرتے هیں — اے دوستو — هماري پوري تعلیم اُسوقت هوگي ' جبکہ هماري تعلیم همارے هاتهہ میں هوگي ' یونیورسٹیوں کي غلامي سے' همکو آزادي هوگي - هم آپ اپني تعلیم کے مالک هونگے - اور بغیر یونیورسٹیوں کي غلامي کے هم آپ اپني قوم میں علوم پهیلائینگے — یونیورسٹي کي تعلیم همکو صرف خچر بناتي هی - هم آدمي جب هي بنینگے ' جب هماري تعلیم همارے هاتهہ میں هوگي '' *

جبکہ مرحوم یونیورسٹي کي اعلی سے اعلی ڈگري کو بهي ' هائي ایجوکیشن نهیں سمجهتے تهے' اور موجودہ یونیورسٹیوں کے بي اے بلکہ ایم اے کي ڈگري پانے والوں کو ' خچر سمجهتے تهے — تو صاف ظاهر هی کہ وہ چاهتے تهے کہ انگریزي تعلیم اُس طرح کي هو جیسے کہ کیمبرج اور آکسفورڈ یونیورسٹي میں هوتي هی — جس سے اصلي لیاقت اور اصلي فائدہ قوم کا حاصل هو — اور اس لیئے وہ چاهتے تهے کہ اعلی درجہ کے پروفیسر کالج میں هوں اور وہ خاص خاص مضامین پر لکچر دیا کریں — اور اپنا اثر طالب علموں پر ڈالیں — مرحوم هرگز اس بات کو پسند نہ کرتے تهے ' کہ بي اے کي ڈگري لیکر بهي آیندہ مسلمان صرف مشرقي تعلیم میں مشغول هوں- البتہ موجودہ حالات کے لحاظ سے وہ اُسے منع نہ کرتے تهے ' کہ بعد بي اے کے ' اگر کوئي مسلمان طالب علم ' اپني مرضي سے عربي میں ایم اے کي دگري لینے کے لیئے کوشش کرے ' تو عربي بطور سکنڈ لینگوج کے اُسے پڑهائي جاوے مگر اصل یہہ هی کہ جب تک ایک بڑا گروہ مسلمانوں کا انگریزي هائي ایجوکیشن' جیساکہ وہ چاهتے تهے حاصل نہ کرے ' وہ پسند نہ کرتے تهے ' کہ مسلمان مشرقي تعلیم کے جال میں پهنسیں - البتہ اُس حالت میں جبکہ انگریزي میں اعلی تعلیم کا پورا انتظام هو جاے ' اور اُس کا اهتمام خود مسلمانوں کے هاتهہ میں هو ' وہ ضرور چاهتے تهے ' کہ عربي و فارسي میں اعلی تعلیم کا انتظام

کیا جاے - اور اسي واسطے اُنہوں نے عربي و فارسي کو محمدن یونیورسٹي کي تعلیم کي مختلف شاخوں میں ایک ضروري شاخ قرار دیا هی •

مگر اس وقت اور ایسي حالت میں ' جبکہ محمدن یونیورسٹي کے خواب کي ابھي تک کوئي تعبیر ظاهر نہیں هوئي' اور اُس کا وجود عالم خیال سے عالم شہود میں نہیں آیا ' — همکو صرف یہہ دیکھنا هی ' کہ مدرسۃالعلوم میں کسي بڑے پیمانہ پر عربي کا ڈپارٹمنٹ قایم کرنا مناسب ' اور سر سید کي پالسي کے موافق هی ' یا نہیں ؟ هم اسکا جواب نفي میں دیتے هیں ' اور نفي میں دیتے رهیں گے ' جبتک انگلش هائي ایجوکیشن کي تمام ضرورتیں پوري نہوجائیں - اسکو هم جانتے هیں بلکہ مفید اور ضروري بھي سمجھتے هیں ' کہ جسطرح تعلیم کي مختلف شاخوں کو بتدریج هم مستحکم کرتے ' اور ترقي دیتے جاتے هیں ' اُسیطرح عربي کي تعلیم کو بھي بحیثیت موجودہ اپنےکورس هونے کے ' زیادہ مستحکم کریں - اُسکو ترقي دیں — اور زیادہ مفید اور بکار آمد بنائیں — لیکن جیسا کہ هم پہلے کہہ چکے هیں ' عربي تعلیم کو اُس پیمانہ پر پہونچانا ' جس کے لیئے پانچ لاکھہ یا دس لاکھہ روپیہ کے جمع کرنے کي ضرورت هو ' هم هرگز پسند نہیں کرتے — بلکہ هم صاف صاف کہتے هیں ' کہ هم اس کے سخت مخالف هیں ' اور هم اسکو اپنے کالج کے لیئے نہایت هي مضر ' اور انگلش هائي ایجوکیشن کے لیئے نقصان رساں سمجھتے هیں — اس لیئے کہ هماري منتہاے سعي یہہ هی ' اور هماري تمام آرزوئیں گویا اسپر منحصر هیں — کہ دس لاکھہ روپیہ یادگار سر سید احمد میموریل فنڈ جمع هو ' اور وہ اسطرح پر صرف کیا جاے ' کہ ایم اے او کالج بالاخر یونیورسٹي کے درجہ تک پہونچ جاے — اگرچہ یہہ رقم یونیورسٹي قایم کرنے کے لیئے نہایت ناکافي ' اور نہایت هي خفیف هی — اس پر بھي چھہ برس هوگئے' کہ باوجود تمام کوششوں کے ' باوجود اُس جوش کے جو مسلمانوں میں بعد سر سید کي وفات کے پیدا هوا تھا ' باوجود اُس قابل قدر اور قابل شکر مدد کے جو گورنمنٹ نے دي ' باوجود اس کے کہ هز اکسلنسي لارڈ ایلگن نے وہ مشہور همدردانہ چٹھي لکھي جو گویا مسلمانوں کو اور نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کل هندوستان کو اس یادگار کیلئے چندہ دینے کي ترغیب دینے والي تھي ' اور باوجود اس کے

کہ ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ نے بمقام علیگڑھ ، اور ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر بہادر بنگال نے بمقام کلکتہ ، اور دیگر مقامات پر بڑے بڑے حاکموں نے ، پبلک میٹنگ میں سر سید میموریل فنڈ کی میر مجلسی کی کرسی کو زینت دی ، اور نہایت موثر اور ترغیب دلانے والی اسپیچیں دیں ، اور اپنی طرف سے چندے دیئے - مسلمانوں نے اپنی قوم کے سب سے بڑے شخص کی یادگار ، اور اپنی قومی ترقی کے رم میں ، اور یونیورسٹی جیسی عمدہ تجویز کے لیئے ، جس کے نام پر وہ وجد کرتے ہیں ، اور اُس کے لیئے زبانی اسپیچوں اور تقریروں میں وہ جوش دکھاتے ہیں ، کہ اس تجویز کی تکمیل کے سوا گویا اُنہیں کوئی دوسرا کام ہی نہیں ہی ، صرف ایک لاکھ روپیہ دیا — وہ بھی بے انتہا گفتگو اور بہت سی باہمی مبارکباد کے بعد — اور اُس میں سے بھی بڑا حصہ قرضہ میں دینا پڑا - تو کیا کالج کے ساتھہ یہہ دوستی اور مقتضاے دانشمندی ہی — کہ صرف عربی کی تعلیم کے لیئے ، ہم پانچ لاکھہ روپیہ سرمایہ جمع کرنے کی فکر کریں ، اور اصلی کام کو ادھورا چھوڑ دیں — اور کیا یہہ بوالہوسی اور دیوانگی نہیں ، کہ ہم اسبات کی توقع کریں ، کہ اُس قوم سے جس نے محمدن یونیورسٹی کے لیئے ابتک لاکھہ روپیہ سے زیادہ نہ دیا ، اور باوجود کوشش کے اب آیندہ کوئی چندہ بھی نہیں دیتا — بلکہ جن پر بموجب اُن کے وعدہ کے ہزاروں روپیہ کی رقمیں باقی ہیں ، وہ مانگنے کے نام پر روپیہ دینے کے بجاے گالیاں دیتے ہیں - عربی کے لیئے پانچ لاکھہ وصول ہوسکیں گے ؟ !!! ہرگز نہیں ، ہرگز نہیں ، - بلکہ اس سے اصل مقصد ہمارا فوت ہوگا ، ہماری قوت متفرق اور منتشر ہوجاویگی ، اور ایک غیر ضروری کام کے لیئے چندہ مانگنے سے لوگ پریشان ہوں گے — ہماری سمجھہ میں نہیں آتا ، کہ ہمارے معزز دوست کیا مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ، کیا اُن کو انگریز جانتے ہیں — کہ جسطرح انگریزوں نے ایک کروڑ روپیہ چند مہینوں میں برمنگھم یونیورسٹی کے لیئے ، اور پندرہ لاکھہ روپیہ سوڈان کی یونیورسٹی کے لیئے جمع کردیا — وہ عربی تعلیم کے لیئے پانچ لاکھہ روپیہ بیس برس میں بھی دیدینگے - اگر اُن کا ایسا خیال ہی تو وہ مسلمانوں کے حالات اور اُن کے عادات سے محض ناواقف ہیں — ہم اپنی قوم کا

حال خوب جانتے هیں — قومي کام جیسا هم لوگ کرتے هیں ' اور اُس کے لیئے جو کچهه درد همارے دلمیں هی ' اور چندہ جس طرح پر ملتا هی ' اُس کي مشکلات اور دقتیں کوئي هم سے پوچهے — عمر نوح اور صبر ایوب چاهیئے تب کهیں شاید دس لاکهه روپیه محمدن یونیورسٹي کے لیئے وصول هوسکینگے - اگرچه هم کو اس کي بهي اُمید نہیں هی — ایسي حالت میں جو دس بیس هزار روپیه سال- دباو سے ' خوشامد سے ' مروت سے ' اسپیچیں اور لکچر دینے سے ' طالب علموں کو بهیک مانگنے کے لیئے در بدر بهیجنے سے ' ایک ایک روپیه مسلمانوں سے ون روپي فنڈ اسکیم کے نام سے مانگ کر جمع هوتا هی- وہ عربي کي تعلیم میں صرف کیا جاے - اور وہ کام جو اُس سے بہت زیادہ ضروري هیں وہ نا تمام چهوڑ دیئے جاویں - هم تو هر گز ایسي تجویز کو نه پسند کرینگے ' نه اُسکو جایز سمجهیں گے - بلکه بیدردي اور نا انصافي سمجهینگے *

مسٹر براون کا یهه خیال که خاص عربي کے واسطے پانچ لاکهه چندہ جمع هوجائیگا' اور فراهمي چندہ مطلوبهمیں کچهه دقت نهوگي' اور اُنکو آٹهه آدمي ایسے ملجائینگے جو دو سو روپیه ماهوار دیں !!! همارے نزدیک قوم کے حال سے ناواقفیت پرمبني هی - خدا کرے که اُنکا یهه خیال صحیح هواور اُنکا خیالي چندہ اُنهیں ملجاے - مگر جہاں تک همکو اپني قوم کا حال معلوم هی ' اور جهانتک همکو سرسید کے زمانه کا اور اپنے وقت کا تجربه هی ' اُسکے لحاظ سے تو هم کهه سکتے هیں - که این خیال ست و محال ست و جنوں- مسٹر براون نہیں جانتے که مرحوم سر سید کو تیس برس کي کوشش میں باوجود گورنمنٹ کي مدد' اور والیان ریاست کي اعانت' اور اُنکے انفلوئینشل دوستوں کي کوششوں کي کالج کے لیئے کیا ملا ؟ - سات لاکهه روپیه سے زیادہ نہیں ملا - وہ عمر بهر کوشش کرتے رهے ' اور حیرت انگیز مدد اُنکو ملتي رهي ' پهر بهي اُن کا هاتهه خالي رها — همارے معزز مسٹر براون تهوڑي دیر کے لیئے همارے پاس آئیں ' تاکه هم اُن کو سر سید کا مرثیه سنائیں' اور جس چیز کو وہ آسان سمجهتے هیں اُس کي مشکلات بتائیں - مرحوم سر سید اپني مشهور اسپیچ میں جو اجلاس هشتم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں دي تهي اور جو مسلمانوں کي قسمت کے فیصله کے نام سے مشهور هی — اپنے دلي درد کا کس رنج بهرے لفظوں میں اظهار

کرتے هیں - وہ فرماتے هیں کہ " همنے اتنے بڑے عظیم‌الشان کام کي تکمیل کے لیئے روپیہ فراهم کرنے میں کوئي دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا — اُس کے لیئے هم نے دست گداگري هر امیر و غریب کے سامنے پھیلایا اور اُس عار کو اپنے اوپر گوارا کیا ، جس کي نسبت کہا گیا هی کہ

بدست آهک تفتہ کردن خمیر * بہ از دست دریوزہ پیش امیر

همنے اسي پر اکتفا نہیں کیا ، بلکہ قیامت کا عذاب اپني گردن پر لیا ، کالج کي تکمیل کے لیئے - نہیں نہیں ، قومي ترقي کا سامان مہیا کرنے کے لیئے لاٹري ڈالي — جوا کھیلا — اُس پر بس نہیں کیا ، اور اس شعر پر عمل کیا

شعر

رومسخرگي پیشہ کن و مطربي آموز * تا گنج زر از کہتر و مہتر بستاني

سوانگ بھرا - استیج پر کھڑے هوئے — دوستوں نے فقیروں کا بھیس بدلا — بدو بنکر اور مونھہ هابغل‌میں دابکر خدا کے لیئے مانگا ، مگر قوم نے کچھہ نہ سمجھا اور مقصد پورا نہوا — اور اس کا سبب کچھہ مفلسي نہیں هی بلکہ صرف یہہ هی کہ قوم میں جوش نہیں هی - اور حقیقت میں اُسمیں جان باقي نہیں هی " *

اُن کي وفات کے بعد سارے هندوستان کے مسلمان محمدن یونیورسٹي کے بنانے پر آمادہ هوئے ، شور وغل کي آواز نے فرشتوں کے کان بهي بهرے کردیئے ، مگر چہ شد ؟ - هیچ نہ شد ، یک لکہ هم وصول نہ شد !!! *

غرضکہ بڑي مشکل اور بڑي ضروري کوشش محمدن یونیورسٹي کے لیئے دس لاکھہ جمع کرنے کي هی — جسکو هماري یونیورسٹي کے نامور اور مشہور حامي هز هائینس آغا خاں نے ایک کروڑ تک بڑھا دیا هی - هم سب خیر خواهان قوم اور ترقي خواهان کالج کا فرض هی ، کہ اس کے جمع کرنے کے لیئے کوشش کریں ، اور ساري قوت اُس پر صرف کریں - نہ کہ عربي کے لیئے پانچ لاکھہ روپیہ جمع کرنے کي فکر میں پڑیں ، اور اپني قوت کو منتشر کردیں - جسکا نتیجہ دونوں طرف سے ناکامیابي اور محرومي هو - اگر هم دس لاکھہ روپیہ جمع کرسکیں تو عربي کي تکمیل

کا مقصد بھی حاصل ہو جاویگا - اس لیئے کہ وہ ہماری مجوزہ محمدن یونیورسٹی کی اسکیم میں داخل ھی *

دس لاکھہ روپیہ کے جمع ہونے پر اُسکی آمدنی کس طرح پر صرف ہوگی

اس لیئے ہمکو یہہ دیکھنا چاہیئے ، کہ دس لاکہہ جو ہم جمع کرینگے ، اُسکا کس طریقہ سے صرف کیا جانا تجویز ہوچکا ھی — اُسکا حال یہہ ھی ، کہ بالفعل ہمارے اسٹاف میں ، علاوہ پرنسپل کے تین یورپین پروفیسر ہیں ، اور یہہ تعداد نہایت ناکافی ھی - یونیورسٹی کمیشن کے ممبر جب اس کالج میں تشریف لائے تھے ، اُنہوں نے بھی اپنا یہی خیال ظاہر کیا تھا - اس لیئے ہمکو صرف آرٹس کی تکمیل کے لیئے ، کم سے کم تین اور انگریزی پروفیسروں کی ضرورت ھی — مرحوم مسٹر بیک جنکی راے مدرسةالعلوم کے معاملات میں مثل سر سید کے قابل استناد ھی ، اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ " علاوہ پرنسپل کے پانچ یوروپین پروفیسر مدرسةالعلوم میں ہونے چاہیئیں - ایک پروفیسر انگلش لٹریچر کے لیئے - دوسرا زبان انگریزی کے لیئے - تیسرا فلاسفی کے لیئے - چوتھا ہسٹری کے لیئے - پانچواں اکانومکس کے لیئے " - انگریزی کے دو پروفیسروں کی ضرورت پر اُنہوں نے بہت زور دیا ھی ، اور لکھا ھی کہ " انگریزی کے لیئے دو پروفیسروں کی ضرورت اس لیئے ھی ، کہ انٹرینس سے ایم اے تک چھہ جماعتیں ہیں ، اور یہہ کہ ایف اے کی جماعتوں کو ، علاوہ علمی کورس کے ، ترجمہ میں بھی تعلیم کی ضرورت ہوتی ھی — اعلی تعلیم میں ایک پروفیسر خاص انگریزی لٹریچر پر لکچر دیگا — اور دوسرا انگریزی زبان پر — یہہ تقسیم الہآباد یونیورسٹی کے موجودہ ایم اے کورس میں بھی مانی گئی ھی " اور وہ یہہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ کالج میں نیچرل سایئنس کا ایک اسسٹنٹ پروفیسر بھی ہو تاکہ وہ علم طبیعات ، اور کمسٹری میں ، اس قسم کی تعلیم دے سکے ، جیسی کہ آرٹس کے طالب علموں کے واسطے ہونی چاہیئے *

علاوہ ان پانچ یورپین پروفیسروں کے اُنہوں نے دو اور یورپین پروفیسر کی ضرورت بتائی ھی — ایک قانون کی تعلیم دینے کے لیئے تاکہ ایک

ایسا انگلش پروفیسر اسٹاف میں ہو ، جو اپنا تمام وقت مسئلہ قانون اور جورس پروڈنس کی تحقیقات میں صرف کرسکے ، اور ہندوستانی قانون کی تعلیم ایک وکالت کرنے والے بیرسٹر کے ہاتھہ میں رہے دوسرا — عربی کی تعلیم کے لیئے *

چنانچہ اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں ، کہ " عربی و فارسی کی تعلیم کو یورپ کی تعلیم کے درجہ تک پہونچانے کے لیئے — یہہ امر لازمی ہی کہ مشرقی زبانوں کا ایک نامور یوریین عالم ، اسٹاف میں اور اضافہ کیا جاے — اور اسکی وجہ یہہ ہی کہ بالفعل فارسی اور عربی کی تعلیم اس درجہ کی نہیں ہی جیسی کہ سنسکرت کی تعلیم ہی — اور منجملہ دیگر وجوہات کے اس کا ایک سبب یہہ بہی ہی ، کہ ہندوستان میں متعدد نامور یوریین موجود ہیں جو سنسکرت کے عالم ہیں - ہندوستان کے عالموں کی خواہ کتنی ہی لیاقت کیوں نہو ، مگر اس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ مغربی طرز تعلیم یہانکے مروجہ طریقہ سے بدرجہا بہتر اور اعلی ہی ، اور جبتک کہ کالج میں ایک لایق یوریین موجود نہو جو مشرقی زبانوں کا عالم ہو ، اُس وقت تک کالج میں عربی و فارسی کی تعلیم کی ، مہذب اور تعلیم یافتہ دنیا کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہوسکتی علاوہ عربی پروفیسر کے ایک پروفیسر تاریخ اسلام کے پڑہانے کے لیئے بہی تجویز کیا گیا ہی — جس کی نسبت بیک صاحب لکھتے ہیں کہ " تاریخ ایک ایسا وسیع مضمون ہی کہ ایک پروفیسر اُس کی تمام ضروریات پر کسی طرح حاوی نہیں ہوسکتا — ممالک اسلام کی تاریخ کے متعلق کثرت سے ایسے واقعات اور مواد موجود ہیں ، جن پر اب تک فلسفیانہ طریقہ سے کسی نے بحث نہیں کی — جو شخص اس عہدہ پر مامور کیا جاے اُس کے لیئے ضرور ہی کہ فارسی اور عربی زبانوں سے ماہر ہو — اور اُس نے یوریین طریقہ تحقیقات کی عمدہ تعلیم پائی ہو '' اس سے ظاہر ہی کہ عربی تعلیم کو ترقی دینا ، اور اسلامی تاریخ کو بڑہانا اور اُس کے لیئے دو یوریین پروفیسر کا بلانا ، خود ہماری محمدن یونیورسٹی کی اسکیم میں داخل ہی - لیکن بعد پورا کرنے یوریین اسٹاف کے جو انگلش ہائی ایجوکیشن کے لیئے ضرور ہی *

عربي پڑھنے کے لیئے طالب علم مشکل سے آئینگے

اس کے بعد یہہ سوال پیش ہوتا هی - کہ عربي تعلیم کے شایق همکو مل بهي سکینگے یا نہیں ؟ — جہاں تک هم طالب علموں کے طبایع کا رجحان دیکھتے هیں ' اور اُن کي خواهشوں سے واقف هیں ' به لحاظ اُس کے هم کو اندیشه هی که عربي کي اعلی کلاسوں میں طالب علم نظر آئینگے - اس لیئے که موجوده حالت میں طالب علموں کے خیالات سایئنس اور ٹیکنیکل تعلیم کي جانب بڑھتے جاتے هیں — اور آرٹس میں وہ انگریزي ' تاریخ ' اور فلسفه ' کو پسند کرتے هیں- عربي کي طرف باوجودیکه وہ به نسبت اور مضمونوں کے سہل هی پسند نہیں کرتے — اس وقت بهي همارے کالج کي تعلیم میں یہہ نقص بتاتے هیں — که نه اُس میں فلسفه هی ' نه اُس میں سائنس هی ' نه معمولي کتابي تعلیم سے زاید کسي قسم کي دماغي ' اور لٹریري ' قوت کي ترقي کے دینے کا سامان هی — کسي پروفیسر کو موجوده پرفیسروں میں سے اتني فرصت نہیں ' که وہ کسي علمي مضمون پر علاوہ کتاب پڑھانے کے لیکچر دے — یا طالب علموں کو مضمون لکھانے کي مشق کراے — یا تحریر و تقریر کرنے کي قوت بڑھائے - یا اپني صحبت کا اثر طالب علموں پر پہونچاے - اور هم بهي نہیں دیکھتے که همارے مدرسه کے طالب علم انگریزي تحریر و تقریر میں به نسبت کسي اور کالج کے طالب علموں کے کچھه خاص امتیاز رکھتے هوں — یا اُن میں ایسي لٹریري قوت هو ' جس سے کسي علمي مضمون پر تالیف و تصنیف کرنے میں اُنھوں نے ناموري حاصل کي هو —اور اسٹاف کي کمي اور بے سرو ساماني کا سبب هی — که همارے یہاں کے معمولي اخبار و رساله جو کالج کے نام سے یا کالج کي طرف سے نکلتے هیں ' وہ بهي ایسے نہیں هوتے جو دیکھنے کے قابل هوں - اور علیگڈه جو مرکز تعلیم و تربیت سمجھا جاتا هی ' اُسکي وجه سے مشہور هو - جبکه بالفعل تعلیم کي یہه حالت ' اور اُس کے متعلق ایسي شکایت هی - تو اصلي خیر خواهي ' اصلي همدردي ' اور کالج کي اصلي ترقي کي خواهش ' کا مقتضا

یہہ هی — کہ یہہ نقص ' اور یہہ شکایتیں دور کی جاویں ' لٹریری مذاق بڑھایا جاے ' طالب علموں میں علمی روح پھونکی جاے ' اُن سے خلا ملا بڑھایا جاے - تاکہ وہ کالج لایف جس کے لیئے طالب علم مسٹر بیک اور مسٹر آرنلڈ کو یاد کرتے هیں - اور جس کے لیئے مسٹر ماریسن کے مشکور هیں ' پھر پیدا هو — اور همارے کالج کے طالب علم علمی اور لٹریری مذاق میں خاص قابلیت پیدا کریں — اور وہ اپنی تحریر و تقریر کی لیاقت سے اپنی قوم پر اپنا اثر ڈال سکیں اور اس نقص کا سبب یہہ نہیں هی ' کہ کالج اسٹاف توجہ نہیں کرتا - بلکہ اصل وجہ یہہ هی کہ کالج اسٹاف پورا نہیں هی — موجودہ پروفیسروں کو اتنی فرصت نہیں کہ یہہ سب کام وہ انجام دے سکیں *

بالفعل جو طالب علموں کی ترقی کالج میں هی ' وہ اس وجہ سے نہیں هی — کہ یہاں اعلی تعلیم کا وہ سامان مہیا هی جو دوسری جگہہ نہیں هی - بلکہ اول سبب اُس کا بورڈنگ سسٹم هی جو دوسری جگہہ نہیں هی اور جس کی نگرانی یوروپین اسٹاف کے هاتھہ میں هی اور جن کے فیض صحبت سے مردانہ خصلتیں طلبہ میں پیدا هوتی هیں - اور دوسرا سبب یہہ هی ' کہ هم کالج کلاس کے طالب علموں کے ایک بڑے حصہ کی وظایف سے مدد کرتے هیں ' اور ایک بہت بڑی رقم دس بارہ هزار روپیہ سالانہ اس پر خرچ کرتے هیں - اگر هم آج وظایف بند کردیں ' یا وظایف کے لیئے همکو چندہ نہ ملے ' تو آج آدھا کالج اوجڑ جاے ' اور بورڈنگ هاوس کے کمرے آدھے سے زیادہ خالی هوجائیں - یا اگر اسی قسم کی مدد طالب علموں کو اُن کالجوں میں ملے ' جہاں سایئنس اور انگریزی اور فلسفہ کی تعلیم هوتی هی ' تو میں نہیں سمجھتا ' کہ اکثر طالب علم اُن کالجوں پر همارے اس قومی کالج کو ترجیح دیں - کوئی اسپر ملامت کرے ' یا افسوس کرے ' یا آنسو بہاے ' مگر واقعی حالت یہہ هی - کہ تعلیم نہ شوق علم ' نہ ذوق حق کے لیئے حاصل کی جاتی هی — بلکہ صرف دولت کمانے اور عزت پانے کے لیئے — اور یہی سبب هی کہ اُس قسم کی تعلیم کی طرف طالب علموں کا رجحان زیادہ هی ' جن سے مفید پیشوں کی لیاقت حاصل هو - اور ڈاکٹری ' اور انجنیری ' وغیرہ ملنے

کي اُمید هو — اگر عربي کي تعلیم کا اُس بڑے اسکیل پر بندوبست کیا جاے ' جو همارے دوست چاهتے هیں - اور اگر اُس میں اعلی درجه کي انگریزي داني کي قید نهو ' تو یقیناً بینچیں خالي رهیں گي ' اور عربي کے پروفیسر درو دیوار کو دیکهنے کے سواے کسي طالب علم کو نه دیکهه سکینگے *

یهه خیال همارا هي نهیں هی ' بلکه خود مستر ماریسن نے جو تقریر محمدن یونیورسٹي رزلیوشن کے پیش کرتے وقت بمقام لاهور کي تهي ' اُس میں خود اُنهوں نے فرمایا تها — که " عربي علوم کي تعلیم اگرچه دل و دماغ کے واسطے ایک عمده ترکیب هو ' مگر اس بات سے بالکل قاصر هی ' که طالب علموں کو اپنے حصول معاش کے وسائل بهم پهونچاے — چونکه هر شخص کے لیئے بڑي ضرورت اپنا پیت بهرنا هی ' اور اگر آپ اُس قسم کا تعلیمي سستم قایم کریں ' جس سے اگرچه دماغي تعلیم بهت اچهي ملتي هو مگر پیت بهرنے کا اسمیں کچهه سامان نهو - تو آپ کبهي اسبات میں کامیاب نهونگے ' که آپکے انستیتیوشن میں بهت سے طالب علم آئیں - یهي وه بات هی جو هندوستان میں درپیش آئي هی — عربي کي تعلیم زوال پذیر هوتي جاتي هی ' اسوجه سے نهیں — که تعلیم دینے کا اسمیں معقول انتظام نهیں — بلکه اسوجه سے که کوئي اس کے سیکهنے کیواسطے نهیں آتا - بهت سے اوریئینٹل کالجونکا هم ذکر سنتے هیں ' مگر وه سب طالب علموں کي کمي کي وجه سے مجبوراً بند کرنے پڑے * پهلے ایم اے او کالج علیگده میں بهي مشرقي تعلیم هوتي تهي ' اور کیننگ کالج لکهنو میں بهي کسیقدر اوریئینٹل تعلیم دي جاتي هی - اور آپ جو لاهور کے رهنے والے هیں مجهسے بهتر اسبات کو جانتے هیں ' که ان اوریئینٹل ڈگریوں کي کسقدر کامیابي هوئي هی اور کتنے لوگ بي او ال اور ایم او ال کے لیئے امتحان دیتے هیں - حقیقت یهه هی که آج کل عربي اور عربي علوم کي جیسي که اُنکي ابتک تعلیم دي گئي هی بالکل ضرورت نهیں - آپ ایک ذلیل اور چهوتاسا بهي انگریزي اسکول کهولیئے تو طالب علموں کے مارے جگهه بهي نه رهیگي - مگر اعلی سے اعلی عربي زبان کے عالم کو مشکل سے اسبات میں کامیابي هوگي که وه منجمله تین سال کے اپنے کلاس کو ایک سال تک بهي قایم رکهے " *

اگر یہہ کہا جاے کہ یہہ حالت اُسوقت ہوگي ، جبکہ صرف عربي کي تعلیم دیجاے - مگر انگریزي میں بي اے ہونے کے بعد ایم اے کلاس کے لیئے عربي پڑھنے والوں کي کمي نہوگي - ہم کو اس میں بھي شک هی - دو وجہ سے - ایک تو یہہ کہ جیسا زمانہ گذرتا جائیگا ، انگریزي میں اعلی لیاقت حاصل کرنے کي ضرورت محسوس ہوتي جائیگي ، طالب علم انگلش یا فلسفہ یا تاریخ پر زیادہ مائل ہونگے - اور بجز اُن لوگوں کے جو عربي میں ایم اے ہونیکو بہ نسبت دوسرے مضامین کے زیادہ آسان سمجھیں گے ، عموما طالب علم ہائي انگلش ایجوکیشن میں کسي مضمون کو زیادہ پسند کرینگے — دوسرا سبب یہہ هی کہ خود ایم اے کلاس میں اسقدر تعداد طالب علموں کي کم ہوتي هی ، کہ جو بڑا سامان اُس کے واسطے کیا جائیگا ، اُسکا عمدہ نتیجہ ظاہر نہوگا ، اور نہ جسقدر روپیہ یعني تین چار ہزار روپیہ ماہانہ اُس میں صرف کیا جانا تجویز ہوا هی ، اُسکا فائدہ نظر آئیگا ٭

مسٹر ایل ٹپنگ قایم مقام پرنسپل علیگڈہ کالج کے اپني سالانہ رپورٹ سنہ ۲ - ۱۹۰۱ع میں لکھتے ہیں کہ " ایم اے کلاس کبھي قابل اطمینان نہیں ہوتا هی — ہم کم از کم چھہ یا سات طالب علموں سے شروع کرتے ہیں اور سال کے ختم ہونے سے پیشتر اُن میں سے اکثر کو کہیں نہ کہیں نوکریاں ملجاتي ہیں ، اور بڑي خوشي کي بات ہوتي هی ، اگر تاریخ امتحان تک ایک بھي طالب علم باقي رہجاے - اس سال ایک طالب علم امتحان میں شامل ہوا اور پاس ہوگیا — امتحان ایم اے کو عموما لوگ عزیز نہیں رکھتے — اُسکي وجہ میري راے میں یہہ هی — کہ ایم اے دگري کي کوئي خاص بازاري قیمت نہیں ہوتي ، اور سواے تعلیمي پیشوں کے عام اغراض کے واسطے بي اے سے زیادہ قابل قدر نہیں خیال کیجاتي - ہندوستاني طلبا میں بے غرضانہ شوق علم کا ملنا مشکل هی - اور بہت کم ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس روپیہ وقت اور خواہش بي اے سے آگے پڑھنے کے واسطے ہوتي هی — اس امتحان میں جو اُمیدوار شامل ہوتے ہیں عموما وہ لوگ ہوتے ہیں جو قانون پڑھتے ہوتے ہیں اور جو بلاوقت ایم اے کلاس میں بھي شامل ہوسکتے ہیں - اُن وجوہات سے معمولي ایم اے کلاس کسیقدر پستي میں هی " ٭

جب بالفعل ایم اے کی تعلیم کی یهه پست حالت هی ' اور جسکا ثبوت اس سے اور بهی هوتا هی که چهه برس میں سنه ۱۸۹۸ ع سے لیکر سنه ۱۹۰۳ ع تک صرف تین مسلمان همارے کالج سے ایم اے میں پاس هوئے — تو مشکل معلوم هوتا هی ، که ایم اے کلاس میں عربی پڑهنے کے لیئے اتنے طالب علم آئیں ' جن کے پڑهانے کے لیئے اسقدر بڑا سامان کیا جاتا هی ' اور اسقدر رقم خطیر خرچ کرنے کی تجویز کی جاتی هی البته موجوده حالت کو عربی تعلیم کی ترقی دینا اور ایک مصری اور ایک هندوستانی عالم کا پڑهانا مناسب اور مفید هی - اور یهه ایم اے کے پڑهانے اور عربی لٹریچر کو ترقی دینے کے لیئے کافی هی *

هماری آخری اور قطعی راے عربی تعلیم کی مجوزه تحریکوں کی نسبت

اگرچه همنے اپنے ان تین آرٹکلوں میں سر سید کے خیالات ' طالب علموں کی طبایع کا میلان ' عربی تعلیم کی ضرورت ' ظاهر کردی هی ' لیکن اب هم صاف صاف مختصر لفظوں میں اپنی راے اور اپنی خواهش اور اپنا خیال ظاهر کرتے هیں *

۱ — همکو اُن اپنے دوستوں کی طرف سے ، جنهوں نے عربی کے زنده کرنے کی تجویزیں پیش کی هیں ، کسی قسم کی بدگمانی نهیں هی - بلکه هم صدق دل سے اعتراف کرتے هیں ' که اُنهوں نے اپنے نزدیک صرف هماری قوم کی ترقی اور بهبودی کے خیال سے ' یهه تجویز پیش کی هی - اور کیا کوئی شخص ایک لحظه کے لیئے خیال کرسکتا هی ' که مسٹر ماریسن سا راست باز ' پاکدل ' مسلمانوں کا سچا خیرخواه ' کالج کا دل سے بهتری چاهنے والا ' کبهی ایسی تجویز پیش کریگا ' جو اُس کے نزدیک مسلمانوں کے لیئے درحقیقت مفید نهو — سارے هندوستان میں غالبا ایک مسلمان بهی جو مسٹر ماریسن سے واقف هوگا ' ایک لحظه کے لیئے بهی ایسا خیال دلمیں نه لائیگا — اور سواے اس کے که راے کا اختلاف هو ' اور هم اور همارے دوست مختلف خیال سے اس تجویز کو دیکهتے هوں ' کوئی وجه بدگمانی کی نهیں هی اور نه فی الحقیقت سواے اختلاف راے کے کسی قسم کی بدگمانی هی *

۲ — هم ایسي عربي درسگاه کے علیحدہ میں قایم هونے کي ضرورت نهیں دیکھتے' جس میں صرف عربي تعلیم هو ' یا انگریزي بي اے سے کم درجه کي رکھي جاوے - نه هم سمجھتے هیں که ایسي درسگاه کے لیئے کافي طالبعلم جمع هوسکینگے اور اگر اُس کے لیئے روپیه قوم سے مانگا جاوے ' تو اُسے کالج کي ترقي اور یونیورسٹي بنانے کي اصلي تجویز کا بڑا مانع اور مزاحم اور قوت کا منتشر کرنے والا سمجھینگے *

۳ — هم عربي کي تعلیم کو بحیثیت سکنڈ لینگویج کے اپنے کالج میں ترقي دینا پسند کرتے هیں ' اور اُسے ضروري اور مفید سمجھتے هیں - اور اُس کے لیئے هم مسٹر ماریسن کي پہلي تجویز کو که ایک هندوستاني عالم اور ایک مصري عالم بلایا جاے ' پسند اور منظور کرچکے هیں *

۴ — یوروپین عربک پروفیسر کے بلانے کي بالفعل هم کو استطاعت نهیں هی — نه جبتک انگلش ایجوکیشن کے لیئے اور دو یوروپین پروفیسر' اور قانون کي تعلیم کے لیئے ایک زائد پروفیسر ' رکھنے کے لیئے هم مستقل آمدني پیدا کرلیں - عربي تعلیم کے لیئے کوئي یوروپین پروفیسر بلا سکتے ' یا بلانا پسند کرتے هیں *

۵ — اگر گورنمنٹ اپني مہرباني سے ایک یوروپین پروفیسر اپني طرف سے همارے کالج کو دے تو هم نہایت شکر گذاري کے ساتھه منظور کرینگے - بشرطیکه کسي قسم کي قید و شرط نه لگائي جاے ' اور ایم اے کلاس کي تعلیم همارے کالج میں صرف عربي پر محدود نه کي جاے — بلکه دوسرے مضامین کے لیئے بھي ایم اے کي تعلیم کا دروازہ کھلا رهے ' اور عربي مثل دیگر مضامین کے اختیاري هو ' نه جبري *

هم کو اُمید هی که هماري اس تحریر سے همارے دوست بھي غور و تامل کے بعد متفق هونگے' اور هماري راے کو اپني راے سے زیادہ مخالف نه پائیں گے — اور هماري ضرورتوں پر خیال کرکے وہ انگریزي تعلیم کي تکمیل کو دوسري تعلیم پر مقدم سمجھیں گے — اور یونیورسٹي کے لیئے دس لاکھه روپیه جمع هونے سے پہلے وہ صرف عربي کے لیئے پانچ لاکھه روپیه جمع کرنے کا خیال محال دامن نه لائیں گے — اگر ایسا نهوا تو

هم بهي وهي كهيں گے جو مرحوم سر سيد نے كہا تها كه " هم كو افسوس هى كه نيك نيت كوششيں جو قبل از وقت همارى قوم كے بزرگ دوسري قسم كے خيالات سے كرتے هيں ' وه سب ضايع هورهي هيں — يا قوم كے عروج كے ليئے سب بے سود هيں " فقط *

عربي كي تعليم پر مولوي نذير احمد صاحب كي راے

جو مضمون عربي كي تعليم پر همارے معزز اور نامور عالم مولانا حافظ ڈاكٹر نذير احمد صاحب ايل ايل ڈي نے لكها هى وه هم پبلك كي اطلاع كے ليئے شايع كرتے هيں *

هندوستان ميں اور ميرا خيال يهه هى كه تمام اسلامي ممالك ميں عربي زبان كے ذريعه سے كامل و ناكامل تين طرح كي تعليم دي جاتي هى *

(۱) زبان كے متعلق - اس ميں صرف ' نحو ' معاني ' بلاغت ' عروض ' ادب كي كتابيں نظم و نثر سب داخل هيں — يهه تعليم صرف و نحو سے شروع كي جاتي هى اور بدون اس كے چاره نهيں — عربي كي صرف و نحو في نفسه هى بهي مشكل - اشكال كے علاوه اس ميں اس قدر طوالت هوگئي هى كه گويا وهي مقصود بالذات هى — طالب العلم كے وقت كا بڑا حصه اسي ميں صرف هوجاتا هى اور دوسرے علوم كي طرف متوجه هونے كي نوبت نهيں آنے پاتي — ليكن يهه قباحت رفع هوسكتي هى اس سے كه صرف و نحو كے كورس ضروري اور مختصر اور آسان بنوا ديئے جائيں — عربي كي تعليم ميں ايك بڑا نقص يهه بهي هى كه بولنے اور لكهنے كي مشق نهيں كرائي جاتي اور اونچي جماعتوں كے طالب العلم بهي بولنے ' بات كرنے اور هر طرح كے مضامين كے لكهنے ميں عاجز پائے جاتے هيں — اس لياقت كا هونا موقوف هى مشق و مهارت پر اور مشق

و مہارت موقوف ہی اہل زبان کے اختلاط پر اور اختلاط نہ ہوا ہی اور نہ ہوسکتا ہی ہر روز کوئی حج کو نہیں جاتا — ہر روز حرمین کے خدام ہم سے مانگنے نہیں آتے ہر روز لارڈ کرزن ساحل عرب کے دورے کو نہیں جاتے کہ کسی عربی داں کو مترجم بناکر ساتھہ لے جائیں — اور بفرض محال اختلاط ہوا بھی تو کتابی زبان اور ہی اور روز مرہ کی اور — ہندیوں کو اتنا ہی بس کرتا ہی کہ کتابی زبان سمجھہ لیا کریں کیونکہ ہم کو کتابوں ہی سے سروکار رہے گا اور اس کے لیئے حاضر جوابی کی ضرورت نہیں - جب تک عربی سکنڈ لینگویج کے درجے میں رہے گی اس میں نمایاں ترقی کی توقع کرنی فضول ہی — مگر ہم عربی کو سیکنڈ لینگویج کے درجے میں رکھنے پر مجبور ہیں — دنیاوی ضرورتوں کے لحاظ سے ہم کسی طرح عربی کو انگریزی پر ترجیح نہیں دے سکتے - منہہ سے کہدینا آسان ہی کہ طالب العلم کو ہمت بلند رکھنی چاہیئے تاکہ وہ نفس علم کو تحصیل علم کا انعام سمجھے - مگر یہہ اُس تسلی جتنی بھی نہیں جو ایک واعظ رمضان کے مہینے میں بھوکے پیاسے مسلمانوں کو وعدۂ اجر عاقبۃ سے دے سکتا ہی - عربی زبان کے ذریعہ سے جو علوم پڑھائے جاتے ہیں اُن میں سے دوسرے درجے پر سائنس بھی ہی اور سائنس میں منطق، فلسفہ، طبعیات، ہیئت و ما یماثلہا داخل ہیں — دستار فضیلت کے لیئے تو سائنس کا پڑھنا لازمی ہی مگر چونکہ فلسفہ اور مذہب میں زمانہ قدیم سے عداوت چلی آتی ہی مذہب اسلام نے بھی فلسفہ کو اُبھرنے نہیں دیا — بے شک ایک زمانے میں مسلمانوں کو سائنس میں بڑا توغل رہا ہی — انہوں نے یونانی کتابوں کے ترجموں کے علاوہ خود بھی علوم میں معتدبہ اضافہ کیا اور کچھہ عالم ایسے بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے سائنس اور مذہب میں موافقت کرانے کی کوشش کی مگر اس خیال کے لوگ ہر زمانے میں تھوڑے ہوا کیئے ہیں - جب کبھی اتفاق سے بااقتدار لوگوں کی جماعۃ سائنس کی طرف متوجہ ہوئی سائنس نے ترقی کی - عام لوگوں نے سائنس کو کبھی بھی نظر استحسان سے نہیں دیکھا — مسلمانوں میں سائنس کے ٹھہر جانے کی ایک وجہ یہہ بھی ہی کہ ان کے عروج کے وقت تک حکمۃ نظری پر زور دیا جاتا تھا حکمۃ عملی کے رواج کی نوبت نہیں آئی تھی ورنہ سائنس

زندگی کی ضرورتوں میں داخل ہوکر ٹھہر نے نہ پاتا مسلمانوں کا عروج متفرع تھا اُن کے جوش مذہبی پر جس کے برتے پر وہ فتوحات کرتے چلے جاتے تھے تو ان کو حکمۃ عملی کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہ تھی — پھر عیش پرستی اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے اُن کا تنزل شروع ہوا تو اُن کو جھگڑوں نے فرصت نہ دی - پس جتنا کچھہ عروج کے زمانے میں ہوگیا تھا وہی کا وہی رہا - بلکہ تنزل کے زمانے میں مسلمانوں نے اُس کو بھی بھلا دیا - اس میں شک نہیں کہ یورپ نے مسلمانوں سے سائنس سیکھا مگر مسلمان سائنس کو چھوڑ بیٹھے اور یوروپ اُس کے پیچھے پڑا رہا — تو گو یوروپ ابتدا میں مسلمانوں کا شاگرد تھا مگر وہ آخر کار مسلمانوں پر ایسا شرف لیگیا کہ اب مسلمانوں کو پرانی ابتدائی اُستادی کا نام لیتے بھی شرم کرنی چاہیئے - کتنی تو پرانے سائنس کی غلطیاں پکڑی گئیں اور کتنے نئے سائنس ایجاد ہوئے کہ عربی میں اُنکے مصطلحات تک نہیں ملتے - پس سائنس کے لیئے عربی کا نام لینا بھی عربی کی ہنسی کرانی ہی - ہم برابر اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ مصر اور روم اور شام اور ایران یعنی قریب قریب تمام اسلامی ممالک کے لوگ سائنس کے لیئے یورپ جاتے رہتے ہیں اور ان ملکوں میں سارے سینتیفکت کام اہل یورپ کی ہدایت اور نگرانی سے چلتے ہیں — پس سائنس کے لیئے عربی کی طرف رجوع کرنا ہرگز مسلمانوں کے لیئے مفید نہیں - ہاں ایک تاریخ کا فن ہی جسکو مولوی شبلی نے لے رکھا ہی - اس میں تو غل کرنے سے بہت سی غلطیوں کی اصلاح ہوسکتی ہی اور وہ اصلاح غالبا اسلام کے حق میں مفید بھی ثابت ہوگی مسلمان تاریخ کی طرف بہت شوق کے ساتھہ متوجہ رہے ہیں مگر ان کے وقتوں میں سینتیفکت طور پر تاریخ کے لکھنے کا دستور نہ تھا اور نہ مورخون کو اس کا سلیقہ تھا کہ واقعات تاریخی کو جغرافیہ اور عمارات اور کتبوں اور زبانی روایتوں سے کاوش کے ساتھہ منطبق کرتے - پھر بھی مسلمانوں کی تاریخ جیسی کچھہ بھی ہی بہت کچھہ قابل قدر ہی اور اس کی بنیاد پر بڑی عالی شان عمارت کھڑی کی جاسکتی ہی مگر یہہ کام گھر بیٹھے سر انجام نہیں پاسکتا جن ملکوں کی تاریخ ہی وہاں جاکر اور رہ کر تحقیقات کرنی ہوگی کتابوں کے چٹے بٹے لڑانے سے کوئی قابل اطمینان نتیجہ نہیں ہو سکتا سو یہہ پیشہ

بورے کے مشغلے ہیں از دست بستہ چہ خیر و از پائے شکستہ چہ سیر — مسلمانوں کو جس فائدے کی سردست سخت ضرورت ہی وہ تو تاریخوں کے اُلٹ پھیر پر مترتب ہونے والا نہیں *

عربی کورس میں جیسا وہ مسلمانوں میں مروج ہی بہت بڑا حصہ دینیات کا ہی اور واقعی بات تو یہہ ہی کہ تعلیم سے مسلمانوں کا مقصود اصلی دینیات ہی کی تعلیم ہی وہ تمام دوسرے علوم کو علم دین کا خادم سمجھہ کر پڑھتے پڑھاتے ہیں — عربی کا سب سے بڑا حامی ہی مذہب اسلام جو عرب میں پیدا ہوکر تمام عالم میں پھیلا یہی اسلام عربی کو ہند میں سنبھالے ہوئے ہی کیونکہ قرآن اور حدیث جو اصل دین ہی عربی ہی ورنہ کوئی دنیاوی مفاد عربی پر موقوف نہیں اور نہ کوئی دنیاوی غرض عربی کے ساتھہ وابستہ ہی — مسلمانوں کا مذہبی عقیدہ ہی کہ عربی متبرک زبان ہی اسی میں خدانے قرآن کے ذریعہ سے کلام کیا ہی اور یہی زبان جنت میں بھی بولی جائیگی - وہ قرآن کی وجہ سے عربی کے لفظوں کو اسقدر عزیز رکھتے ہیں کہ سمجھتے نہیں اور اسی زبان میں عبادت کرتے اور دعائیں مانگتے ہیں جس کا ضروری نتیجہ یہہ ہی کہ ان کے اخلاق ان کے معاملات مذہبی سانچے میں ڈھلے ہوئے نہیں ہوتے - اسلام جو ہند کے مسلمانوں میں دیکھا جاتا ہی وہ ہرگز علی بصیرة اور اجتہادی اسلام نہیں بلکہ تقلید محض ہی خاندان کی رسم و رواج کی حاکم وقت کے قانون کی — ہم لوگوں کا اسلام مردہ اسلام ہی جس میں مذہبی زندگی نہیں الا ماشاءاللہ - ایک بڑی مشکل یہہ ہی کہ اسلامی مذہبی کورس اُن وقتوں کا بنا ہوا ہی جبکہ اسلام کی ابتدا تھی دوسرے تمام مذاہب اُس سے بر سر پر خاش تھے اور ہر تدبیر سے اُس کے نور کو بجھادینا چاہتے تھے اگر اسلام کو درخت فرض کیا جاے تو وہ ایسا درخت ہی جو پانی کی جگہہ آدمیوں کے خون سے سینچا گیا اور مقتولوں کی لاشوں نے اُس کو کھات کا کام دیا پس اُسوقت کے مذہبی احکام مسلمانوں کی اُس وقت کی حالت کے بالکل مناسب تھے - لیکن اب زمانے کا رنگ بدلا ہوا ہی اور مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں مغلوب ہیں خاصکر ہند کے مسلمان کہ بادشاہ سے رعیت حاکم سے محکوم آقا سے

غلام بنا دیئے گئے ہیں اور اُن کا مذہبی قانون جس کو فقہ کہتے ہیں اُس کا اکثر حصہ بے کار ہوگیا ہی اور جو قدر قلیل باقی ہی وہ حکام وقت کی مہربانی سے باقی ہی اگر آج اُسے کلا یا جزا منسوخ کردیں تو کون اُنکا ہاتھہ پکڑ سکتا ہی - لیکن مذہب تو ہر حالت کے لیئے ہی جیسے تندرست کے لیئے ویسے بیمار کے لیئے جیسے مقیم کے لیئے ویسے مسافر کے لیئے جیسے غنی کے لیئے ویسے مفلس کے لیئے تو ہمارا مذہبی کورس ہماری حالت موجودہ کے لحاظ سے محتاج ترمیم ہی — یہہ نہیں کہ ہمارے کورس میں ہماری حالت موجودہ کے مناسب احکام نہیں ہیں اس لیئے کہ ہجرت سے پہلے کا زمانہ ہماری حالت موجودہ سے بہت ملتا جلتا ہی مگر اُس کے ساتھہ ہی قرآن میں حدیث میں فقہ میں ہجرت کے بعد کا زمانہ بھی ہی اور وہ مسلمانوں کو کھوئی ہوئی حکومت کو یاد دلاتا رہتا ہی اب اگر ہجرت کے بعد کے زمانہ کو کورس سے خارج کریں تو کر نہیں سکتے — رہنے دیں تو سرود بستاں یاد دھانیدن ہوتا ہی - فقہی مسائل توخیر داخل فروعات ہیں بڑی بات تو یہہ ہی کہ دنیاوی بہبود عزۃ ' حکومت ' دولت ' سب کچھہ انگریزوں کی مٹھی میں ہی ہم مسلمانان ہند اگر فلاح دنیا چاہتے ہیں تو اُس کے حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہی کہ بطوع خاطر ان کی اطاعت کریں صمیم قلب سے خیر خواہ اور وفادار رعیت بن کر رہیں اور عملداری کی برکات سے مستفید اور متمتع ہوں — اگرچہ اسلام کہلے لفظوں میں ہم کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہی مگر اختلاف عقاید اور عربی کورس کروسڈ کی یاد کو تازہ کرتا رہتا ہی جس کا نتیجہ یہہ ہی کہ امیر حبیب اللہ خاں نے کابل میں انگریزی مدرسہ جاری کرنا چاہا لاہور سے مسلمان انگریزی خواں ڈگری یافتہ مدرس بلائے کابل کے مولویوں نے انگریزی تعلیم کی مخالفت کی امیر صاحب نے مدرسہ کا اجرا موقوف کردیا اور بعض کہتے ہیں ملتوی کردیا اور تمام ممالک اسلامی میں یہی حال ہی مگر غور کرنے کی بات یہہ ہی کہ آیا ہم مسلمانان ہند بھی ایسا کرسکتے ہیں اور کریں تو ہمارا کیا حشر ہو خدا خدا کرکے سر سید کے طفیل میں انگریز مسلمانوں پر نظر عنایت کرنے لگے ہیں عربی کورس پر زور دیا جائے انگریزوں کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں بدگمانیاں تازہ ہوں اور پھر دونوں ایک دوسرے

کي نظر میں مبغوض ٹھہریں — اور ابھي مسلمانوں نے انگریزي پڑھکر کون سي دولت کمائي ھی - دولت کمانے کے دن تو آگے آگے آ رہے ھیں جب مسلمان سائنس میں توغل کرینگے - مسلمانوں کے حق میں جو تعلیم مفید ھی وہ صرف سائنس کي تعلیم ھی اور سائنس ھي کے لالچ سے ھم انگریزي پڑھنے لگے ھیں پس ھم کو اپني ساري ھمت سائنس میں محصور و مقصور رکھني چاھیئے - یورپ نے سائنس ھي کي بدولت ترقي کي ھی اور ھندوستان بھي جب ترقي کریگا سائنس ھي کي بدولت ترقي کریگا تو جب تک ھم سائنس کو اعلی درجہ تک نہ پہونچادیں ھم کو اپني قوت کو منتشر نہیں کرنا چاھیئے — نہایت افسوس کي بات ھی کہ جس علم کي ھم کو سخت حاجت ھی جس کے ساتھہ ھماري ساري اُمیدیں وابستہ ھیں یعني سائنس اُسي کا علیگڈہ کالج میں توڑا ھی اور کالج کي شان اور اُس کے نام کے مطابق سائنس کي تعلیم کا اھتمام نہیں ساز و سامان نہیں - کیا سر سید کو جو کالج کے باني تھے اور جنھوں نے کالج کے پیچھے اپنا خون اور پسینا ایک کردیا تھا سائنس کي ضرورت نہیں سوجھي تھي — سب سے پہلے سوجھي تھي اور تعلیم کے بارے میں اُن کا پروگرام صاف و صریح تھا - خدا کو مسلمانوں کا کچھہ بھلا کرنا تھا کہ سب سے پہلے سر سید کو مسلمانونکي خستگي حالت کا احساس ھوا اور تشخیص مرض کے ساتھہ اُس کا حکمي علاج بھي اُن کو تحقیق ھوگیا - وہ علاج تھا سائنس کي تعلیم تاکہ مسلمان سائنس پر عمل آور ھوں اور بے منت غیرے سائنس کے ذریعہ سے اُن کي حالت درست ھو - پھر اُنھوں نے دیکھا کہ سائنس کا مخزن ھی انگریزي — سائنس کے جاننے کے لیئے انگریزي کا جاننا ضرور ھی اور مسلمان بوجہ تعصب انگریزوں سے اور انگریزوں کي ھر ایک چیز سے اور ازانجملہ انگریزي زبان سے بھي متنفر ھیں — سر سید کا اصل مطلب مسلمانوں میں سائنس کے پھیلانے کا تھا اور اُنھوں نے شروع ھي میں یونیورسٹي کے منصوبے کو ظاھر بھي کردیا تھا اور سمجھنے والے سمجھہ بھي گئے تھے مگر یونیورسٹي کا جاري کرنا ایک عظیم‌الشان کام تھا اور مسلمان اُس کے لیئے طیار نہ تھے ناچار اُنھوں نے چھوٹے سے اسکیل پر کام شروع کیا — ایک طرف تو اُنھوں نے زبردست آرٹیکلوں کے ذریعہ سے مسلمانوں پر اُن کے تعصب کي غلطي ثابت کي

اور نقصانات جو تعصب پر مترتب ہو رہے تھے اُن کو دکھائے اور دوسری طرف انگریزوں کے ساتھہ میل جول کی راہ نکالی اور یونیورسٹی کے طور پر علیگدہ میں ایک اسکول بھی جاری کردیا جو سر سید کی زندگی ہی میں یونیورسٹی کی طرف کو ترقی کر کے اعلی درجے کا کالج بنگیا تھا اور گورنمنٹ کے کالجوں میں کوئی کالج اُس کو لگا نہیں کھاتا تھا اور اب بھی نہیں کھاتا — کالج یونیورسٹی کے کنارے آ لگا تھا کہ سر سید کو خدا کی طرف کا بلاوا آ گیا —

قسمت تو دیکھہ جاکے کہاں ٹوٹی ہی کمند
دو چار ہاتھہ جب کہ لب بام رہگیا

باوجودیکہ محمدن کالج کے اجرا سے سر سید کا مقصود اصلی مسلمانوں میں سائنس کا پھیلانا تھا مگر اُنہوں نے اس خصوص میں کچھہ کر کے نہ دکھایا بلکہ ایک حساب سے اُنہوں نے سائنس کی طرف سے بے پروائی کی کیونکہ کالج کا سائنس اُن کے وقت میں بھی کم زور رہا اور ابھی تک بھی کم زور ہی — تو اس کی بڑی وجہ یہہ تھی کہ ہندوستان میں تو سائنس کا نام و نشان نہیں چار و نا چار یوروپ سے سائنس داں پروفیسر لانے پڑیں گے یعنی کالج میں اتنے ہاتھی باندھنے ہونگے اور سائنس کی تعلیم کے لیئے جو آلات درکار ہوتے ہیں وہ بھی یوروپ ہی سے منگوائیں جائیں اور یہہ سب کچھہ رقم کثیر کے بدون ہو نہیں سکتا اور رقم دیں نہ دیں مسلمان سو مسلمان اول تو مفلس دوسرے انگریزی اِن کی چڑ — اِن مجبوریوں میں سر سید سوائے اس کے اور کیا کرسکتے تھے کہ جس طرح نادان ہٹیلے بچوں کو ریوڑیوں سے پھسلاکر کام نکالا جاتا ہی مسلمانوں کو انگریزی پر لگایا کہ خیر اسی سے کچھہ کما کھائیں گے اور سائنس کی ابجد سے بھی آشنا ہونگے — سر سید کی یہہ توقعات تو بخوبی پوری ہوئیں — مسلمانوں میں انگریزی کی طرف وہ اگلی سی نفرت نہیں رہی سرکاری نوکریوں کے سلسلے میں بھی مسلمانوں کی رسائی ہونے لگی ہی — جس نے انگریزی مڈل بھی پاس کرلیا ہی، دل سے انگریزی عملداری کی قدر کرتا ہی — قوم کے آٹے میں خیر خواہی کا کافی خمیر مل گیا ہی حکام کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے اعتماد بھی پیدا ہو چلا ہی — اب صرف

یونیورسٹی کی کمی ہی سو اس کے لیئے بھی کوشش ہو رہی ہی اور خدا کو منظور ہی تو اویر سویر یونیورسٹی بھی بنکر رہیگی — سر سید نے اپنی قوم اور ملک پر جو احسان کیئے سو کیئے برٹش گورنمنٹ پر بھی اُن کے حقوق خدمت کچھہ کم نہیں ہیں اور گورنمنٹ اس کا اعتراف بھی کرتی ہی ۔ علیگڈہ کالج سر سید کا ایک مقدس ترکہ ہی جس کے متعلق سر سید کی تحریری وصیت ہی کہ اس کو یونیورسٹی کے درجہ تک پہونچایا جاے — مسلمان اگر اپنے محسن کی وصیت پر عامل نہ ہوں اور چھہ کروڑ مسلمان دس لاکھہ روپیہ بھی نہ کرسکیں تو احسان ناشناسی کے علاوہ خود کشی کا الزام بھی اپنے سر لیں گے اور ہمیشہ کے لیئے اِن کی قسمت کا فیصلہ ہوجاے گا خس کم جہاں پاک — لیکن گورنمنٹ تو حق ناشناس نہیں وہ ضرور یونیورسٹی کے لیئے سر سید کی روح کو عذاب ناکامی میں نہیں رہنے دے گی — اب یہہ گورنمنٹ کا کام ہی کہ سمجھے اور ہم مسلمانوں کا کام ہی کہ گورنمنٹ کو سمجھائیں کہ سرسید کی پالیسی تعلیم کے بارے میں کیا تھی — سر سید کی پالیسی کی یادداشتیں کالج کے دفتر علیگڈہ انسٹیٹیوٹ کالج میگزین میں لکھی ہوئی موجود ہیں اور وہ پالیسی وہی ہی جو میں اوپر بیان کرآیا ہوں — اب ہم مسٹر برون کی مجوزہ اسکیم کو سر سید کی پالیسی سے ملاکر دیکھتے ہیں تو ایک کو دوسرے کا نقیض پاتے ہیں — اور اسبات سے اور بھی تعجب ہوتا ہی کہ وہ لوگ اس اسکیم کے مجوز اور موید ہیں جو کالج کی حمایت سر سید کی وفاداری اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں — لوگوں نے فی زعمہم دین اور دنیا میں تفریق کر رکھی ہی سو عربی پر زور دینے سے ہم ہندوستان کے مسلمانوں کا کسی طرح کا دنیاوی فائدہ تو ہی نہیں سرکاری تعلیم کے علاوہ مسلمانوں میں اب بھی عربی کا تھوڑا کچھہ چرچا ہی — بڑے بڑے شہروں میں جابجا عربی کے درس جاری ہیں اور ان درسگاہوں سے اچھے اچھے جید طالب العلم فارغ التحصیل ہوکر نکلتے ہیں مگر جسکو دیکھا معاش کی طرف سے پریشان — یہہ لوگ دنیا کے تو کسی کام کے ہوتے نہیں ناچار دین فروشی کرنے لگتے ہیں اور کسی رنگ میں بھی ہوں ساری عمر توکل پر گذران کرنی پڑتی ہی جو گداگری کی ایک شان ہی — قوم کا بہت روپیہ ان لوگوں کی پرورش میں ضایع ہوتا ہی —

اور بڑي مصيبت يهه هى كه يهه لوگ قوم كو سنبهلنے نهيں ديتے – بعض
غلط فهمي سے اور اكثر خود غرضي كي وجه سے مسلمانوں كو صلاح بد ديتے
رهتے هيں اور ميرا خيال يهه هى كه مسلمانوں كے افلاس مسلمانوں كي
ذلت و خواري كا بڑا حصه ان هي لوگوں كي وجه سے هى – دين كا ايسا
حيله ان لوگوں كے هاتهه آگيا هى كه بيچارے عوام ان كے بهكانے ميں آهي
جاتے هيں – ليكن جوں جوں نئي تعليم اشاعت پاتي جاتي هى ان كا پرده
فاش هوتا جاتا هى اور اب خدا كے فضل سے يهانتك نوبت پهونچي هى
كه خود مولويوں كا گروه ڈهيلا پڑچلا هى ودوالوتدهن فيدهنون تو ميں
مسلمانوں كو آگاه كرتا هوں كه ان كي طرف سے هوشيار رهيں الحزم سوءالظن
يهه هى وه نتيجه جو عربي كي تعليم پر مترتب هو رها هى قوم كے حق ميں
اور خود پڑهنے والوں كے حق ميں — رها ديني مفاد تو ان هي مولويوں
كے اختلافاف نے اسلام كي تمام خوبيوں كو خاك ميں ملا ركها هى – ايسي
چهوٹي چهوٹي باتوں پر كه مثلا نماز ميں هاتهه عين سينے پر باندهنے چاهيئيں
يا ذرا سينے سے نيچے باندهنے سے بهي هوجاتي هى – نماز جماعت ميں
مقتدي كو سوره فاتحه پڑهني ضرور هى يا نهيں – آمين پكار كر كهني
چاهيئے يا آهسته سے قيام نماز ميں ٹانگيں عمودي طور پر متوازي ركهيں يا
دونوں ميں زاويه بناكر پاس كے نمازيوں سے ٹانگيں بهڑا ديں - ايسي ايسي
خفيف اور ركيك باتوں پر مسلمان هيں كه آپس ميں لڑتے هيں فوجدارياں
هوتي هيں مچلكے ليئے جاتے هيں جرمانے بهرتے هيں هر ايك پارٹي نے اپني
مسجد خاص كرلي هى مجال نهيں كه مخالف پارٹي كا آدمي اُس ميں
جاسكے — دلي ايسے اختلافات كا مشهور اكهاڑا هى دن اور مهينا كهنا تو
مبالغه هى مگر هاں كوئي برس تو نهيں گذرنے پاتا كوئي نه كوئي مولوي
ضرور ايك عجيب اور انوكهي بات نكال كهڑي كرتا هى اور پهر اُس بات كا
بتنگڑ بنتا رهتا هى ميں اپنے متعارفين ميں دو مياں بي بي كو جانتا هوں
جن ميں ايسے هي اختلافات كي وجه سے چهتم چهتا هوگئي — يهه فساد
مروجه عربي كورس كي رگ و پے ميں سرايت كيئے هوئے هى پس ايك
سيدهے سادهے مسلمان كے ليئے محفوظ طريقه يهه هى كه آنكهه اُٹهاكر بهي
اس كي طرف كو نه ديكهے ايك كان بهرا كرے اور دوسرا گونگا – زياده سے
زياده اس كو اتنا هي كرنا چاهيئے اور اس زمانے ميں اور اس ملك ميں

مجتہد مسلمان بننے کے لیئے اتناهي بس کرتا هی که آدمي جس طرح بهي بن پڑے اتني عربي سيکهه لے که وه قرآن کا مطلب لفظوں سے استنباط کرلے اور اگر عربي کي تعليم ذرا باقاعده کردي جاے تو يونيورسٹي کے عربي کورس سے اتني استعداد حاصل هوسکتي هی اور عليگڈه کالج کا عربي استاد اس قدر تعليم پر بخوبي قادر هی کسي مصري عالم کے بلانے کي ضرورت نہيں يہه محض غلط خيال هی که مصري عالم کي صحبت سے گو وه شبانه روز کي بهي هو طالب العلموں کو بے تکلف عربي بولني آجاے گي — کيا وه عالم همه وقت بکتا هي رهے گا اور کيا وه عالم خود بهي سب طرح کي بات چيت کرني جانتا هوگا اور يہه سب کچهه صرف دو برس ميں - اور بالفرض والتقدير اگر ايسا هو بهي تو طالب العلم مدرسه چهوڑے پيچهے کس سے عربي بوليں گے کس کے ساتهه عربي ميں خط و کتابت کرينگے — مسٹر براون کي اسکيم اس ليئے بهي ناممکن الاجرا هی که خدانے چاها تو اُن کو ايسے طالب العلم هي نہيں مليں گے جن کو وه اپني اسکيم کے مطابق عربي پڑهوائيں - کيا انگريزي ميں بي اے کے درجے پر پہونچکر طالب العلموں کو اتني بهي عقل نہيں آئيگي که وه عربي ميں زياده توغل کرنے کو بے سود محض اور تضيع وقت سمجهيں — ميں ابهي حال ميں مسٹر آرنلڈ کے رخصت کرنے کو عليگڈه گيا تها — کالج کے بچے بچے کو مسٹر براون کي اسکيم کا مخالف پايا — رها عربي کالج کا اجرا دوسرے لفظوں ميں اُس کے يہه معني هيں که عليگڈه محمدن کالج کي عمارت کو مسمار کرکے اُس ميں گدهوں کا هل پهروا ديا جاے گا *

عربی کی تعلیم پر مولانا شاہ سلیمان صاحب کی راے

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری نے ، جو ایک مشہور روشن خیال عالم اور خاندان مشایخ سے ہیں ' اور جو عربی میں کامل اور اپنی مقدس زبان کے فواید اور ضرورتوں سے خوب واقف ہیں ' ہمارے نام دو خط لکھے ہیں اُن کو ہم ملک کی اطلاع کے لیئے چھاپتے ہیں - تاکہ معلوم ہو کہ ایسے عالم فاضل کی کیا راے ہے *

خط مورخہ ۸ مارچ سنہ ۱۹۰۳ ع

بنام

نواب محسن الملک بہادر

تعلیم علوم عربیہ کی تحریک جو آپ کے یہاں پیش ہوئی اس کے متعلق اخبار میں مختلف مضامین دیکھا کرتا تھا مگر مجھے آپ سے سخت شکوہ تھا کہ آپ کیوں نہیں کچھہ بولتے اور غلط فہمی کو کیوں نہیں مٹاتے مگر بحمداللہ وکیل کے پرچہ میں آپ کی مبسوط تقریر ہم نے پڑھی جس سے تمام غلط فہمیاں لوگوں کی دور ہوسکتی ہیں *

میرے خیال میں آپکی راے نہایت ہی درست ہے جس قدر موجودہ تعلیم عربی ہے اُسی کو عمدہ وضع سے چلانا چاہیئے کہ نتیجہ خیز ہو نہ یہہ کہ نئے سرے سے ایسی دوسری مصیبت اپنے ذمہ لی جاے *

مگر گستاخی معاف میں بار بار وہی کہونگا جسے آپ تسلیم کرچکے ہیں کہ فقط تعلیم کافی نہیں تربیت ضروری شی ہے - عربی تعلیم کے ساتھہ جب اس کا لحاظ ہوگا تو ضرور وہ فائدہ مند ہوگی " ودون نہ خرط القتاد " *

کورس کا انتخاب اور اُستادوں کی تجویز اسطور سے ہونا چاہیئے کہ بار بار ردو بدل کی ضرورت نہو *

مورخہ ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۰۴ ع

میں ہرگز اعلی درجہ کی عربی تعلیم کالج کے لیئے مفید نہیں سمجھتا - کالج اپنی قدیمی روش پر رہے اور دینیات کی تعلیم تہوڑی اصلاح و ترمیت کے ساتھہ برابر جاری رہی بس یہی ہمارے لیئے مفید ہی — جناب نواب صاحب — افلاس وناداری سے بڑھکر کوئی دشمن ہم مسلمانوں کا اسوقت نہیں ہی اس کے دفعیہ کی تدبیر چاہیئے وہ اعلی درجہ کی عربی تعلیم سے ہرگز ممکن نہیں — ہاں اس رزولیوشن کے پیش کرنے والے حضرات اگر گورنمنٹ کی طرف سے ہمکو مطمئن کردیں کہ اس تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت و دفاتر کے عہدہ جات میں بہی ہمکو استحقاق موجودہ باقی رہیگا تو فی الجملہ ان کی تائید میں مجھے کچھہ عذر نہوگا - چشم ما روشن و دل ما شاد

کالج کو مسلمانوں کی ترقی دنیاوی کی ذمہ داری ہی اور مذہب اسلام کی پاسداری نہ کہ قدیم علوم عربیہ کے ابقا کا اُس نے وعدہ کیا ہی -

هر کسي را بهر کاري ساختند

ہم اپنی پڑوسی قوموں کو دیکھتے ہیں کہ جب اُنہوں نے اعلی درجہ کا اطمینان حاصل کرلیا اور افلاس و ناداری و ذلت جب اُن سے دور ہوئی علمی مذاق سے خود اُنہوں نے سنسکرت وغیرہ کی حمایت کی — اسی طرح جب مسلمان بہی ذرا اپنی حالت درست کرسکینگے خود بخود علمی مذاق اُن میں پیدا ہوجائیگا اور وہ بہی عربی لٹریچر کی کافی حمایت کرینگے اور تاریخ عہد ہاے عتیق اور بوسیدہ تالیفات سب ڈھونڈھکر نکال لینگے اور کسی غیر قوم کی اُن کو مدد لینے کی بہی ضرورت نہوگی •

اور مذہبی طور سے ہمارا ایمان پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نہ علوم عربیہ پر وہ تو بضرورت زمانہ و اقتضاے وقت خود ہم میں پیدا ہوگیا تہا اور اسی طرح ہوتا رہی گا - اور ہم خداے وحدہ لاشریک کے ماننے والے ہیں — علوم کے لیئے کبہی ہمارا رخ مشرق کی طرف ہوا کبہی مغرب کی جانب لیکن اینما تولوا فثم وجہ اللہ - نہ مشرقی علوم (یونان) سے ہمیں نقصان پہونچا ہی نہ اب مغربی علوم (یورپ) سے پہونچیگا - اور وہ بہی ہمارا تہا اور اب یہہ بہی ہمارا ہی ہی -

متاع نیک هر دکان که باشد

آرٹیکل

نوشتہ نواب محسن الملک بہادر

مطبوعہ

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

متعلق

عربی کے تعلیم زندہ کرنے اور ترقی دینے کے

مع

مضامین نوشتہ مرحوم سرسید احمد خان

کے

جو سنہ ۱۸۸۱ء اور سنہ ۱۸۸۶ء مین شایع کئے گئے تھے

مطبع احمدی علی گڈھ مین چھپی

مشرقی علوم و فنون

ہمکو نہایت ہوشیاری سے دیکھنا چاہئے کہ جو کچھہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ ہماری اور ہمارے ملک کی بہبودی اور ترقی کے لئے ہے ایسا نہو کہ صرف دہوکہ ہو۔ ہم کو اس وقت پہلے قصہ اور کہانیونکو یاد دلانا اور کہنا کہ ایشیا مین ایشیائی سلطنت کے زمانہ مین علوم و فنون کیا تہے اور اونکے وقت مین اونکو کیسی ترقی اور کیسی سرسبزی تہی محض بیفایدہ ہے۔ ہم کو اپنے زمانہ کے حالات پر جو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت کا زمانہ ہے غور کرنا اور اوسکو ہندوستان ہی کی حدود مین محدود رکہنا ہمارے لئے زیادہ تر مفید اور زیادہ تر کارآمد ہے۔

جبسے ایک روشنضمیر اور تربیت یافتہ گورنمنٹ یعنی گورنمنٹ انگلشیہ کے ہاتہہ مین ہماری قسمتین سپرد ہوئی ہین اوسوقت سے ہماری تعلیم نے مختلف طرح سے پلٹے کہائے ہین۔ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت جب ہندوستان مین ہوئی تو ایک مدت تک اوسنے اسبات کو نہین جانا کہ ہندوستان کے لوگون کی نسبت اس معاملہ مین اوس کا کیا فرض ہے۔ مگر جب اوسنے اس فرض کو جانا تو یہ مشکل پیش آئے کہ وہ اون کی تعلیم کا کونسا طریقہ اختیار کرے۔ جنوری ۱۸۶۳ء کے اڈنبرا ریویو مین ایک نہایت لایق اور مدبر مصنف نے اپنے آرٹکل مین اس مشکل کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے کہ

ہندوستان کے لوگونمین علمیت اور انسانیت بہ نسبت انگریزونکے زیادہ تر قدیم تھی - وہ ایک ایسی علمیت تھی جسکی بنیاد اوس زبان پر (یعنی سنسکرت وعربی) پرتھی جو یورپ کی تمام زبانون کا (اور مین کہتا ہون کہ یورپ کے بڑے بڑے علوم کا) ماخذ ہی - اسلیئے یہ مشکل سوال حل طلب تھا کہ وہ کونسی تعلیم ہے جو ہندوستانیونکو دیجاے - کیا اونکو انگریزی کی تعلیم دیجاے جو انگریزونکے مذہب سے مخلوط ہے ؟ یا اونہین کے قدیم زبانون اور قدیم فنون اور مذہبی علوم مین تعلیم دیجاے -

اس زمانہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کچھہ قوی نہ تھی اسپر بہ نسبت اسکے کہ وہ دلیری سے وہی کام کرے جو درحقیقت کرنا چاہیے خوف زیادہ غالب تھا اوسکو ہندوستان کے لوگون کے تاریک تعصبات کا ایسا خوف تھا کہ وہ سچے کام کرتے ہین بہی خوف کرتے تھے اسلیئے اوسکی یہ راے تھی کہ کوئی ایسی تعلیم جو ہندوستانیون کی آنکھون اکانون تک بہی اون باتون کو پہونچاے جو انکی قدیم علوم یا مذہبی روایات کے برخلاف ہے اختیار کرلی جاسکے - اس ناواجب اور نااستوار اور خوف زدہ اصول پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان مین مشرقی قدیم علوم اور قدیم حکمت کے تروتازہ کرنے مین کوشش کی -

اہل ہند کی بدنصیبی کا یہ دور ۱۸۳۵ء تک نہایت استحکام سے قایم رہا - آخرکار ایک نیک اور سچا مدبر یعنی لارڈ مکالی ہندوستان مین پیدا ہوا جو اوس زمانہ مین تعلیم کے بورڈ کا میر مجلس تھا - اوسنے اس دہوکہ دینے والے طریقہ تعلیم کو علانیہ ناپسند کیا اور کہا کہ اگر گورنمنٹ کی راے بندوبست موجودہ کے تبدل کرنے کی ہو تو اس میر مجلسی سے میرا استعفا منظور ہو - کیونکہ مین اوسمین کچھہ کام نہین آسکتا - مجکو اوس کام مین تقویت دینی ہوتی ہے جسکی نسبت مجکو خوب یقین ہے کہ وہ صرف دہوکہ ہے - مجھے کامل یقین ہے کہ موجودہ بندوبست

بیچ کی ترقی کرنے کی طرف نہین بلکہ معدوم ہونے والی طبعی غلطیونکی طبعی موت کے توقف کرنے پر رجوع کرتا ہے۔

لوگونکا خیال ہے کہ لارڈ مکالی ایک مذہبی شخص تہا وہ ایشیا کی تواریخ کو ایشیا کی الہیات کو ایشیا کی طبابت کو ایشیا کے مذہب کو نامعقول سمجھتا تہا اور اسلئے مذہبی خیال سے اس قدیم طریقہ تعلیم کا تبدیل ہونا چاہتا تہا۔ فرض کیا جاسکے کہ وہ ایسا ہی تہا مگر جو عزت اوسکو اپنی سچی راے ظاہر کرنے سے اور جسکو وہ دہوکہ سمجہتا تہا اوسکو دلیری سے دہوکہ کہدینے سے حاصل ہوئی ہے وہ ہمیشہ قایم رہے گی۔

جس زمانہ مین لارڈ مکالے نے اپنی یہ سچی راے ظاہر کی اوسوقت لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل تہے۔ لارڈ مکالی کی اس دلیرانہ فصیح بلیغ تحریر نے کافی اثر کیا اور ہندوستان کی تعلیم کے آفتاب کا جو بالکل گہن مین تہا کچہہ کچہہ گہن چہوٹنے لگا۔ اور گورنمنٹ نے یہہ فیصلہ کیا کہ ہندوستانیون مین یورپ کے علوم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا گورنمنٹ کا مقصد ہونا چاہیے۔ درحقیقت انگریزی عہد سلطنت مین ہندوستانیون کو خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان جو کچہہ درکار تہا وہ یہی تہا کہ وہ اوس علم و حکمت سے واقف ہون جو اوس قوی اور تنومند قوم کی جان تہی جو اون پر حکومت کرتی تہی۔ اور اوسکی تمام دانائی تمام قوت تمام خوبیون کو بڑہانیوالی تہی اور مین کہتا ہون کہ اب بہی سو برس کے قریب گورنمنٹ انگریزی کی حکومت کو گذر گئے جو کچہہ ہندوستانیونکو درکار ہے وہ یہی ہے۔

انہین تحریرون اور تحریکون کے بعد گورنمنٹ نے ہندوستان مین یونیورسٹیون کا مقرر کرنا اور بڑے بڑے شہرونمین انگریزی زبان کے ذریعہ سے اعلی درجے کی تعلیم علوم کے کالجون کا مقرر کرنا جنمین یورپ کے علم و حکمت و تاریخ کی تعلیم ہو منظور کیا اور عام تعلیم کے لئے

ودیسی زبانونکو ذریعہ ٹھیرایا۔ جسکی بنا جناب ٹامسن صاحب کے وقت مین پڑی اور جناب سر ولیم میور صاحب نے اوسکو ہمارے ملک مین اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہونچایا۔

اس انتظام سے کچھ شبہ نہین کہ ہندوستانیون نے بہت کچھ فائدہ اوٹھایا اونمین جسقدر نقص رہا وہ یہی تہا کہ جو کام خود اونکو اپنی قومی قوت سے اپنے لیئے اور اپنی قوم کے بچون کے لیئے کرنا تہا اوسکی نسبت چاہا کہ گورنمنٹ ہی کرے۔ جسکو فی الواقع گورنمنٹ نہین کرسکتی تہی۔ ہمکو توقع تہی کہ ہم روز بروز زیادہ روشنی مین آتے جاوینگے اور ہماری تعلیم کے آفتاب کا گہن جو چہوٹتا تہا وہ ایکدن نصف النہار پر پہونچیگا مگر ہم نہایت افسوس سے دیکھتے ہین کہ وہ پہر گہن مین آتا ہے نہین جاتا بلکہ نصف النہار تک پہونچنے سے پہلے ڈوبا جاتا ہے۔

چند روز ہوئے کہ ہمنے حضور عالی جناب لارڈ لٹن کی اسپیچون کو جو پنجاب کے بعض مقامات پر اونہون نے دی ہین اور جنمین علوم مشرقی کی ترغیب دلانیکی بو آتی تہی نہایت افسوس سے پڑہا تہا اور حال مین اون ایڈریسونکو جو پنجاب مین حضور ہز اکسلنسی مارکوئس آف رپن کے حضور مین پیش کیگئی ہین اور اونکے جوابون سے نہایت افسوس ہوا ہے۔

یونیورسٹی کالج لاہور کی بنیاد مردہ علوم مشرقی کو پہر زندہ کرنے کے مقصد سے قایم ہوئی تہی۔ جنکا زندہ کرنا بقول ایک بڑے مدبر کے ماسٹوڈن کے پہر زندہ کرنے کے قصد کے برابر ہے۔ جو ایڈریس سینٹ نے پیش کی ہے اور جسکے جلو مین ایسے بڑے بڑے نامی ہندوستانی سردار تہے جو شاید ہی کسی اور ایڈریس کے ساتہ ہونگے اوس مین لکہا ہے کہ ۲۰ ½ لاکہ روپیہ جو عطیہ یونیورسٹی کالج ہے والیان ریاستہا و دیگر رؤسا پنجاب نے در اصل ریاستہاے دیسی کی تکمیل سے تعلیم کو رواج دینے کی غرض سے عطا کیا تہا۔ سینٹ کو اس بارہ

مین کچھہ بھی شک نہین ہے کہ علوم کو زبانہاے دیسی کے توسل سے ترقی دینا تعلیم
کی ضروریات کو ملک کے حسب حال بنانے کا بہترین طریقہ ہے اور سپریم گورمنٹ
ہند کا بھی یہی مقصد ہے۔

ہز اکسلنسی ویسراے نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ "ترقی اشاعت زبانہاے
مشرقی و علوم مشرقی نہایت ہی کار حسن ہے میرا یقین اون لوگون سے اتفاق کامل ہے
کہ یہ مقصد بطور خود قابل تعریف ہے اور جہانتک میری حد وہ واقفیت معاملات ہندوستا
مین ہے مین اون خیالات سے اتفاق رکھتا ہون جو میری یقین مین آپ لوگ رکھتے
ہین کہ اس ملک مین صرف زبانہاے دیسی کے توسل سے علوم و فنون کے ترقی اشاعت
بہترین سہولیت سے ہو سکتی ہے۔"

ہم صاحبان ڈایرکٹرز کے اوس مشہور مراسلہ سے جو ۱۸۵۴ء مین جاری ہوا دل سے
اتفاق کرتے ہین کہ عام تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ دیسی زبانکو قرار دینا نہایت عمدہ ہے مگر وہ
وہ طریقہ صرف دیہاتی مکاتب اور تحصیلی اسکولونین محدود رہ سکتا ہے نہ اعلی [illegible] ہم [illegible]
اور اوس تعلیم مین جو یونیورسٹی کی تعلیم کہلاوے اور دیسی تعلیم مین جو بی۔ اے یا بالغ العلوم
اور ایم۔ اے یا مالک العلوم کا لقب حاصل کرنے کی مستحق ہو۔ اگر یونیورسٹی پنجاب کا مقصد
اس پیچیدہ طریقہ مشرقی علوم کو ترقی دینا ہے یا علوم مغربی کا رواج دینا ہے تو ہم سمجھتے ہین
کہ بعوض اسکے کہ ہم کچھہ روشنی مین اوین تاریکی مین پڑنے والے ہین اور بعوض اس کے کہ
ہم کچھہ ترقی کرین ایسے ہٹنے والے ہین کہ ہمکو پہرا یک لارڈ مکالی کی ضرورت ہوگی جو ہم کو اوس
تاریکی سے نکالے اور آگے بڑہاوے۔ ہم صاف کہتے ہین جیسے کہ لارڈ مکالے نے کہا کہ
[illegible]

علوم مشرقی کی ترقی کا غل پنجاب مین ہر ایک کی زبان پر ہے۔ مگر ہم نہین جانتے کہ علوم مشرقی سے کون سے علوم مراد ہین۔ دینیات تو یقینی اس مین شامل نہون گے کیونکہ وہ اس بحث سے خارج ہین۔ پس اب اون لوگون سے جو علوم مشرقی کی ترقی علوم مشرقی کی ترقی پکارتے ہین پوچھتے ہین کہ وہ کونسے علوم ہین سنسکرت یا عربی و فارسی اگر اونکو بلحاظ عمدہ زبان ہونے کے خیال کیا جاے تو ہم تسلیم کرتے ہین۔ مگر صرف زبان پر علم کا اطلاق نہین ہو سکتا۔ ہان جب اوسکو بحیثیت لٹریچر یعنی علم ادب کے دیکھا جاے تو بلاشبہ اوسپر علم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

اب ہم علم ادب عربی و فارسی کی ترقی پر غور کرتے ہین اور سنسکرت کو چھوڑ دیتے ہین کہ اوسکو ہم نہین جانتے۔ عربی و فارسی کی لٹریچر تمام تر یا ہزلیات یا عاشقانہ مضامین یا ناپاک قصص و حکایات یا سلاطین و امرا کی جھوٹی تعریف یا ایسے الفاظ اور فقرات کی قافیہ بندی سے جسکے الفاظ عمدہ اور مطلب کچھ نہین بھری پڑی ہے وہ انسان کے دل پر انسان کے اخلاق پر کوئی نیک اثر پیدا نہین کر سکتی وہ انسان کی فطری قوت کو تحریک مین نہین لا سکتی اوسکا پڑھنے والا شروع ہی سے جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور مبالغہ شاعرانہ اور منشیانہ ہے اور اسی لیے اوسکے دل پر کوئی لفظ بھی اثر نہین کرتا۔ وہ لٹریچر ایسے مبالغہ آمیز جھوٹ سے مخلوط ہے کہ پڑھنے والا یہ بھی تو نہین جان سکتا کہ اصل واقعہ اسمین کیا ہے۔ سیکڑون کتابین عربی و فارسی لٹریچر کی اسوقت موجود ہین جنمین سلاطین کا مصنفون کا شاعرون کا حال مندرج ہے۔ اصلی اشخاص عاشق و معشوق کی حکایات مندرج ہین اونکی حسن و خوبی کی تعریفین لکھی گئی ہین پھر کوئی اونکو پڑھکر یہ تو بتلاوے کہ واقعی اون سلاطین یا مصنفون یا شاعرون کی کیا حالت اور کیا طبیعت تھی یا وہ معشوقہ در حقیقت کیسی صورت کیسی سیرت کیسا ناز و ر

کیسا انداز رکہتی تہی - کوئی فطرتی بات اور نیچرل خوبی اور اون کا بیان جو انسان کے دلپر اثر کرتا ہے اونمین نرہیگا - پس ایسے لٹریچر کو ترقی دینا ہمارے ساتہہ کچہہ نیکی کرنا نہین ہے بلکہ ہمکو اوسی اندہیرے مین لے جانا ہے جس مین ہم سینکڑون برس سے پڑے ہوئے تہے -

زبان صرف ذریعہ ہے انسان کے خیالات ظاہر کرنیکا اور جب انسان کے خیالات درست ہوتے ہین اوسکی اندرونی طینت تعلیم یافتہ ہوجاتی ہے اور اوسکو ہر قسم کی معلومات کی علوم کی اور واقعات کی اور انسانی طبیعت کی حاصل ہوتی ہے تب اوسکے خیالات علمی پیرایہ حاصل کرتے ہین اور جب وہ کسی زبان مین ادا کیے جاتے ہین تو وہ اوس زبان کا علم ادب کہلاتا ہے اوسی کی ترقی سے انسان کی ترقی ہوتی ہے - مگر جب مشرقی لٹریچر ان سب امور سے خالی ہے تو اوسکی ترقی دینے کا مفہوم ہماری سمجہہ مین نہین آسکتا بجز اسکے کہ ہم وہوکہ مین رہین اور حقیقت تک نہ پہونچین -

اگر یون کہا جاے کہ ہندوستانیون کے خیالات دوسری طرح پر درست و مہذب کیے جاوین اور پہر وہ اون مہذب خیالات کو مشرقی زبانون مین ادا کرین جس سے مشرقی لٹریچر کو ترقی ہوگی تو ہم پوچہتے ہین کہ وہ کیا دوسرا طریقہ ہے جس سے اونکے خیالات کو شایستہ اور مہذب کیے جاوینگے -

ایا ہوسیا پہتی قاعدہ سے یا الوپہتی قاعدہ سے یعنی اوس مشرقی لٹریچر سے یا مغربی لٹریچر سے اول سے تو محال ہے اور جب دوسرے سے مہذب کیے جاوین تو پہر مشرقی علوم و لٹریچر کی ترقی محض بے معنی لفظ رہجاتے ہین -

اب ہم لٹریچر کا ذکر اس خوف سے چھوڑ دیتے ہین کہ ایسا نہو کہ کوئی شخص گلستان و بوستان سعدی مین سے قریب ایک نصف یا ایک تہائی کے خارج کرکے اور اونکی کلیات مین سے تمام ہزلیات کو دریا مین بہا کر چند ورق ہمارے سامنے پیش کردے کہ یہ مشرقی لٹریچر ہے اور علوم مشرقی کا ذکر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قدیم مشرقی علوم فلسفہ منطق علم ہیئت علم طب علم کیمیا علم معدنیات علم نباتات علم حیوانات علم جرثقیل علم حساب جبر و مقابلہ علم تاریخ ہین اور یہی وہ علوم ہین جن سے انسان کے خیالات کو اور اوسکی معلومات کو اوسکی عقل کو ترقی ہوتی ہے فلسفہ و منطق نے یورپ مین ایسی ترقی کی ہے اور ایسے پھل پھول دیے و شاخین نکالی ہین کہ کیا ہم صرف قدیم مشرقی فلسفہ و منطق کو پڑھکر اپنے تئین مفید بنا سکتے ہین؟ جو لوگ مشرقی علوم کی ترقی کو پکارتے ہین اور خود پنجاب کالج کے ممبران سینٹ جو یورپین اور عالم ہین کیا وہ یقین کرتے ہین کہ مشرقی علم ہیئت اور مشرقی طب کے اصول صحیح ہین۔ اگر وہ اونکو صحیح نہین سمجھتے اور یقیناً صحیح نہین سمجھتے تو کیون ایسی راہ ہمکو چلانا چاہتے ہین جو درحقیقت بقول لارڈ مکالی کے صرف دہوکہ ہے۔ کیا ہماری ترقی کے لئے وہ علم کیمیا جو مشرق مین تھا اور جسکو ہندوستان مین رسیان کہتے تھے کافی ہے۔ علم نباتات مین علم حیوانات مین ہم کیا پڑہین۔ کیا عجائب المخلوقات پڑہین ہماری ترقی کے لئے کافی ہے۔ علوم مشرقی کی کتابون مین علم جرثقیل مین ایک مختصر رسالہ اصول پنجگانہ کے سوا ہم نے نہین دیکھا کیا ہمارے لئے علم حرکت و سکون پڑہنا اور اوسکی ترقیات کو جو اس زمانہ مین عجیب حد تک پہونچ گئی ہین سیکھنا محض بیفائدہ ہے کیا حساب و جبر مقابلہ جو خلاصۃ الحساب مین ہے وہی کافی ہے اور ہمکو بنئے سے اپنے کہانے کی روٹی دال کا حساب کرلینے کو پٹواری سے حساب سمجھ لینے کو بس ہے۔ اور کیا ہمکو کرنا ہے ہمارے علوم مشرقی کی ترقی ہی ہمکو نہایت مفید ہے۔ علم

تاریخ تو جیسا صحیح ہمارے ہندوستان مین ہے تمام دنیا اوسکی مفرہے اسی علم تاریخ کی ترقی ہماری رفاہ و فلاح کو بس ہے۔

ہم صاف صاف کہنا چاہتے ہین کہ ہمکو علوم مشرقی کی ترقی کے پہندے مین پہنسانا ہندوستانیون کے ساتھہ نیکی کرنا نہین ہے بلکہ دہوکہ مین ڈالنا ہے۔ہم لارڈ مکالی کو دعا دیتے ہین کہ خدا اوسکو بہشت نصیب کرے کہ اوسنے اس دہوکہ کی ٹٹی کو اوٹھا دیا تہا۔ کیا وہ ٹٹی ہماری آنکھون کے سامنے پہر لگائی جاتی ہے۔

ایڈریس کے ساتھہ بڑے بڑے ہندوستانی سردارون کا ہونا اور بہت بڑی فیاضی سے بڑے بڑے چندون کا دینا مثل ایسی ہی فیاضی کے ہے جو ہمیشہ وہ اصلی مقصد سے ناواقف رہکر دیگر اسباب سے کیا کرتے ہین۔ اونکی شان و شوکت ایسے امر کی جو فی الحقیقت کچہہ وقعت نہین رکہتا وقعت نہین بڑہا سکتی۔چند ناعاقبت اندیش ہندوستانی شاید ان باتون سے خوش ہوتے ہونگے اور گورنمنٹ کا احسان مانتے ہونگے مگر دوراندیش آدمی ان تمام باتون سے نہایت رنجیدہ ہوتے ہین اور نہایت افسوس اور مایوسی سے گورنمنٹ کی اور اون یوروپین اعلیٰ درجہ کے حکام کی کارروائی کو جو اس مین شریک ہین دیکھتے ہین۔

ہم نہایت سچائی اور گورنمنٹ کی دلی خیرخواہی سے بتانا چاہتے ہین کہ سمجہدار اور دوراندیش ہندوستانی ان تمام کارروائیون سے گورنمنٹ کی نسبت کیا خیال رکہتے ہین۔نہایت بد خیال اونکے دل مین پیدا ہوتا ہے چند سال گذرے کہ اونکو یقین کامل تہا کہ گورنمنٹ کو درحقیقت ہمکو واقعی تعلیم دینا منظور نہین ہے اور وہ ہمکو اوسی قدر تعلیم دینا چاہتی ہے جس قدر کی اوسکو ضرورت ہے۔ہمکو وہ ایسا مرکب بنانا چاہتی ہے کہ اسباب لادکر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچا دے۔ اوسکو انتظام ملک اور انتظام دفتر کے لئے چند دیسی بیلیون کی درکار ہے جو

انگریزی لکھہ سکتے ہون مگر سمجھہ نہ سکتے ہون جیسے کہ منچسٹر مین سوت کاتنے کے لئے تیلیون کی ضرورت ہے جو کچھہ کہ ہندوستان مین تعلیم کی نسبت کرتے تھی کوئی اوس کا شکر گذار نہ تھا اس لئے کہ اوسکو خودغرضی پر محمول کیا جاتا تھا نہ رعایا پروری پر۔

کچھہ بہت عرصہ نہین گذرا کہ ہندوستانیون سے یہ بدخیال دور ہوا تھا اور ہندوستانی یہ یقین کرتے تہے کہ گورنمنٹ نے اپنی پالسی بدلدی ہے اور درحقیقت گورنمنٹ کو اعلی درجے کی تعلیم دینا اور ہندوستانیون کو اونہین کے فائدہ کے لئے تعلیم دینا مقصود ہے مگر ہندوستانی خوب جانتے ہین کہ تہوڑے دنون سے مدبران سلطنت کی پالسی بدلی ہے اور ہندوستانیونکو اعلی درجہ کی حقیقی تعلیم دینا وہ مناسب نہین سمجھتے۔ اونکو ابتک یقین نہین ہے کہ یہ پالسی درحقیقت مستحکم ہوگئی ہے اور اوسپر عمل کرنا فی الواقع قرار پاچکا ہے۔ مگر ایسے واقعات جو پیش آتے جاتے ہین جیسے کہ حضور عالی لارڈ لٹن کے وقت مین انڈین سول سروس کے قواعد قرار پائے۔ اور جبکہ جناب ممدوح نے بعض اسپیچون مین علوم مشرقی کی ترقی کی ترغیب دی یا جیسے کہ یہ حال مین واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو کامل یونیورسٹی بنانے کی وقت پیش آیا وہ اندیشہ ہندوستانیون کو نہایت تردد مین ڈالتا ہے اور وہ خوف زدہ ہوکر خیال کرتے ہین کہ شاید وہ پالسی مستحکم ہوگی ہے اور پہر وہی دہوکہ کی ٹٹی ہمارے آنکھون کے سامنے کہڑی کی جاتی ہے جسکو مرحوم ہمارے محسن لارڈ مکالی نے اپنی نہایت سچی تحریرون اور زبردست ہاتھون سے اوٹہایا تھا۔ ہم نے کوئی مجلس لایق ہندوستانیون کی ایسی نہین پائی جسمین ان خیالات کی روز بروز ترقی نہوتی ہو۔ ہمارا دلی مقصد ہے کہ ہم اصلی حال ان ہندوستان کی فیلنگ کا جنکی فیلنگ بہ حقیقت قدر وغیرہ کے لایق ہے گورنمنٹ سے مخفی نرکہین اور اوس مین کوشش کرین کہ گورنمنٹ ایسی جماعت کی باتون سے جنکے ظاہر ہین زروجواہر سے

جگہ جگہ دیتے ہین اور جنکے تمام کام درحقیقت دیگر اسباب پر مبنی ہین نہ واقعی واقعات پر دہوکہ مین نہ آوے -

کیا ہندوستان کی ترقی علوم مشرقی کی ترقی سے ہوسکتی ہے - ہرگز نہین - کیا وہ اندیش ہندوستانی علوم مشرقی کے ترقی دینے سے گورنمنٹ کے احسانمند ہونگے - ہرگز نہین کیا ہندوستانی ایسے نادان اور بیوقوف ہین جو اپنے انجام کو نہین سمجھتے - ہرگز نہین سخت سے سخت متعصب مسلمان جو انگریزی زبان اور انگریزی علوم پڑہنے کو کفر والحاد جانتا ہے وہ بہی یقین کرتا ہے کہ ہماری ترقی صرف مغربی علوم مین اعلی درجہ کی تعلیم پاتے ہین منحصر ہے مگر وہ یہ کہکر اپنے دل کو تسلی دیتا ہے کہ ہمکو اپنی ترقی سے اپنا مذہب پیارا ہے - اس خیال سے اگر وہ اپنی ترقی سے دست بردار ہو تو گورنمنٹ کی شکایت کا اوسکو موقع نہین ہے - مگر برخلاف اسکے جب گورنمنٹ ایسی کارروائی کرے جو ہندوستانیونکی اصلی ترقی کی معاون نہین ہے تو پہر صورت معاملہ کی منقلب ہوجاتی ہے -

بذریعہ ترجمون کے علوم مغربی کے ہندوستان مین پہیلانے کا قصہ ایک ہنسی کی بات ہے - بہت مدت ہوئی کہ یہ پالسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد مین اختیار کی گئی تہی اور اوسی بہادر اور محسن شخص لارڈ مکالی نے اسکو بہی ویسا ہی بے سود اور دہوکہ ثابت کردیا جیسے کہ اس زمانہ کی دوسری پالسی کو ثابت کیا اور بالآخر اوس دہوکہ کی ٹٹی کو اوٹہا دیا - گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہمکو صاف صاف سیدہا و سچا رستہ ہمارے فائدہ کے لئے ہمکو بتا دے پہر جو کوئی اوسپر نہ چلے اوسکو جہنم مین جانے دے ہم دیکہتے ہین کہ یورپ مین روز بروز علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے - تمام نئی تصنیفات اور نئی تحقیقات ایک عظیم الشان دریا کی موج کی مانند بہتی چلی آتی ہین - کیا پنجاب یونیورسٹی (خدانخواستہ جبکہ وہ یونیورسٹی اونہین اصول پر ہوجاوے جن پر اب

وہ یونیورسٹی کالج ہے) اونکے ترجمون کا اور ہندوستان مین اوسکی اشاعت کا بندوبست کرسکتی ہے اور درحقیت اون علوم کی اشاعت کرسکتی ہے۔ ہم اسبات کے مخالف نہین ہین کہ پنجاب مین بہی ایک یونیورسٹی قایم ہو جیسکہ کلکتہ مدراس بمبئی مین قایم ہے مگر جن اصول پر وہ یونیورسٹی قایم ہونا چاہتی ہے اوسکے برخلاف ہین۔

جو شخص اپنی قومی ہمدردی سے اور دور اندیش عقل سے غور کرے گا وہ یقین جانے گا کہ ہندوستان کی ترقی کیا علمی اور کیا اخلاقی صرف مغربی علوم مین اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ اگر ہم اپنی اصلی ترقی چاہتے ہین تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مادری زبان تک کو بہول جاوین تمام مشرقی علوم کو نسیًا منسیًا کردین۔ ہماری زبان یورپ کی اعلیٰ زبانون مین سے انگلش یا فرنچ ہوجاوے۔ یورپ ہی کی ترقی یافتہ علوم وزرات ہمارے دستمال ہون۔ ہمارے دماغ یوروپین خیالات سے (بجز مذہب کے) لبریز ہون۔ ہم اپنی قدر اپنی عزت کی قدر خود آپ کرنی سیکہین۔ ہم گورنمنٹ انگریزی کے ہمیشہ خیرخواہ رہین اور اوسکو اپنا محسن اور مربی سمجہین۔ مگر غلامی وحیوانی کی حالت جو ہم پر طاری ہے اوس سے ہم نکلین۔ ایک فیاض اور نیکدل گورنمنٹ کا جو کسی قوم پر اوسکی بہلائی کے لئے بلکہ انسانی بہلائی کے لئے حکومت کرتی ہے یہی منشا ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہے اکسفورڈ یونیورسٹی زبانہاے قدیم کی ترقی مین نامور ہے مگر زبان دوسری چیز ہے اور علوم دوسری چیز ہین۔ بلاشبہ ہم اسبات کو کہ پنجاب یونیورسٹی کالج قدیم مشرقی زبانون کو ترقی دے پسند کرتے ہین کیونکہ قدیم لینگوج ماڈرن لینگوج کے زیور ہین۔ مگر ہم علوم مشرقی کی ترقی کے معنی نہین سمجہتے نہ علوم مغربی کا دیسی زبانون کے ذریعے سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم تک شایع ہونا ممکن جانتے ہین۔ جو اصلی مقاصد پنجاب یونیورسٹی کالج کے ہین اور اس لئے اوسکو کوئی ذریعہ اپنی ترقی کا بجز ایک دہوکے قرار نہین

دے سکتے۔

کسی قوم کی ترقی خطوط متوازی کے مانند نہین ہوتی کہ سب کے سب ایک مقام سے دوسرے مقام تک چلے آوین ہمیشہ اوسکی ترقی مثلث کی شکل پر ہوتی ہے جس کا ایک کونا آگے بڑہا ہوا ہوتا ہے اور اوسکی پچھلی سطح اوسی مناسبت سے آگے بڑہتی جاتی ہے تعلیم کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو روشنی مین لاتی ہے اور اوسکو اپنی اور غیر قوم کی تمام برائیان بھلائیان سوشل و مارل کی دکھاتی ہے اور پھر وہ اونکو دیکھکر بلالحاظ اسباب کے کہ وہ کس قوم کی ہین کسی کے اختیار کرنے مین اور کسی کے ترک کرنے مین مجبور ہوتا ہے اور ایسی قوم مین جو سکون کی حالت مین تھی ابتدا مین بوقلمون فرقے پیدا کرتا ہے اور مثلث کی ابتدا ایک کونا آگے بڑہتا ہے اور اوسکے بعد اوسکی مناسبت سے قوم آگے بڑہتی جاتی ہے۔ ہمارے لئے خیال کرنا کہ ہم مین فرقہا ے بوقلمون پیدا ہون اس خیال کے مساوی ہے کہ ہمارے دل علوم کی روشنی سے منور نہون ہم کو اگر ہم اپنی ترقی چاہتے ہین لازم ہے کہ ہم اپنی سوشل حالت پر غور کرین اوسکو اعلیٰ درجہ کی حقیقی قابلیت پر پہونچاوین اور علوم کے جو نتائج ہین اوس سے فائدہ اوٹھاوین اور بوقلمون فرقون کے پیدا ہونے کی جو ترقی کا لازمہ ہے کچھہ پروا نکرین اور یقین جانین کہ جب ہم مین کامل ترقی ہوگی وہ سب رفتہ رفتہ ایک لیول پر آجاوینگے۔ گورنمنٹ کا ہم یہ فرض سمجھتے ہین کہ ایسی ترقی مین ہماری معین و مددگار ہو اور اگر یہ منشا ہو کہ ہم اوسے لیول پر رہین جس پر اب مین سوشل اور مارل حالت مین کچھہ ترقی نکرین تو ہم کو کسی قسم کی تعلیم دینا محض بے سود ہے اپنی تو ہم سوشل مارل کی عمدہ حالت سے ناواقف ہین اور اس لئے بہت سے ہم مین ایسے موجود ہین جو اوسکے نہونے سے کچھہ رنجیدہ نہین ہین۔ ہم کو تعلیم دے کر اور اوسکی خوبیون سے واقف

کر کر اونکے حاصل کرنے سے روکنا ہمکو بہت زیادہ رنج دہ ہوگا۔ ہم نہایت افسوس سے
سے علانیہ کہنا چاہتے ہین کہ ہندوستانیون کا جو کونا ترقی کرنے کی خواہش سے آگے
بڑہا ہوا ہے اوسکو یہ رنج لاحق ہوتے ہین بہت سے تعلیم یافتہ اور دانشمند ہندوستانی اسبات
کا یقین کرتے ہین کہ ہمارے حکام ہماری سوشل و پولٹیکل و مارل حالت کی ترقی ہونا پسند نہین
کرتے۔ اور ہر وسیلہ سے اوسکو دبانا اور پیچھے ہٹانا چاہتے ہین۔ یہ خیالات اون لوگون کے ہین
جنکے خیالات وقعت کے قابل ہین اور گورنمنٹ کو اون پر غور کرنا اور اونکو دور کرنا نہایت
ضرور ہے۔ ہز اکسلنسی مارکویس آف رپن نے اپنی اسپیچ مین اس امر کو کہ مابین ساکنان
ملک یورپ اور ساکنان اس ملک کے وہ اتحاد دوستانہ نہین ہے جو پہلے تہا قابل غور
قرار دیا ہے۔ بلاشبہ ہمکو اسپر شکرگذار ہونا چاہئے۔ بلاشبہ یہ امر نہایت قابل غور ہے۔ مگر ہم
اوسوقت رفع ہو سکتا ہے کہ جو شخص ہم مین سے اپنی سوشل۔ پولٹیکل۔ مارل حالت مین
ترقی کرنا چاہے ساکنان ملک یورپ اوسکا ہاتہ تہامکر اوسکو اوس ترقی مین مدد دین مگر جبکہ
ہمارا اوسی لیول مین رکہنا مد نظر ہو جس مین اب ہم ہین تو اوس اتحاد دوستانہ کی توقع کرنا ایسی توقع
ہے کہ بغیر تخم ریزی کے ہم فصل درو کرنے کی توقع رکہین۔

انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۷۔ نومبر ۱۸۸۱ء

ورنیکیولر یعنی ہماری زبان

یہ خیال بہت پرانا ہے کہ اگر ہماری تعلیم ہماری زبان مین ہو تو ہمارے لئے اور ملک کی ترقی کے لئے زیادہ تر مفید ہے لارڈ مکالی سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسپر بہت کچھہ عمل کیا تہا - کلکتہ مین ایک سوسیٹی کتابون کے ترجمہ کے لئے قایم کی تہی اور بہت سی کتابین ترجمہ بہی کی تہین جسکا اب کہین نشان بہی نہین ملتا - پہر دہلی کالج مین اسپر ہمت مصروف ہوئی اور زر کثیر ترجمون پر اور اونکے چہاپنے پر خرچ ہوا - اب وہ کتابین جہان دستیاب ہوتی ہین روی کی قیمت سے بہی کم قیمت ہین - پہر بانیان سائنٹفک سوسیٹی علیگڈہ نے اس مسئلہ کو نہایت اہم سمجہا اور وہ سوسیٹی اس مقصد سے قایم کی کہ علوم و فنون کی کتابین اپنی زبان مین ترجمہ ہو کر شائع ہون مگر وہ بہی کامیاب نہوئی - پنجاب یونیورسٹی کالج کا جو منشا ہے وہ کوئی نئی بات نہین ہے بلکہ بہت پرانی بات ہے جسکو مدت ہوئی کہ اختیار کیا گیا تہا - اور تجربہ کے بعد بے سود سمجہکر چہوڑ دیا گیا تہا - اسوقت جو کتابین ورنیکلر مین صاحبان ڈایرکٹرز بنگالہ - اضلاع شمال مغرب - پنجاب اور یونیورسٹی کالج لاہور نے شایع کی ہین - اون کا رواج صرف گورنمنٹ اسکولونمین محدود ہے جہان وہ حکماً پڑہائی جاتی ہین اور اسکے سوا کچہہ بہی اونکی قدر نہین ہے - ہر ایک ملک کے کو بڈ بک ڈپو کا دفتر اسبات کو بتا سکتا ہے کہ ملک مین اونکا رواج کسقدر ہوا ہے غالباً کوئی کتاب بہی اسطرح شایع نہوئی ہوگی جسکی نسبت کہا جاوے کہ ملک مین اوس کا رواج ہوا

اسکا سبب یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملک تعلیم سے خالی ہے اور جب تعلیم یافتہ اشخاص ملک مین نہین ہین تو کتابون کا شیوع ناممکن ہے۔ ہم دل سے اسبات کو تسلیم کرتے ہین مگر اس واقعہ سے نتیجہ نکالتے ہین کہ ورنیکلر مین کتابونکی موجودگی ملک کو تعلیم یافتہ بنانے مین کامیاب نہین ہوئی اور مزید بران یہ کہتے ہین کہ مشرقی علوم یا زبان کی ترقی یا اونمین علمی کتابون کا ترجمہ ہمکو تعلیم یافتہ (بشرطیکہ تعلیم سے یورپ کیسی تعلیم مراد نہ لی جاوے) نہین بنا سکتی۔ نہایت زور آور یہ دلیل پیش کیجاتی ہے کہ تمام دنیا مین کوئی ملک ایسا نہین ہے جس نے اپنی دیسی زبانون اور دیسی علوم مین ترقی کے بغیر عزت و دولت حشمت و حکومت حاصل کی ہو۔ یہ دلیل اور اس قسم کی بہت سی دلیلون کو ہم دیکھتے ہین کہ سائنٹفک سوسیٹی کے اخبار اور اوسکی رودادان اور سپاسنامون مین کی گئی ہین ایسی علوم کے معنی تو ہم نہین جانتے مگر اسبات کو ہم تسلیم کرتے ہین اور بارہا تسلیم کر چکے ہین کہ جن ملکون نے اس زمانہ مین اعلیٰ درجہ کی ترقی کی ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ اونہون نے تمام علوم و فنون کو اپنی زبانمین کر لیا ہے۔ مگر جن ملکونان نے ایسا کیا ہے اونمین اور ہندوستانمین بہت بڑا فرق ہے۔ اون ملکون مین ایک ہی قوم اور ایک ہی زبان حکومت کرتی ہے۔ مگر ہندوستانمین نہ ہندوستانی حکومت کرتے ہین نہ یہان کی زبان حکمران ہے۔ پھر اون ملکون پر ہندوستان کا قیاس ایک بہت بڑی غلطی ہے دنیا مین کوئی ایک مثال بھی ایسی نہین پائی جاتی جہان حاکم و محکوم مختلف قوم مختلف زبان مختلف خیالات کے ہون اور اونہون نے اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم (جو کچھ کہ اوس کے معنی ہون) اور اپنی پرانی شایستگی کو ترقی دینے سے عزت دولت و حشمت و حکومت حاصل کی ہو۔ انگلینڈ و اسکاٹلینڈ کی درحقیقت مختلف زبانین ہین اور اسکاٹلینڈ مین اب بھی وہ بولی جاتی ہے۔ مگر ہم نے کبھی نہین سنا کہ کسی اسکاچ مین کو یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ وہ اپنی دیسی زبان اور

اور دیسی علوم کو (جو کچھہ کہ اسکے معنی ہون) ترقی دیکر عزت - دولت - حشمت - حکومت - حاصل
کرے گا - ایرلینڈ کے باشندے اگر یہی خیال رکھتے تو اونمین ایک شخص بھی ایسا لایق -
نامی پیدا نہونا جیسکہ ہوے - خود ہمارا ہندوستان ہی اسکی نظیر کے لئے کافی ہے - جب
غیر قوم یعنی مسلمانون نے ہندوستان فتح کیا تو یہانکے باشندونمین سے وہی لوگ بر سر
عرصہ اور حکومت مین شریک ہوے جنہون نے اونکے علوم اونکی زبان - اون کے خیالات
اونکا تمدن - اونکا لب ولہجہ - اونکی سی روش اختیار کی - ہندوستان مین اس خیال کا پیدا
کرنا کہ ہم مشرقی علوم اور دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جنکو ہم سمجھتے ہین جاہِ ترقی دیکر عزت - دولت حشمت
حکومت حاصل کرینگے بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکا کے اصل باشندون کو خیال دلائے
کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم مین (جو کچھہ کہ ہون) ترقی کرکے اپنی حکمران قوم مین عزت -
دولت حشمت وحکومت حاصل کروگے -

قومی ترقی اور حکومت دونون بہنین ہین - جب کسی قوم مین حکومت رہے تو اوسکی
ترقی صرف اسبات پر منحصر ہے کہ وہ اپنی فتحمند قوم کے علوم وزبان حاصل کرنے سے اپنے
فتحمندون کے ساتھہ ملکی حکومت مین حصہ لے - علوم کی اون شاخونمین اعلی درجہ کی لیاقت
پیدا کرے جنمین اون فتحمندون نے کاملیت حاصل کی ہے - سوشل عادات اور علمی و
عملی اور ملکی خیالات اس قسم کے پیدا کرے جو فاتح ومفتوح مین کسی درجہ تک مناسبت پیدا
کرین جب تک فاتح ومفتوح مین اس قسم کی مناسبت پیدا نہو اوسوقت تک باہمی دوستی
کا برتاو محالات سے ہے - اسی مناسبت کے نہونے سے آجتک ہندوستان مین
فاتح ومفتوح کے باہم دوستانہ برتاو نہین ہے - خوشامد کی باتین جو چاہے کہدے اور پولیٹکل طریقہ
مین جو کچھہ بیان کرنا ہو کیا جاے مگر ہندوستانیون کا حال اپنے فتحمند قوم کے ساتھہ غلامی کی

حالت سے کچھ زیادہ نہین ہے - ہم اس کا الزام اپنی فتحمند قوم کے ذمہ نہین دہرتے بلکہ خود اپنی قوم کے ذمہ ڈالتے ہین کہ اوسنے خود اپنے تئین اس لایق نہین بنایا کہ ہماری فتحمند قوم ہم سے دوستانہ برتاؤ کر سکے - پہر علوم مشرقی کی ترقی اور چہوٹی موٹی ترجمہ کی ہوئی کتابین ہمکو کیا نتیجہ دینگی اور ہمکو کونسی عزت - دولت - حشمت - حکومت بخشینگی - یونیورسٹی کالج لاہور نے ہمکو اب تک کس نتیجہ پر پہونچایا ہے جو آیندہ پوری یونیورسٹی ہوکر اور مردہ علوم مشرقی کو زندہ کر کر اور ہمارے پرانی شایستگی کو پہر پیدا کر کر ہمکو پہونچا دے گی - کچھ شبہہ نہین کہ یونیورسٹی کالج اب بہی ہماری ترقیون کا سد راہ ہے اور جب وہ یونیورسٹی ہوجاوے گا اور ضرور ہوجاویگا تو ملک کے لئے - قوم کے لئے - ملکی ترقی کے لئے - قومی ترقی کے لئے آفت عظیم ہوگا - ہم پر احسان رکھکر ہمکو دہوکے مین ڈالا جاتا ہے کہ ہم تمہارے مشرقی علوم و مشرقی زبان کی ترقی دیتے ہین - مگر ہم پوچہتے ہین کہ کیون اور کس مطلب سے ؟ اس کا جواب کسی پیرایہ مین اور کیسی ہی میٹہے لفظون مین دیا جاوے اوسکا نتیجہ یہی ہے کہ غلامی کی حالت مین رکہنے کے لئے -

گورنمنٹ نے ہمارے سول سروس مین داخل ہونے کا رستہ گو اوسمین کیسی ہی مشکلات پڑ گئے ہون ابہی کہلا رکہا ہے - بارسٹری کی سند ڈاکٹری کا ڈپلوما انجنیری کا سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لئے کوئی امر ہمکو مزاحم نہین ہے - ہندوستان مین انڈین سول سروس کے عہدہ کو جس مین ہماری بدبختی سے ابہی تک چندان قابلیت کی ضرورت نہین سمجہی گئی ہے جانے دو - مگر ہائیکورٹ کی ججی حاصل کرنے سے ہماری امیدین ابہی منقطع نہین ہوئی ہین - ہندوستانیون کا کونسل قانونی مین داخل ہونا ابہی تک بند نہین ہوا ہے - ہم کو سمجہنا چاہیے کہ ان حقوق کے واجبی طور سے حاصل کرنے کو ہم کو کیا کرنا ہے کیا مشرقی مردہ علوم کو زندہ

کرنے والی یونیورسٹی؟ کیا ہماری پرانی شایستگی کو پھر ہمارے لئے مہیا کرنے والی تجویز معمولی عہدے جیسی وکالت منصفی سب ججی بغیر انگریزی علوم و انگریزی زبان کے کافی لیاقت کے ہمکو میسر نہین آسکتی - پھر کیا مردہ علوم مشرقی کے زندہ ہونے اور ہماری مشرقی زبانون کی ترقی سے ہم کو کچھ نتیجہ مل سکتا ہے یونیورسٹی کالج لاہور جو پوری یونیورسٹی ہونیوالا ہے بجز اسکے کہ ہم کو سیدھی راہ چلنے سے روکے - ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھے ہم کو اس لایق نہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعوی کرسکین ہمارے حق مین اور کیا کرسکتا ہے۔

ہم کو ایسا لایق ہونا چاہیے کہ ہم دور دراز ملکون کے سفر کرنے کے قابل ہون - ہم بساطی کی سی دوکانداری سے نکلین - ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دین - ہماری تجارت کی محمدن اینڈ کمپنی کے نام سے کوٹھیان لندن مین اڈنبرا مین ڈبلن - بروزلز مین قسطنطنیہ مین پیکین مین سینٹ پیٹرزبرگ مین - واشنگٹن مین اور دنیا کے تمام حصون مین قایم ہون ہم بحری و بری سفر کو اسی طرح خوشی سے کرین جیسا کہ اور قومین کرتی ہین جن سے ہم کو عزت - دولت حشمت اور حکومت مین شرکت حاصل ہو - پھر کیا ہمارے مردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانون کا ترقی دینا ہماری پرانی شایستگی کو پھر قایم کرنا ہم کو اس قابل بناسکتا ہے ہرگز نہین ہرگز نہین پس ہمکو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانون کے ترقی دینے کے خیال مین پھنسانا ایسی تدبیرین کرنا ہے کہ ہم ناشایستہ ہوسکین ہم کو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جاے جو لوگ دور اندیش ہین وہ کبھی ایسی پالسی کو پسند نہ کرین گے اور اوسمین ہندوستان کی فلاح تصور نہ کرین گے - بلکہ اپنے حق مین - ہندوستان کے حق مین گورنمنٹ کے حق مین شدید مضر سمجھین گے۔

ہمکو سر الگزنڈر اربتہ نات کلکتہ یونیورسٹی کے ویس چینسلر کی گفتگو بہولی نہین ہے جبکہ اونہون نے کہا تہا کہ وہ تجویزین جنسے یونیورسٹی کے سندیافتہ لوگون کو اسقدر فائدہ پہونچا بغیر ایک بڑے مباحثہ اور اختلاف راے کے انجام کو نہین پہونچین اس سوال کے ہر پہلو پر سخت تکرار اور بحث واقع ہوئی اس مضمون پر اولاً بحث اون دو فریقون مین واقع ہوئی جنکو بطور اختصار اورینٹالسٹ اور یوروپین کہتا ہون - اورینٹلسٹ سے مراد وہ لوگ ہین جو یہ چاہتے ہین کہ تعلیمی سرمایہ صرف مشرقی زبانون اور قدیمی فنون کی تعلیم مین صرف کیا جاے اور یوروپین سے وہ لوگ مراد ہین جو یہ کہتے تہے کہ یوروپین لٹریچر اور علوم جدیدہ بالتخصیص انگریزی زبان کی وساطت سے سکہاے جاوین" پس حامیان لاہور یونیورسٹی بجز اسکے کہ اس متروک طریقہ کو جو درحقیقت ہمارے لئے مضر ہے پہر زندہ کرنا چاہتے ہین اور کیا منشا رکہتے ہین -

کیا اوس نیکدل اور ہندوستان کے دوست الگزنڈر اربتہ ناٹ کے اس فقرہ کو ہم بہول جاوینگے "مگر اوس اعلی تعلیم کے بارہ مین جنکی ترقی کی نظر سے ہمارے یونیورسٹیان قایم ہوئی ہین ہمکو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ قضیہ و مباحثہ بالکل ختم ہو گیا ہے اب اوس مخالفت نے دوسری شکل اختیار کی ہے اور اب یہ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اعلی تعلیم جو ہمارے کالجون اور اسکولون مین دیجاتی ہے پولٹیکل ناراضی پہیلانے کے باعث ہوتی ہے" سر الگزنڈر نے کہا کہ "اگر میری یہی راے ہوتی تو مین اس عہدہ پر نہوتا جس سے مجکو یونیورسٹی نے افتخار بخشا ہے" اونہون نے کہا کہ "جسقدر زیادہ مکمل تعلیم ہندوستانیونکو دیجاوے گی اوسی قدر وہ زیادہ گورنمنٹ انگریزی کی قدر کرنے کے لائق ہونگے" - پس پنجاب یونیورسٹی اگر وہ قایم ہو جاے تو ہمارے حق مین بجز اسکے کہ ہماری اعلی درجہ کی یوروپین تعلیم کو برباد کر دے اور اوسی پالسی پر عمل کرے جو ہماری برباد کرنیوالی ہے اور کیا کرے گی -

ہم تسلیم کرتے ہین کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے بعض تعلیم یافتہ لوگونکو زیادہ دلیر کردیا ہے اور اونہون نے نہایت سخت اور بعض اوقات نہایت بیجا اور ناواجب اور نامنصفانہ نکتہ چینی گورنمنٹ پر کی ہے۔ مگر ہم دل سے یقین رکہتے ہین اور گورنمنٹ کو بہی یقین دلانا چاہتے ہین کہ وہی تعلیم یافتہ ناراض نکتہ چین جسقدر گورنمنٹ انگریزی کے قدردان ہین شاید ہی دوسرا کوئی ہوگا پس نکتہ چینی کے اندیشہ سے ہماری تعلیم کو برباد کرنا ہمارے حق مین کچہہ انصاف نہین ہے۔ ہمکو بالغ العلوم اور مالک العلوم کے خطاب دینا اور پہر نابالغ کے درجہ پر رکہنا ہم کبہی پسند نہین کر سکتے۔

ہمارے لئے سیدہا رستہ کہلا ہوا ہے کہ جہانتک ہم سے ہو سکے یورپین لٹریچر اور یورپین سائنس مین اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ترقی کرین جہانتک ہمکو یونیورسٹی سے سچے خطاب حاصل ہو سکتے ہین حاصل کرین اور جب اس سے بہی زیادہ ہم مین ہمت ہو تو اکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیون مین تعلیم کو جاوین۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ڈگریان حاصل کرنے مین کوشش کرین۔ اپنے تئین مہذب و تعلیم یافتہ جنٹلمین اسکے اعلیٰ و حقیقی معنونکے بناوین اور جو شفیق تعلیم و تربیت و تہذیب ہم نے اون مہذب ملکونمین حاصل کیا ہو اوسکو اپنے ہموطنون اور ہم قومونمین پہیلا دین۔ بیشک ہم کو ایسا کرنے مین بہت مشکلات مین اور ہر ہمکو اپنی قوم کی جہالت اور تعصب سے مقابلہ کرنا ہے اور اوسپر اپنی مخمند قوم کے اون تنگ دل لوگون کی مزاحمت کا برداشت کرنا ہے جو ہمارے سوشل پولیٹیکل حالت کی ترقی اپنی طبعی تنگدلی کے برخلاف سمجہتے ہین۔ ہماری انگلش بیف انگلش تمدن جنٹلمین کیسے اخلاق ہیانتک کہ ہمارے تغیر لباس سے بہی وہ ایسے ناراض ہوتے ہین اور چشم خشم آلود سے ہم کو دیکہتے ہین جیسے کوئی ایک نہایت تنگدل بڑے مجرم کو دیکہتا ہو۔ مگر ہم کو اپنی اور اپنی قوم کی بہلائی پر نظر رکہنی چاہئے اور

جو تکالیف اور مشکلات ہمکو پیش آوین نہایت تحمل اور پختہ مزاجی سے برداشت کرنی چاہئین - مگر ہم اس بات کو مخفی رکھنا نہین چاہتے کہ گریٹ رفارمر یعنی زمانہ ان باتون کو ضرور ہونے دیگا اور کوئی مزاحمت اور کوئی ناخوشی و خفگی اوسکو روک نہین سکے گی - مگر بیشک یہ تنگدلی کے خیالات ناراضی کو ترقی دینے والے اور فاتح و مفتوح مین ہمدردی اور محبت کو توڑنیوالے ہین -

انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۰ء

ہماری زبان اور ہماری اعلیٰ درجہ کی تعلیم

ہمارے دو آرٹیکلون نے جو ہمارے پچھلے اخبارون مین چھپے ہین ہمارے پنجاب کے دوستون کو گھبرا دیا ہے - بلکہ کسی قدر رنجیدہ کر دیا ہے - وہ سمجھے ہین کہ ان آرٹیکلون سے ہم کو بالتخصیص پنجاب یونیورسٹی پر حملہ کرنا مقصود ہے - اور اپنے حسن ظن سے اوسکی بنیاد وجہ قایم کی ہے - ہم کو افسوس ہے اگرچہ کمینہ خصلت ہم مین سے ہے پنجاب یونیورسٹی جس کے اصول سے ہم بلاشبہ مختلف الراے ہین اگر وہ یونیورسٹی ہو جاے تو ملک کو اور ایسے وسیع ملک کو جس مین تین اور یونیورسٹیان موجود ہین کوئی معتد بہ نقصان نہین پہونچا سکتی - اگر وہ صحیح اصول پر قایم ہوتے ہے اور اوس سے ملک کو برخلاف ہماری راے کے فائدہ پہونچنے والا ہے تو چشم ما روشن ہماری عین خوشی ہے کہ ملک کو فایدہ پہونچے اور ہماری راے غلط ثابت ہو اور اگر وہ درحقیقت ملک کو فایدہ پہونچانے والی نہین ہے تو اوسکو ہونے دو اوس سے مخالفت کی کچھ ضرورت نہین ہے - خود اوس مین ناکامی کا بیج ہے اور وہ آپ ہی آپ ناکام ہو جاوے گی -

ہمارا مقصد صرف اپنی قوم کو متنبہ کرنا ہے کہ درحقیقت کیا چیز اوسکے لئے مفید اور اسکے لئے بکار آمد ہے اور گورنمنٹ کو اس بات کا جتلانا ہے کہ ہمارے ترقی کے لئے اوسکو کیا کرنا

ہے ۔ عام تعلیم ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ عام تعلیم کے لئے ہمارے زبان نہایت عمدہ وسیلہ ہے جو تحصیلی اور دیہاتی مکتبون مین محدود رہنی چاہیے ۔

ہم اس بحث کو بھی چھوڑ دیتے ہین کہ ہماری زبان مین علوم و فنون کے ترجمے سے ہم کو اعلیٰ درجہ کی ترقی تعلیم مین ہو سکتی ہے یا نہین ۔ اگر بالفرض ہو بھی سکتی ہو تو اوس کا نتیجہ کیا ہے بنارس کالج نے سنسکرت زبان کی ترقی پر بہت کچھہ توجہ کی مگر وہ ایک کو بھی سنسکرت مین اون پنڈتون کے برابر نہین بنا سکا جو دہوتی باندہے کہری سے پٹنے سنکٹا اور شیوالہ گھاٹ کی سیڑہیون پر بیٹھہ کر اپنی مقدس زبان سنسکرت کی تحصیل کرتے ہین ۔ اوسکی تحصیل سے ملک کو بجز اسکے کہ بنارس مین دس پانچ منگتا پنڈت اور زیادہ ہو گئے کیا نتیجہ حاصل ہوا یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ بدخشان کے طالب علمون کو جو کچھہ تعلیم دی ہو دی ہو ہمکو اوس کا حال معلوم نہین ۔ مگر آجتک اوس نے ایک کو بھی عربی یا فارسی مین اون لوگون کے برابر نہین بنایا جنہون نے مسجد کے چبوترون اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حجرون مین بیٹھکر اور درود فاتحہ کی روٹی پر گذران کر کر عربی و فارسی کو تحصیل کیا اور اعلیٰ درجہ تبحر اوس مین پیدا کیا ۔ مگر اوس کا نتیجہ بجز اسکے کہ مردون کی روٹیان کہانے والے اور زیادہ ہو گئے ملک کو کیا فائدہ پہونچا ۔ اگر پنجاب یونیورسٹی قائم ہو جاوے اور ہمکو علوم مشرقی مین دیسی ہی تعلیم دے (گو دیسی تعلیم بھی ممکن نہین) تو بجز اسکے کہ چند بیکاری اور چند فاتحہ کی روٹی کہانیوالے ملک مین زیادہ ہو جاوین اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ ہمکو صاف صاف بتاؤ کہ لاہور یونیورسٹی کالج نے جن لوگون کو انٹرنس مین پاس ہونے کی سندین عطا کی ہین پروفیشینسی اور ہائی پروفیشینسی کے خطاب مرحمت فرمائے ہین وہ کس مرض کی دوا ہین اور اون سے ملک کو، قوم کو، اوسکی دولت حکومت کو، اوسکی تجارت کو، اوسکے اخلاق کو، اوسکی روشن ضمیری کو، اوسکی وسعت خیالات کو کیا فائدہ پہونچا ہے

یا آیندہ پہونچ سکتا ہے - ہان اگر یہ کہا جاے کہ اوس تعلیم سے مقصد ہی یہ ہے کہ ایسے نہو سنئے
پاوین تو سب کچہہ تسلیم کیا جا سکتا ہے -

ہمکو وظیفہ دیا جاتا ہے کہ خود ہم نے اسی اصول پر سائنٹفک سوسائٹی قایم کی تہی - اور
بہت کچہہ اور تکرار گورنمنٹ سے کی تہی اور اب ہم اوسکے برخلاف ہین - ہان یہ بات سچ ہے
اور جسقدر مباحثہ ہم نے کیا جو ہماری سوسیٹی کے دفتر مین موجود ہے اور بہت سے کاغذون مین
چہپ چکا ہے ابہی اوسقدر مباحثہ اور استدلال پنجاب یونیورسٹی کے طرفدارون نے نہین کہا - مگر
اوس زمانہ مین اور حال کے زمانہ مین زمین آسمان کا فرق ہے - سینٹیفک سوسیٹی کی بنا کو بڑے ہے
اٹھارہ اونیس برس کے قریب زمانہ گذرا وہ زمانہ وہ تہا کہ اوس سے تہوڑے عرصہ پیشتر ہماری ملکہ
معظمہ قیصر ہند نے سلطنت ہند کا اختیار اپنے ہاتہہ مین لیا تہا اور اہل ہند کو مطلق معلوم نہ تہا کہ کس
سے ہمارا تعلق چہوٹا اور کس سے ہمارا تعلق ہوا اور اس تبدیلی نے جو بظاہر صرف نام کی تبدیلی
تہی اہل ہند کو کن کن حقوق کا مستحق کیا اور اون کے حقوق کے حاصل کرنے کو اونہین اپنے
تئین کس درجہ تک لایق بنانا ضرور ہے وہ زمانہ وہ تہا کہ اوس مین انگریزی علوم کی حاجت نہ تہی
یا یون کہو کہ قدر نہ تہی - تمام عدالتون مین دیسی زبان مروج تہی - اعلی سے اعلی عہدون کے لئے
اودنی درجہ کے مشرقی تعلیم کافی تہی - ہندوستانیون کو خیال بہی نہ تہا کہ ہم کوئی ایسا عہدہ بہی پا سکتے
ہین جو ہماری فتحمند قوم کے نوجوان باتجربہ کار حکام کو مل سکتے ہین اوس زمانہ مین ریل اور تار برقی
کو کروڑون ہندوستانیون نے دیکہا ہے نہ تہا - اور جو خیالات تجارت و ترقی کے اب پیدا
ہوتے ہین وہ اوس زمانہ مین کسی کے خیال مین بہی نہ تہے - سمندر کے سفر سے بجز اون حاجیون
کے جو نہایت ابتر اور خراب حالت سے سفر کرتے تہے اور جس مین ڈوبنا بہ نسبت سلامت
پہونچنے کے زیادہ یقین کے قابل تہا کوئی جانتا بہی نہ تہا - اوس زمانہ کے مناسب حال بلاشبہ

ایک شخص کو جو سچے دل سے اپنے ملک و قوم کی ترقی کا خواہان ہو اس خیال کا پیدا ہونا کہ ہم دیسی زبان کے ذریعہ سے اپنی ملک و قوم کو ترقی دین نہایت واجب اور سچا خیال ہو سکتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ تمام حجاب رفع ہوسے تے گئے اور خود زمانہ نے بتادیا کہ کدہر کدہر جاتے ہو اور ٹہیک رستہ کدہر ہے۔

زمانہ مین کچھہ خفیف تبدل نہین آیا بلکہ ایسا تبدل آیا جو آنکھہ سے دکھائی دیتا ہے۔ تربیت یافتہ لوگون سے نے ہی نہین بلکہ عام لوگون سے نے بہی بخوبی اوسکو دیکہا ہے۔ ہم مثالاً اپنے ملک کی بڑی عدالت کا ذکر کرتے ہین۔ جبکہ صدر عدالت ہائیکورٹ نہین ہوئی تہی مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم اور لایق شخص وکالت کرتے تہے اور ایسے کامیاب تہے۔ کہ زمانہ اون پر رشک کرتا تہا۔ وہ نام کے مولوی فاضل نہ تہے بلکہ حقیقتاً مشرقی علوم اور مشرقی زبان سے ایسے عالم تہے کہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو اون سے ادنا بہی پیدا کرنا نہایت مشکل ہے۔ دفعتاً ۱۸۶۶ء مین صدر عدالت ہائیکورٹ ہوگئی اور یورپین علوم اور یورپین زبان سے نے اپنا راج کیا وہ بار آور درخت مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے جنکی ٹہنگ آسمان تک پہونچی تہی اس طرح کملا کر زمین پر گر پڑے جیسے کوئی نیا نازک پودا پانی کے صدمہ سے جہلس جاوے۔ اب ہائیکورٹ مین جاکر علما علوم مشرقی کا حال دیکہو کہ اون پر اداسیان ٹپکتی ہین نہ وہ اپنے ذات کا کچھہ فائدہ کرسکتے ہین نہ ملک کا۔ نہ قوم کا۔

تمام عہدون مین سے مشرقی زبان خارج ہو گئی ہے۔ دیوانی عہدون مین جنکی بنیاد وکالت کے امتحان پر قایم ہوتے ہی مشرقی علوم و مشرقی زبان کی قدر پرسش نہین رہی ہے ہم سے نے سنا ہے کہ ہائیکورٹ کی وکالت کے امیدوارون کی فہرست مین ایک بہی مسلمان نہین ہے نہ کوئی پنجاب یونیورسٹی کالج کا خطاب پایا ہوا ہم نے سنا ہے مگر ہم کو صحیح معلوم نہین کہ

ایک لایق تحصیلدار عالم علوم مشرقی کو امیدواران ڈپٹی کلکٹری کی فہرست مین اسلیے جگہ نہین مل سکی کہ وہ انگریزی نہین جانتا۔ ہم گورنمنٹ کے اِس تجویز کو کہ تمام اعلیٰ عہدے بجز لایق انگریزی دانون کے کسی کو نہ دیے جاوین نہایت پسند کرتے ہین اور جانتے ہین اس مین سختی ہونی چاہیے ملک کا، اور قوم کا اور گورنمنٹ کا سب کا فائدہ سمجھتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ ملک کی ترقی کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہین ہے۔ انڈین سول سروس کے قاعدہ سے زیادہ تر ناراضی ہمکو اسلیے ہے کہ اوس مین اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی کوئی شرط نہین ہے۔

ہمارے ملک مین اور پنجاب مین اسوقت ایسے عہدہ دار بھی موجود ہین جو علوم مشرقی اور زبان مشرقی مین نہایت اعلیٰ رتبہ رکھتے ہین اور اونہین کے مقابل یورپین اور ہندوستانی وہ حکام بھی ہین جو علوم مغربی اور زبان مغربی مین پوری دستگاہ رکھتے ہین ایک کے سامنے قانون کا ترجمہ جو نہایت محنت اور قابلیت سے کیا گیا ہے موجود ہوتا ہے اور دوسرے کے سامنے اصل انگریزی۔ پھر جو شخص واقف ہین اون دونون کی لیاقت اور قابلیت کا اوس کام مین جو اون دونون کے ہاتھ مین یکسان ہے تفرقہ کر سکتے ہین۔

زمانہ نے سرکاری ملازمت کی ہی حالت کو نہین بدلا ہے بلکہ تمام حالات مبدل ہو گئے ہین جس طرح علوم مشرقی اور زبان مشرقی عہدہ جات سرکاری مین بیکار ہو گئی اوسیطرح تجارت و صنعت اور حرفت مین بیکار ہے۔ ہمکو روزمرہ کے کامون مین بھی انگریزی کی محتاجی ہے۔ یہانتک کہ ایک کنجڑے ترکاری فروش کو یا ایک چمار جوتی والے کو بھی اسقدر انگریزی جاننا ضرور ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ "خوشی ہو ٹیک خوشی نہو تو ٹیک" اعلیٰ درجہ کی علوم و زبان مغربی کی ضرورت ہمکو تجارت و روزمرہ ہی کے کامون مین نہین ہے بلکہ اسکو ہماری سوشیل اور پولیٹکل حالت سے بہت بڑا تعلق ہے جسکو سمجھ ہے وہ اس بات کو سمجھتا ہے اور جسکو آنکھین ہین

وہ اسبات کو دیکھتا ہے اور جسکو غیرت ہے وہ اسبات کا خیال کرتا ہے اور جو حقیقتاً اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی و ترقی کا خواہان ہے وہ ان سب باتون پر نہایت دوراندیشی سے نظر کرتا ہے۔

جبکہ ان ۱۹ ۔ ۲۰ برس کے عرصہ مین زمانہ نے ایسا تغیر و تبدل پایا ہے اور وہ تمام حالات جو اوسوقت موجود تھے جبکہ ہم نے سین ٹیفک سوسیٹی قایم کی تھی اور جس کے دلائل و براہین و مباحثون کے خوشہ چینی اب پنجاب یونیورسٹی کے طرفدار کرتے ہین اور ہم پر چند کا الزام لگاتے ہین بالکل بدل گئے ہین تو ایک شخص کا جو درحقیقت اپنے ملک اور اپنی قوم کی ترقی چاہتا ہے یہ کام نہین ہے بلکہ اوسکے اختیار مین نہین ہے کہ جو زمانہ (۲۰) برس آگے بڑھ گیا ہے اوسکو کھینچ کر (۲۰) برس پیچھے ہٹا لاوے اور جو روشنی زمانہ نے دکھائی ہے اوسکو ٹٹی کی اوجھل کرکر اوسپر کالے کپڑے کی چادر ڈال دے۔ یہی انجمن پنجاب اور پنجاب کا اخبار ہے جس نے اس راے کو مشتہر کیا تھا کہ ہندوستانیون کا انگلستان مین تعلیم کو جانا سے دنیا خلاف مصلحت ہے۔ کیا کچھ رنج اور افسوس نہین ہے جو ملک اور قوم کی ترقی چاہنے والون نے اس راے پر نہین کیا۔ ہم لارڈ لارنس مرحوم کو روتے ہین کہ اونکی تجویز اسکالرشپ دیکر ہندوستانیون کو ولایت بھیجنے کی برباد ہوگئی جس نے بے انتہا ملک کو اور گورنمنٹ کو نقصان پہونچایا اور ہمارے دوست ملک کی ترقی کا دعوی کرنے والے ہندوستانیون کا انگلستان مین تعلیم کو جانا خلاف مصلحت قرار دیتے ہین افسوس صد ہزار افسوس۔

ہمارے ملک کو ہماری قوم کو اگر درحقیقت ترقی کرتے اور فی الواقع ہماری ملکہ معظمہ قیصر ہند کا سچا خیرخواہ اور وفادار رعیت ملنا ہے تو اسکے لیئے بجز اسکے اور کوئی راہ ہی نہین ہے کہ وہ علوم مغربی اور زبان مغربی مین اعلیٰ درجہ کے ترقی حاصل کرے۔ ہماری دولت ہماری

حشمت، ہماری عزت - ہماری سوشل ہماری پولیٹیکل حالت کا سب کا مدار اسی بات پر ہے - جو شخص ہم کو اس راہ سے ہٹکانا چاہتا ہے بلاشبہ وہ ہمارے ملک کا دوست نہین بلاشبہ دشمن ہے اور ہم کو دہوکہ دیتا ہے -

ہمارے لئے اب یہ زمانہ ہی نہین ہے کہ ہم اپنی تعلیم کا مدار صرف کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان پر اور بی - اے - اور - ایم - اے کی ڈگری پانے پر محدود رکہین - بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان کی یونیورسٹیونکی ڈگریونکو اپنی تعلیم کے لئے صرف ایک دروازہ سمجہین اور بسم اللہ مجریہا و مرسہا ان ربی لغفور رحیم کہکر جہاز پر سوار ہون اور اپنی کامل تعلیم کے لئے کیمبرج اور اکسفورڈ کی یونیورسٹیون کو اپنا درس گاہ قرار دین - ہماری سمجہہ مین نہین آتا کہ پنجاب یونیورسٹی مردہ مشرقی علوم اور مشرقی زبان کو زندہ کر کر اور ٹوٹی ہوئی انگریزی سکہلا کر ہمکو کیا بخشیگی اور ہمکو کسی رتبہ پر پہونچاویگی - اس سے بجز اسکے کہ ہم ایک جال مین پہنس جاوین اور ایک ایسی بہنور مین جا پڑین کہ تمام عمر چکر کہایا کرین اور وہین کے وہین رہین اور نجات کی کچہہ توقع نہو اور ہر دم ڈوب جانے کا اندیشہ ہو اور کیا حاصل ہوگا - اسوقت ہمارے ملک مین بہت سے عالم مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کے موجود ہین - مگر ہر شخص جانتا ہے کہ محض بے مصرف ہین اور ملک کو اونسے کوئی فائدہ نہین - شاید مذہبی امر مین اونسے مدد پہونچتی ہو اوس سے ہماری بحث کو کچہہ تعلق نہین ہے اور نہ گورنمنٹ کو نہ کسی یونیورسٹی کو جس مین گورنمنٹ دخیل ہو اوس سے تعلق ہونا چاہئے -

ہم کہہ چکے ہین کہ پنجاب یونیورسٹی کسی اصول پر قایم ہو صحیح پر یا غلط پر ہم کو کچہہ زیادہ نقصان نہین پہونچا سکتی تو ہم ضرورت نہین سمجہتے کہ ہم پنجاب یونیورسٹی پر کوئی حملہ کرین - بلاشبہ اوسوقت خوف پیدا ہوتا ہے - جبکہ ہم ایسے لوگون کو جنکے ہاتہہ مین خدانے ہمارے ملک

کی برائی بھلائی نفع نقصان سپرو کیا ہے مردہ مشرقی علوم و مشرقی زبانون کے زندہ کرنے پر مائل پاتے ہین تو ضرور سمجھتے ہین بلکہ بلحاظ جب قومی اپنا فرض جانتے ہین کہ اس امر کو بیان کرین کہ مردہ علوم مشرقی اور مشرقی زبانون کے زندہ کرنے کی فکر مین پڑنا ہمارے لئے ملک کے لئے بلکہ گورنمنٹ کے لئے کچھ بھلائی نہین ہے۔ اپنی قوم کو سمجھاتے ہین کہ اون کا مقصد مغربی علوم و مغربی زبان کو اعلی درجہ تک حاصل کرنا چاہئے اور گورنمنٹ سے یہ التجا کرتے ہین کہ ہندوستان مین یورپ کے علوم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا اوس کا مقصد ہو۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

الہ آباد ہونے والی یونیورسٹی

افسوس ہے کہ لوگون مین یہ خیال زیادہ پختہ ہوتا جاتا ہے اور دن بدن اس کو وسعت ہوتی جاتی ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی ایک نقل پنجاب یونیورسٹی کی ہوگی۔ شاید اس کی صورت مین کچھہ تبدیل ہو مگر اس کی پالیسی وہی ہوگی جو پنجاب یونیورسٹی کی تہی یعنی علوم مشرقی کی ترقی کا دہوکا دیکر انگلش ہائی ایجوکیشن کو گہٹانا اور جس طرح ایک تیلی اپنے کہولو کے بیل کی آنکہین بند کرکے دن رات ایک ہی سرکل مین کولہو کے گرد پہراے جاتا ہی اسی طرح ہندوستانی رعایا کی آنکہین بند کرکے اُن کو ایک چکر مین ڈالے رکہنا بے شک ایک مہذب گورنمنٹ کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

اخبار انجمن پنجاب و پنجاب یونیورسٹی سے جو ڈاکٹر لیٹنر صاحب کا ارگن گنا جاتا ہے

اپنے اخبار مطبوعہ ۱۷ اپریل مین ہز اکسلنسی لارڈ ڈفرن کی اسپیچ کی جو انہون نے بنارس میونسپلٹی کے اڈریس کے جواب مین فرمائی تہی اس فقرہ کو بطور تائید اورنٹیل کالج متعلقہ پنجاب یونیورسٹی کے نقل کیا ہے۔

ہز اکسلنسی نے فرمایا کہ ”چونکہ مین خود مشرقی علوم کی ایک شاخ کا ترقی دینے والا ہون اور چونکہ مجہکو ہمیشہ زباندانی کی تحقیقات کا مذاق رہا ہے لہذا مین تمہاری اس خواہش کی ہمدردی کر سکتا ہون کہ مغربی علوم کے ساتہ مشرقی علم ادب کی ترقی کی جاوے اور جہانتک میری طاقت مین ہوگا تمہاری اس خواہش کو پورا کرنے مین بخوشی امداد دونگا اور مین یہ کہنے کی جرات کرتا ہون کہ جہانتک میرا ذاتی تعلق ہے مجہے ایسے قابل تعریف مدعا کو ترقی دینے سے بہت خوشی حاصل ہوگی۔

لکہنو کا ایک اخبار لکہتا ہے کہ ”جو کچہہ کہ ہمکو دریافت ہوا ہے اور جو کچہہ ہز آنر نے بیان کیا ہے اور جو کچہہ بنارس میونسپل بورڈ کے زبان سے ہمارے حکمرانون نے کہا ہے ہم اس سے اس قدر تو نتیجہ نکال سکتے ہین کہ ہمارے حکمران ہمکو کم و بیش پنجاب یونیورسٹی کے سانچے کی یونیورسٹی دینے والے ہین۔

اگرچہ ہم کو اب تک یقین نہین آتا کہ الہ آباد یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کے سانچہ اور نتیجہ پر ہوگی مگر ہمارے سامنے ایسی دلیلین پیش ہوتی ہین جن سے مجبوری ہمکو اپنے یقین مین شک ڈالنا پڑتا ہے۔

ہندوستانیون کو اس بات کا شبہ کہ گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگلش ہائی ایجوکیشن کے معدوم کرنے کی پالسی قرار دی ہے لارڈ میو کے زمانہ سے پیدا ہوا تہا مگر وہ زمانہ افسوسناک واقعہ سے بہت جلد ختم ہو گیا اور ہندوستانیون کو اس شبہ پر کچہہ خیال نہین رہا۔ لارڈ

ناتھبروک کازمانہ اس امر کی نسبت خاموشی کے ساتھ گذر گیا۔ لارڈ لٹن کے زمانہ مین وہ شبہ پھر زندہ ہوا اور ہز اکسلنسی کی متعدد اسپیچون سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہائی ایجوکیشن کے گھٹانے کی پالسی تقویت پاتی جاتی ہے۔ مارکوئیس آف رپن کے عہد مین یہ شبہہ بہت زیادہ قوی ہو گیا اور اخبارون اور تمام ملک مین اسکا بہت زیادہ چرچا ہو گیا۔ اگرچہ ہز اکسلنسی نے اپنی متعدد اسپیچون مین بیان کیا کہ اُن کی پالسی ہائی ایجوکیشن کے گھٹانے کی نہین ہے مگر قول کی نسبت عمل بہت زیادہ یقین دلانے والا ہوتا ہے اس لئے ہندوستانیون کے دل مین جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ رفع نہین ہوا۔ اسی درمیان مین منحوس پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی جسکی نسبت لوگون نے خیال کیا کہ اُس کا قایم ہونا اُسی خراب پالسی کی تکمیل کی غرض سے ہے۔

اس مین کچھہ شک نہین کہ اُن زمانون مین جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا گورنمنٹ کو ہندوستان کی تعلیم پر توجہہ ہوئی اور جو لوگ اسٹیٹسمین کہلاتے ہین اُن کی رائے مین اختلاف ہوا۔ آنریبل سر آرتھر ناتھہ کلکتہ یونیورسٹی کے ویس چینسلر نے اپنی ایک اسپیچ مین کہا۔

”وہ تجویزین جن سے تمکو یعنی یونیورسٹی کے سندیافتہ لوگون کو اسقدر فائدہ پہونچا بغیر ایک مباحثہ اور اختلاف رائے کے انجام کو نہین پہونچین۔ اس سوال کے ہر پہلو پر سخت تکرار و بحث واقع ہوئی۔ اس مضمون پر اولاً بحث اُن دونون فریقون مین واقع ہوئی جن کو مین بطور اختصار کے اورینٹلسٹ اور یوروپین کہتا ہون۔ اورینٹلسٹ سے مراد وہ لوگ ہین جو یہ چاہتے تھے کہ تعلیمی سرمایہ صرف مشرقی زبانون اور قدیمی فنون کی تعلیم مین صرف کیا جاوے اور یوروپین سے وہ لوگ مراد ہین جو یہ کہتے تھے کہ یوروپین لٹریچر اور علوم جدیدہ بالتخصیص انگریزی زبان کی وساطت سے سکھائے جائین۔ ایک فریق یہ چاہتا تھا کہ سرکاری مدارس مین صرف دنیوی علوم کی تعلیم ہونی چاہئے اور دوسرا فریق یہ کہتا تھا کہ بغیر دینیات کے دنیوی تعلیم کسی مصرف

کی نہین ہے - یہ جنگ وجدال جس زور شور سے کہ پریسیڈنسی مدراس مین ہوئی تھی غالبؔ اور کسی حصہ ہندوستان مین نہین ہوئی - مگر بہت عرصہ گذرا کہ یہ تکرار رفع ہوگئی - اب اُن گورنمنٹ اسکولون کے مدرس اور طلبار جن مین خالص دنیوی تعلیم دی جاتی ہے پادریون کے اسکولون کے مدرس اور طلبار کے ساتھ ہندوستان کی یونیورسٹیون کی ڈگری اور آنر حاصل کرنے کے واسطے پہلو بہ پہلو بیٹھتے ہین - ابتدائی تعلیم کا اہم سوال جس کی وقعت سب کے نزدیک مسلم ہے معتدبہ ترقی کر رہا ہے - مگر اس اعلیٰ تعلیم کے بارہ مین جس کی ترقی کی نظر سے ہماری یونیورسٹیان قایم ہوئی ہین ہم کو یہ نہین خیال کرنا چاہیے کہ وہ قضیہ اور مباحثہ بالکل ختم ہوگیا ہے - اب اُس مخالفت نے دوسری شکل اختیار کی ہے اور اب یہ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اعلی تعلیم جو ہمارے کالجون اور اسکولون مین دی جاتی ہے پولیٹکل ناراضگی پہیلانے کے باعث ہوتی ہے اور وہ مفسدانہ تحریر جو چند سال پہلے ہمارے بعض دیسی اخبارات مین چھپی تھی ہماری یونیورسٹی کے تعلیم پائے ہوئے لوگون کی کارسازی تھی - صاحبو! اس بات کے کہنے کی مین کچھ ضرورت نہین سمجھتا ہون کہ اگر اُس رائے مین میری بھی شرکت ہوتی تو مین اُس عہدہ پر نہوتا جس سے مجھکو یونیورسٹی نے افتخار بخشا ہے - میری رائے یہ ہے کہ جس قدر زیادہ اور مکمل تعلیم ہندوستان کے لوگون کو ہم دیتے جاوینگے اُسی قدر زیادہ گورنمنٹ انگریزی کے فوائد کے سمجھنے کی وہ قابلیت پیدا کرین گے اور حالات موجودہ کے تغیر وتبدل کو زیادہ ناپسند کرینگے"

ہم سمجھتے تھے کہ وہ بدبخت زمانہ جس کا ذکر سرآرتھر ناتھ نے کیا اب ختم ہوگیا مگر افسوس ہے کہ لارڈ ڈفرن کے زمانہ مین بھی اُس کا ویسا ہی نقشہ پاتے ہین جیسا کہ لارڈ لٹن کے زمانہ مین دکھائی دیتا تھا - جبکہ پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی تو ہم لوگون کو بڑی خوشی اسی بات کی ہوئی

تھی کہ ہم پنجاب کے رہنے والے نہین ہین اور پنجاب یونیورسٹی سے گو ہمارے پنجابی بھائیون کا نقصان ہے مگر ہم اُس سے بچے ہوئے ہین مگر ہم دیکھتے ہین کہ یہ آفت (اگر لوگون کا خیال صحیح ہے) خاص ہمارے صوبہ پر بھی آنے والی ہے)

× بلاشبہ گورنمنٹ کی یہ عادت ہے کہ جو پالسی وہ اختیار کرتی ہے اُسکو بمشکل چھوڑتی ہے وہ جانتی ہے کہ مین گناہ کرتی ہون اُس کا کانشنس اُسکو بتلاتا ہے کہ یہ اُن لوگون کے ساتھ جنکو خدا نے اُس کے سپرد کیا ہے بدسلوکی ہے مگر وہ اپنے کانشنس کو اُن خوشامد خورون کی باتون سے جو خلاف اپنے کانشنس کے گورنمنٹ کی ہان مین ہان ملا دیتے ہین اور اُن نادان رئیسون اور سردارون کی باتون سے جو چند توپ سلامی یا دربار مین کرسی کے اول یا دوم نمبر ہونے پر اپنی عزت کا مدار سمجھتے ہین اور ہندوستانی عہدہ دارون کی رایون سے جنہون نے بجز کرمنل اور سول اور ریونیو لا کے تعلیم کے معاملہ مین ایک منٹ بھی غور کرنے مین اپنی زندگی کو صرف نہین کیا۔ یا اُن متعصب ہندوؤن اور مسلمانون کی باتون سے جو انگریزون کی ہر ایک چیز سے دلی نفرت رکھتے ہین اپنے کانشنس کو ٹھنڈا کر لیتی ہے مگر یہ اصلی ٹھنڈک نہین ہے بلکہ صرف مصنوعی ٹھنڈک ہے جس کے اچھے اثر کی کبھی توقع نہین ہو سکتی۔

ہم پھر اپنا یقین ظاہر کرتے ہین کہ الہ آباد یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کی بہن نہین ہونے کی بلکہ وہ انگلش ہائی ایجوکیشن کے لیے بمنزلہ مادر مہربان کے ہوگی۔ لیکن اگر فرض کیا جاوے کہ یہ ہمارا خیال غلط ہے تو یہ سوال پیش آتا ہے کہ ہمکو کیا کرنا چاہئے؟ ہماری دانست مین اُس کا جواب نہایت صاف ہے۔ استقلال! استقلال!! استقلال!!! ہمت! ہمت!! ہمت!!!۔ کوشش! کوشش!! کوشش!!! ہم کو گورنمنٹ کی پالسی کی کچھ پرواہ کرنی نہین چاہئے اور خود اپنے لیے انگلش ہائی ایجوکیشن کے حاصل کرنے

کی خود کوششش کرنی چاہیے اور اگر ہم مین سلف ریسپکٹ کا کچھہ اثر باقی ہے تو گورنمنٹ کو دکھا دینا چاہیے کہ بلاشبہ گورنمنٹ کو لوگون کی جانون پر اختیار ہے مگر لوگون کی رایون پر نہین ہے۔

علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ

الہ آباد ہونیوالی یونیورسٹی

یہ خیال محض غلط ہے کہ ہم الہ آباد مین یونیورسٹی قایم ہونے کے برخلاف ہین بلکہ ہم اپنے ملک کے لئے ایک جداگانہ یونیورسٹی ہونے سے (اگر درحقیقت یونیورسٹی ہوے) نہایت خوش ہین - کلکتہ یونیورسٹی ہمارے اغراض کے لئے کافی نہین - اگرچہ کلکتہ یونیورسٹی نے نہایت فیاضی سے اضلاع شمال ومغرب اور اودہ سے بھی فیلو منتخب کئے ہین جو سنٹ کے ممبرون مین داخل ہین مگر وہ ہم سے اسقدر فاصلہ پر ہے کہ ہماری آواز وہان تک نہین پہونچتی ہے سنڈیکیٹ مین معدودے چند ممبر ہین جنمین سے ہمارے ملک کا ایک بھی نہین اور اگر ہو بھی تو اُسکا ہر ایک میٹنگ مین شریک ہونا غیر ممکن ہے - اسکی فیکلٹی آف ارٹ مین بہت سے ممبر ہین مگر ہم کو یقین ہے کہ

اس ملک کے بہت سے ممبر صرف براے نام ہین غالباً فیکلٹی کی کسی میٹنگ مین نہ کبھی وہ خود شامل ہوئے ہونگے اور نہ کبھی اونکی کوئی منت وہانتک پہونچی ہوگی بلکہ اُس کی سنٹ کے بہت سے ممبر ایسے ہین کہ کبھی کسی کانووکیشن مین بھی شریک نہوئے ہونگے - پس جب یہہ حالت ہے تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہین کہ ہمارے ملک کے لئے یونیورسٹی کی ضرورت نہین ہے -

عالمون اور طالب علمون کا ایک جگہہ جمع ہونا اور علمی رسمون کے ادا کرنے کو جلسون کا ہونا اور اُن جلسون مین لوگون کا شامل ہونا ملک کی ترقی پر بہت کچھہ اثر پیدا کرتا ہے اور بہت بڑا علمی رعب وداب لوگون کے دلون پر ڈالتا ہے - مگر جب وہ مجمع (یونیورسٹی) کسی ملک سے اسقدر فاصلہ پر ہو جیسے کہ ہمارے ملک سے کلکتہ ہے تو ضرور ہے کہ ہمارا ملک اُن فوائد سے جو صوبہ بنگال کے رہنے والون کو اُنکے صوبہ مین یونیورسٹی ہونے سے حاصل ہین محروم ہے اور اسلئے ضرور ہے کہ ہم بھی اُن فائدون کو اپنے ملک مین یونیورسٹی قائم کرنے سے حاصل کرین -

کلکتہ یونیورسٹی مین افیشل رعب وداب جسقدر کہ ہونا چاہئے اُس سے بہت زیادہ ہے اور ہم کو ایک ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جو انگلستان کی یونیورسٹیون کی مانند ایک آزاد علمی مجمع ہونے کے خطاب کے ٹھیک ٹھیک مستحق ہو -

کلکتہ یونیورسٹی جس قدر تعلیم کے فواید لوگون کو پہونچاتی ہے جس کے لئے بلاشبہ ہم شکر گذار ہین مگر اُس کے قریب قریب لوگون کی نیچرل لیاقتون کو نقصان بھی پہونچاتی ہے -

انٹرنس کے امتحان کے بعد کثرت سے مضامین کورس مین داخل ہین اور

طالب علم کو ایسا موقع نہین ملتا کہ وہ اپنے مذاق کے موافق علم کی کسی ایک شاخ کو اُس
مین اعلی درجہ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے منتخب کر سکے اور اس سبب سے بہت
سے طالب علمون کی نیچرل لیاقتین جو بالطبع وہ کسی علم کے ساتھ مناسبت رکہتے ہین
ضایع ہوجاتی ہین۔

ایف۔ اے کے امتحان کے لئے جو کیمبرج اور اکسفرڈ یونیورسٹیون کے لٹل گو
کے امتحان کی مانند ہے اور جس مین کثرت سے مضامین داخل ہین اور صرف
برس مین ایک دفعہ اُن سب کا یکشامل امتحان ہوتا ہے اور گو طالب علم نے تمام مضامین
مین اُس قدر نمبر پالئے ہون جو اُن مضامین مین پاس ہونے کے لئے ضروری ہون مگر
ایک مضمون مین پورے نمبر نہ پائے ہون تو وہ کل امتحان مین فیل کر دیا جاتا ہے اور پہر
برس روز تک اُسکو وہی مضامین پڑہنے پڑتے ہین جو اس سال سے پہلے پڑہے تہے
اور پہر اُنہی مین دوبارہ امتحان دیتا ہے جن مین فی الحقیقت بکامیابی امتحان پاس کر چکا تہا
اور اگر اتفاق سے دوسرے سال اوسکو کسی اور مضمون مین تعداد مطلوبہ سے کم نمبر حاصل
ہوے تو وہ پہر کل امتحان مین فیل کر دیا جاتا ہے اور پہر وہی اُسکو پڑہنا پڑتا ہے جو دو برس
پہلے پڑہتا تہا اور جنمین سے بعض کو ایک دفعہ اور بعض کو دو دفعہ فی الحقیقت بکامیابی
پاس کر چکا تہا۔ یہ ایک ایسا نامناسب قاعدہ ہے جس کے سبب سے بے فائدہ
طالب علمون کی قیمتی عمر اُن کی استعداد اور لیاقت اور جرأت تحصیل علم کی ضایع ہوجاتی ہے

سوالات امتحان کی ترتیب اور ممتحنون کا ایک جگہہ جمع ہو کر سوالات کو نہ قرار دینا جس
سے ایک ہی سبجکٹ اور ایک ہی درجے کے امتحان مین مختلف حیثیت کے سوالات
ہوتے ہین اور پہر طالب علمون کی کثرت اور ممتحنون کی قلت اور اونکو وقت کی تنگی کے سبب

جوابات پر نمبر دینے مین کافی توجہہ کا نہونا اور علی ہذا القیاس اسی قسم کی اور بہت سے چہوٹی چہوٹی باتین ہین جو ہمارے ملک کے لئے مضر ہین اور گو ہمارے ملک کے چند لوگ سنیٹ مین یا کسی فیکلٹی مین داخل ہین مگر ہم سے یونیورسٹی اسقدر فاصلہ پر ہے کہ ہم اُن کے دور کرنے کی کوشش سے بہی معذور ہین - یہ سب ایسی وجوہات ہین جن سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا کہ ہم کو ایک ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جو ہماری دسترس مین ہو -

اس پر سوال ہوسکتا ہے تو یہی ہوسکتا ہے کہ آیا کیسی یونیورسٹی ؟ ایسی جس سے مذکورہ بالا نقصانون کی اصلاح ہو یا ایسی جس سے اور زیادہ نقصان پیدا ہون اگر اس بات کا احتمال بہی ہو کہ الہ آباد یونیورسٹی سے زیادہ نقصان پیدا ہونے کی توقع ہے تو ہمارا اور تمام لوگون کا جو اپنے ملک کی بہلائی چاہتے ہین یہ فرض ہوگا کہ جہانتک ہوسکے اُس کی مخالفت کرین -

علاوہ اس کے الہ آباد یونیورسٹی کے مقرر کرنے مین بلاشبہ اور بہی بہت سی دقتین ہین یعنی اوسکی سنیٹ مین لایق اور ذی علم یوروپین اور ہندوستانیون کا بہم پہونچنا - اوسکی فیکلٹیون کے لئے لایق اور ذی علم او محقق ممبرون کا ملنا جن کو درحقیقت علم سے دلچسپی ہو - ایک ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے یونیورسٹی کے ممبر اکثر آپس مین جمع ہوسکین اور تعلیم کے معاملہ مین آزادانہ بحثین اور تجویزین کرسکین - لایق ممتحنون کا ہاتہہ آنا اور اونکا کافی معاوضہ دینا جو اُن کے لئے پوری ترغیب اس خدمت کے ادا کرنے کی ہو جو اون کے سپرد کی جاوے - اور سب سے زیادہ کافی روپیہ کا مہیا ہونا جس سے یونیورسٹی اعلی طریقہ پر چل سکے پس اگر ان سب مشکلون پر الہ آباد یونیورسٹی غالب ہوجاوے اور نیز موجودہ نقصانون کو دور کرنیوالی

الہ آباد یونیورسٹی

اور

تنزل انگلش ہائی ایجوکیشن

جب کوئی نئی چیز دنیا مین پیدا ہوتی ہے تو ضرور لوگون کو تعجب مین ڈالتی ہے ہندوستان پر غیر قوم کے لوگون (انگریزون) کا حکومت کرنا کوئی نئی بات نہین ہے۔ بہت ہی کم ملک ایسے ہونگے جن پر غیر قومون نے کبھی نہ کبھی حکومت نہ کی ہو اور اس زمانہ مین بھی ہندوستان کے سوا بہت سے ایسے ملک ہین جنپر غیر قوم کے لوگ حکومت کرتے ہین اور جنکو نیچر ایک معزز خطاب۔ فاتح۔ اور ایک ذلیل لقب۔ مفتوح۔ کا عطا کرتا ہے۔

فاتح گو کہ وہ کیسا ہی ظالم کیون نہو اپنے مین اور مفتوح قوم مین ایک اتحاد پیدا ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ گذشتہ زمانہ کی تاریخ اور موجودہ زمانہ کے واقعات ثابت کرتے ہین کہ اگرچہ اتحاد مذہب بھی بلاشبہ ایک قوی ذریعہ اس اتحاد کے ہونے کا ہے۔ مگر اصلی ذریعہ اتحاد کا جس کی ایک شاخ اتحاد مذہب بھی ہے فاتح و مفتوح کے خیالات اور اغراض کا متحد ہونا ہے۔ کوئی قوم ہو اُس کی رسم و رواج۔ اوسکی طرز معاشرت۔ اُس کے علوم و فنون اُسکے اخلاق ان خیالات

کے پیدا کرنے والے ہوتے ہین۔ اس لئے تمام دنیا مین آجتک جتنی فاتح قومین گذری ہین انہون نے اس اتحاد کے پیدا ہونے کو ایک بڑی نعمت سمجھا ہے۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ پولیٹیکل خیالات کا اتحاد اسقدر قوی وزبردست ہوتا ہے کہ مذہبی خیالات اُس کے مقابلہ مین کچھہ حقیقت نہین رکھتے خود مسلمانون نے اپنے پیغمبر کے نواسہ کو پولیٹیکل خیالات کی وجہہ سے قتل کر ڈالا اور مذہبی خیالات اُس کے مقابلہ مین سب ہیچ ہو گئے۔ خود ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کے ساتھہ ہوکر ہندوؤن نے ہندوؤن کا خون بہایا اور مذہبی اتحاد کی کچھہ پرواہ نہین کی۔ خود مسلمان انہی پولیٹیکل خیالات کے سبب انگریزون کے ساتھہ ہوکر مسلمانون سے لڑے اور کچھہ مذہبی خیالات کا اثر نہین ہوا خود انگلستان مین ابتری کے زمانہ مین انہی پولیٹیکل خیالات کے سبب باپ بیٹے اور بہائی بہائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تہے پس پولیٹیکل اتحاد کے خیالات ہی ایسے زبردست ہوتے ہین جن کے مقابلہ مین تمام خیالات نیست و نابود ہو جاتے ہین۔

کیا مہدی سوڈانی کے ساتھہ وہان کے لوگون کا اتحاد فی الحقیقت مذہبی اتحاد پر مبنی ہے ہرگز نہین بلکہ صرف پولیٹیکل اتحاد پر اس کی بنا ہے۔ مذہبی اتحاد صرف اوس پولیٹیکل اتحاد کے بھڑکانے کے لئے ایک حیلہ ہے جو ہمیشہ ایسے موقع پر کام مین لایا جاتا ہے

فاتح اور مفتوح مین پولیٹیکل اتحاد کا پیدا ہونا زیادہ تر علوم و فنون لٹریچر و طرز معاشرت اور اغراض کے متحد ہونے پر منحصر ہے اور قوم مفتوح یا مطیع مین جیسے کہ ہندوستان ہی اُس کا پیدا ہونا قوم فاتح کے لئے ایک مبارک بادی ہے۔ مگر تعجب اور بہا تعجب یہ ہے کہ انگریز جو اپنے تئین فاتح ہندوستان سمجھتے ہین اس اتحاد کے پیدا ہونے کے سخت مخالف ہیں سوائے چند نیک دل انگریزون کے تمام انگریزون کا جو ہندوستان مین ہین یہہ حال ہے کہ

کہ اگر وہ کسی ہندوستانی کو دیکھتے ہین کہ اوس نے اپنے قدیم لباس یا قدیم طرز معاشرت اور طریقہ ملاقات مین کچھہ ترقی کی ہے تو اوس کو دیکھکر اُن کی آنکھون مین خون اُتر آتا ہے۔ اُن کا منشار صاف پایا جاتا ہے کہ وہ ہندوستانیون کو غلامی کی حالت مین رکھنا پسند کرتے ہین مگر اب گریٹ رفارم (زمانہ) جسکی نہایت قومی اور زبردست حکومت فاتح اور مفتوح دونون پر یکسان ہوتی ہے ایسا ہونا ہرگز پسند نہین کر سکتا۔

ایک زمانہ تہا کہ ہمارے ملک کے حکمران اس بات کے نہایت خواہشمند تہے کہ ہندوستان کے رہنے والے انگریزی زبان اور انگریزی علوم و فنون کے سیکھنے پر راغب ہون اور اب یہ زمانہ ہے کہ اُس کے برخلاف خفیہ اور علانیہ تدبیر ہوتی ہے کہ ہندوستان کو انگلش ہائی ایجوکیشن سے محروم کیا جاوے۔ اس پالسی کے تبدیل ہونے کی کچھہ وجوہات ہونگی جنکو ہم نجانتے ہونگے۔ مگر ہندوستانی جو اس پالسی کے تبدیل کی وجوہات قرار دیتے ہین خواہ وہ صحیح ہون یا غلط اُس سے بلاشبہ ہم بخوبی واقف ہین۔

وہ سمجھتے ہین کہ تعلیم کے معاملہ مین گورنمنٹ کی پالسی پر مشنریون کی سوسئیٹیون کا نہ صرف اُن سوسئیٹیون کا جو ہندوستان مین ہین بلکہ ان کا جو کہ انگلستان مین ہین بہت قوی اثر پڑتا ہے اور ہندوستان کے ان حاکمون کے ہاتہہ سے جو بجاے ایک کشادہ دل حاکم ہونے کے زیادہ تر مشنری ہونے کی خاصیت سے موصوف ہوتے ہین اُسکو بہت زیادہ مدد ملتی ہے اور جبکہ اُسکے ساتھہ خود گورنمنٹ کی غلط پالسی شامل ہو جاتی ہے تو تعلیم کے معاملہ کی حالت اور زیادہ تر بدتر از بدتر ہو جاتی ہے۔

ہندوستانیون نے تعلیم کے معاملہ مین پالسی کے یہ دو اصول قرار دیکر اس کے تبدلات کو انہی دو اصولون پر متفرع کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہین کہ ابتدا مین تمام انگریزون کو اور تمام مشنریون

سوسیٹیون کو یقین تہا کہ انگریزی تعلیم کا ہندوستانیون مین جاری ہونا اُن مین عیسائی مذہب کے پہیلنے کا ذریعہ ہوگا وہ خیال کرتے تہے کہ انگریزی تعلیم سے تمام ہندوستان یا اُسکا بہت بڑا حصہ بہت جلد عیسائی ہو جاوے گا اس لئے ابتدا مین انگریزی تعلیم پر رغبت دلانے کی نہایت کوشش ہوئی- گورنمنٹ کو بہی اپنے دفتر کے کاروبار کے لئے انگریزی خوانون کی جو کلارکی کا کام کرسکین نہایت ضرورت تہی اور اس ضرورت نے اس کوشش مین زیادہ مدد دی-

اُس زمانہ مین بہی بعض اعلیٰ حکام ہندوستانیون کو انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم دینے کے مخالف تہے اُن کو یہ غلط خیال تہا کہ ہندوستانیون کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے سے گورنمنٹ کو خطرہ ہے اسلئے اُنکو اورنیٹل علوم کی تعلیم مین پہنسائے رکہنا چاہئے-

مگر اُس زمانہ مین وہ مخالفت دب گئی اور انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم ہندوستانیون کو دینی قرار پائی مگر جو پیمانہ ہائی ایجوکیشن کا ہندوستانیون کے لئے قرار دیا گیا درحقیقت وہ پیمانہ ہائی ایجوکیشن کا نہ تہا بلکہ متوسط درجہ کے ایجوکیشن کا تہا-

اس تعلیم سے جو مقصد مشنری سوسیٹیون کا تہا وہ حاصل نہوا بلکہ اُسکے برخلاف ظہور مین آیا علم کی بنیاد امور محققہ یا مظنونہ پر تہی اور عیسائی مذہب کی یا یون کہو کہ عموماً مذاہب کی بنیاد امور مفروضہ اعتقادی پر رکہی گئی تہی جو امور محققہ یا مظنونہ کے مقابل قایم نہین رہ سکتے تہے اسلئے مشنری سوسیٹیان انگلش ہائی ایجوکیشن کے برخلاف آمادہ ہوئین اور گورنمنٹ کو یہ سبق پڑہایا کہ اُسکا کام عام تعلیم کے پہیلانے کا ہے نہ ہائی ایجوکیشن مین روپیہ صرف کرنے کا- ہندوستان کے حاکم جو بجائے کشادہ دل حاکم ہونے کے زیادہ تر مشنری اوصاف سے موصوف تہے مشنریون کی رائے کی تائید پر آمادہ ہوگئے اور انگلش ہائی ایجوکیشن کی مخالفت اختیار کی-

جو حاکم کہ درحقیقت کشادہ دل تہے گو وہ مشنری سوسیٹیون کی رائے پر چندان ملتفت نہوئے

ہون مگر بلا شبہ ان کو موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات سے یہ غلط خیال پیدا ہوا کہ ہندوستانیون کو انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم دینا گورنمنٹ کے لیئے خطرناک ہے اور خود گورنمنٹ کو اپنے لیئے ایک مخالف گروہ کا پیدا کرنا ہے ان خیالات پر (خواہ وہ صحیح ہون یا غلط) ہندوستانی یقین کرتے ہین کہ گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگلش ہائی ایجوکیشن کے برباد کرنے کی پالسی اختیار کی ہے۔

اس خیال سے کہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی ترقی نہین چاہتی اور اوسکو غلامی کی حالت مین رکھنا پسند کرتی ہے جو دلی رنجیدگی رعایا کو گورنمنٹ سے ہونی متصور ہو سکتی ہے وہ ہندوستان کی رعایا مین پھیلتی جاتی ہے اور جو احسانات کہ گورنمنٹ رعایا کے ساتھ کرتی ہے اُن کی کچھہ قدر اور احسانمندی دل مین نہین بیٹھتی اور جو لوگ کہ اپنی ملک کی بھلائی و بہبودی کی توقع سے گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ ہین انکو بجز افسوس کے اور کچھہ چارہ نہین ہے۔

ہندوستانی خیال کرتے ہین کہ گورنمنٹ اپنی اس پالسی کو مختلف طرح کے حیلون سے چھپاتی ہے۔ مگر جو امر واقع مین ہوتا ہے وہ کبھی پردہ کے اوٹ مین نہین چھپتا۔ اس پالسی کے عملدرآمد کرنے کے لیئے گورنمنٹ نے ایک بڑا حیلہ علوم مشرقی کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے کا اختیار کیا ہے۔ مگر خود گورنمنٹ اس کا جواب نہین دے سکتی کہ علوم مشرقی کی ترقی دے کر وہ اُن لوگون کے ساتھہ کیا کر سکے گی اور اون کو کس کام کا بنا دے گی۔

آنریبل سر ولیم میور (جو مشہور عالم اور نہایت سچے اور نیک عیسائی تھے اور الہ آباد یونیورسٹی قایم ہونے کا سب سے اول اُنہی کے دل مین خیال پیدا ہوا تھا) اُن کی گورنمنٹ نے جبکہ وہ ہمارے صوبہ کے لفٹننٹ گورنر تھے سنہ ۱۸۷۰ء مین رجسٹرار کلکتہ یونیورسٹی کو ایک چٹھی لکھی تھی اُس چٹھی مین جسقدر صاف طور پر انگلش ہائی ایجوکیشن کے برباد کرنے کی پالسی بیان کی گئی ہو

اور الہ آباد یونیورسٹی کے قایم کرنے کا منشا ظاہر کیا ہے شاید اس صفائی سے اور کسی تحریر مین نہ ملیگا اور اس لئے ہم اس چٹھی پر بحث کرنا مناسب سمجھتے ہین۔

سکرٹری گورنمنٹ نے اُس چٹھی کے گیارہوین فقرہ مین لکھا ہے کہ ”تیسرا امر جس مین یہ بحث ہے کہ درجہ تعلیم انگریزی ان اشخاص کے واسطے گھٹا دیا جاوے جو علوم مشرقی مین اعزاز حاصل کرنا چاہتے ہین“ اوسکی نسبت یہہ گذارش ہے کہ سر ولیم میور علی العموم ان اصولون سے متفق الراے ہین جو مسٹر کیمسن (جو اُس زمانہ مین ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اور نہایت سچے اور متعصب عیسائی تھے) نے لکھے ہین۔

اُس فقرہ مین جو یہ الفاظ ہین کہ ” ان اشخاص کے لئے گھٹا دیا جاوے“ ان کی غلطی خود اوسی چٹھی کے اگلے فقرون سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن فقرون مین ہائی انگلش ایجوکیشن کے گھٹانے کی پالسی ایک عام پالسی قرار دی گئی ہے۔ علاوہ اسکے جو لوگ مشرقی علوم مین اعزاز حاصل کرتے ہین یا کرنا چاہتے ہین ہندو ہون یا مسلمان وہ کسی یونیورسٹی کے اعزاز کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور نہ کسی کالج کی تعلیم سے اونکو وہ اعزاز حاصل ہوسکتا ہے اُن کو مشرقی علوم مین اُن لوگون کی تعلیم سے اعزاز حاصل ہوتا ہے جو اپنی پرانی خانقاہون یا مسجدون یا اپنے تنگ وتاریک گھرون کے کونون مین بیٹھہ کر اُن کو تعلیم دیتے ہین۔

اُس چٹھی کے باقی فقرون کی عبارت نہایت دلچسپ اور اون کا مضمون نہایت غور طلب ہے اُسکے بارہوین فقرہ مین لکھا ہے کہ ” عالمانہ اعزاز کے عطا کئے جانے سے یہ مقصد مد نظر ہے کہ باشندگان ملک علوم و فنون اور اخلاق مین ترقی کرین اسی غرض سے ہر کامل شخص کو اُس کے مناسب حال اعزاز دیا جاتا ہے لیکن سواے اس شخصی اعزاز کے

ایک اور بالاتر اور وسیع تر مقصد اوسمین مستتر ہے یعنی ایک جماعت ایسے فاضلون کی پیدا
ہوجاوے جنہون نے بالضرور ایسی تربیت پائی ہو جسکے ذریعہ سے وہ ہمیشہ اپنے ہموطنون
پر عمدہ اثر ڈال سکین اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی حالت اور دماغی تربیت کی ترقی کے
واسطے ہوسکین اور اس مقصد کے حصول کے لئے واقفیت علوم مشرقی اور دیسی طریقہ خیال
کی خواہ مخواہ لازمی ہے "

مگر اس بات کی دلیل کہ اس عمدہ اثر اور دماغی تربیت کی ترقی کے ساتھ جس کی خواہش
اس فقرہ مین کی گئی ہے واقفیت علوم مشرقی اور دیسی طریقہ خیال کو کیون لازمی قرار دیا گیا ہو
کچھ بیان نہین کی گئی - اگر صرف دیسی زبان کی یا زیادہ سے زیادہ مشرقی زبان کی واقفیت
کو لازمی قرار دیا جاتا تو بلاشبہ تسلیم کے قابل تھا مگر مشرقی علوم کو یا دیسی طریقہ خیال کو لازمی قرار دینے
کے لئے کوئی وجہ نہین ہے بلکہ اُسکے مخالف ہے -

علوم مشرقی مین جو اصول تسلیم کئے گئے تھے وہ مغربی سینز اور آرٹ مین یا تو بالکل تبدیل
ہوگئے ہین یا اُن مین اسقدر ترقی ہوگئی ہے کہ وہ ایک جداگانہ علم معلوم ہوتے ہین اور بہت
فکر اور غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اون کے اصول قدیم مشرقی علوم سے مختلف نہین ہین
معہذا بہت سے علوم ایسے ایجاد ہوئے ہین جنکا وجود مشرقی علوم مین کبھی نہ تھا - پس
ایسی جماعت فاضلون کی جنہون نے اُن تبدیل شدہ اصول کی یا اون ترقی یافتہ اصول
کی یا اُن جدید علوم و فنون کی بخوبی تعلیم پائی ہو اپنے ہموطنون پر عمدہ اثر ڈال سکین گے اور
ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی اور دماغی تربیت کی ترقی کے واسطے ہوسکین گے - نہ وہ
جس نے مشرقی علوم کی جنکے نقصانات تسلیم ہوچکے ہین تربیت پائی ہو - مشرقی و مغربی
علوم کا اخلاقی حالت اور دماغی تربیت پر مختلف اثر ہوتا ہے پس ایک کے اثر کے لئے

دوسرے کے وجود کو لازمی قرار دینا اجتماع نقیضین اور کم سے کم اجتماع ضدین کو ممکن تصور کرنا ہے۔ دیسی طریقہ خیال کے معنی ہماری سمجھ سے باہر ہین۔ خیال کوئی ایسی چیز نہین کہ مثل نباتات کے اُسکو کسی خاص ملک کی پیداوار سے تعلق ہو جس سے اس پر دیسی خیال ہونے کا اطلاق کیا جاوے۔ خیال یا طریقہ خیال علوم کی وزع سے جن اصول پر ہم تعلیم پاوینگے وہ طریقہ ہمارے خیال کا ہو گا پس دیسی طریقہ خیال کے کوئی معنی نہین اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی جماعت فاضلون کی اپنے ہموطنون پر عمدہ اثر ڈال سکے گی اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی حالت اور دماغی تربیت کا ذریعہ ہو سکے گی جس نے ماڈرن سینز اور لٹریچر مین بخوبی تعلیم پائی ہو اور وہ بجز انگلش ہائی ایجوکیشن کے ذریعہ کے اور کسی طرح پر ہمکو حاصل نہین ہو سکتی۔

فقرہ تیرہوین مین لکھا ہے کہ "ہندوستانی نوعمر جو بچپن سے یورپ مین تعلیم پاے گو اپنے وطن کو بعد تحصیل و تکمیل تمامی سلسلہ تعلیم کسی یونیورسٹی کے واپس آئے تاہم وہ بھی مثل باشندگان ملک غیر کے کوئی اثر ہموطنون پر نہ ڈال سکے گا۔ اگرچہ یہ انتہا کی بات ہے الاّ یہی نقص کم و بیش ہر روز مشاہدہ مین آتا ہے۔ ہمارے طلبہ کو علم غیر زبانون مین پڑہایا جاتا ہے اور اس کی مثالین بھی غیر زبان مین دی جاتی ہین اور اجنبی اصولون سے ذہن نشین کیا جاتا ہے۔ اُن کا طرز خیال اُس طریقہ کا خوگر ہو جاتا ہے جو ملکی طبایع کے مخالف اور مغایر ہوتے ہین صرف چند ایسی باتین ہین جن مین ہمارے طلبہ اور باشندگان ملک کے خیالات متفق ہون اور بہت کم دماغی موافقت اُن مین ہوتی ہے۔ ان کی طبیعت ایک دوسرے ہی سانچہ مین ڈہلتی ہے۔ جس پر وہ کافی مدت تک پہرا رکہا جاوے گا وہ بالآخر اپنے قدرتی میلان پر رخ نہ کر سکے گا۔"

جو تمثیل ایک نوعمر بچے کی یورپ مین تربیت پانے کی لکھی ہے وہ صرف ایک فرضی وخیالی تمثیل ہے جس کی نظیر ہم کو نہین بتلائی گئی اور اسلیئے کچھہ بھی قابل وقعت نہین ہے - معہذا آنریبل سر ولیم نے قومی اتحاد کے نہایت قوی اثر کو جو کبھی نہین ٹوٹتا بالکل فراموش کر دیا ہے - مگر ہم کو امید ہے کہ ہمارے زمانہ کے ویسراے لارڈ ڈفرن جنھون نے مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر مین جو نہایت کمسنی مین اپنی قوم سے علیحدہ کر دیئے گئے تھے اور چالیس برس تک یورپ مین پرورش پائی تھی قومی جوش کو ایسا ہی تر و تازہ دیکھکر جیسا کہ اُسوقت اُن مین ہوتا اگر وہ ایک دن کو بھی اپنی قوم سے جدا نہوئے ہوتے سر ولیم میور کی اس دلیل کی تصدیق نکرینگے -

قوم کے خیالات زمانہ کے ساتھہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اگر سر ولیم کا یہ زمانہ ہوتا جو اب لارڈ ڈفرن کا ہے تو وہ یہ نہ لکھتے کہ "یہی نقشہ کم و بیش ہر روز مشاہدہ مین آتا ہے" گو حال کے زمانہ کو سر ولیم میور کے زمانہ سے صرف بارہ چودہ برس کا تفاوت ہے مگر اسی قلیل زمانہ مین ملک کی اور ہر ایک قوم کی حالت مین اسقدر تبدل واقع ہوا ہے جسکو دیکھکر تعجب ہوتا ہے - مسلمان جو انگریزی تعلیم سے بسبب تعصبات مذہبی کے بالکل کنارہ کش تھے تمام انگریزی اور مشنری کالجون مین انگریزی پڑھنے کو داخل ہوتے جاتے ہین ہر سال پچھلے سال سے تعداد مین ترقی ہوتی جاتی ہے واعظ ممبرون پر کھڑے ہوئے نصیحت کرتے ہین کہ انگریزی مت پڑہو سخت گناہ بلکہ کفر ہے مگر کوئی نہین سنتا کہ بکتے کیا ہین - خود ہمارے دوست جو سخت سے سخت متعصب پوشیدہ وہابی ہین وہ بھی اسقدر تو نرم ہو گئے ہین کہ اولاد کو تھوڑی سی انگریزی پڑہانا ضروری تصور کرنے لگے ہین - وہ مسلمان جو انگریزون کے ساتھہ کھانے کو ناجائز سمجھتے تھے - وہ ہندو جو کسی انگریز کی ملاقات کے بعد بے اشنان کے

پاک ہوتے تھے برابر تعلیم کے لئے انگلستان چلے جاتے ہین - صرف اُنکا جانا ہی تعجب انگیز نہین ہے بلکہ اُن کے جانے کے وقت ان کی قوم کے بڑے بڑے جلسے الوداع کے ہوتے ہین پنجاب سے لیکر بمبئی تک ہر ریلوے اسٹیشن پر اُن کا استقبال ہوتا ہے گروہ گروہ لوگ الوداع کو آتے ہین الوداعی ایڈریسین دی جاتی ہین جب واپس آتے ہین تو ویلکم کے جلسے ہوتے ہین دعوتین دی جاتی ہین مبارک بادیان دی جاتی ہین اپنے قومی جلسون مین شریک ہوتے ہین - قومی مجمعون مین ایک مہذب قومی ممبر شمار کئے جاتے ہین - بنگالی و پارسی تو مدت ہوئی کہ اس مرحلے کو طے کر چکے تھے مسلمانون مین ایسا ہونا کچھ چندان تعجب نہ تھا مگر ہمارے ہندوستان کے ہندوؤن نے بھی اُن خیالات کو خیرباد کر دیا ہے اور ہر ایک نے اپنے لئے انگلستان جانے اور وہان تعلیم پانے کا رستہ نکال لیا ہے اسوقت چار درجن سے زیادہ نوجوان ہندو و مسلمان انگلستان مین تعلیم پا رہے ہین اور اس سے زیادہ کیا زمانہ کی تبدیل کا ثبوت ہوسکتا ہے کہ حال مین جو ہندو ولایت سے واپس آئے ہین اُن کو برادری سے خارج نہین کیا بلکہ تمام برادری نے انکو اپنے مین شامل کر لیا ہے اس سے زیادہ تعجب کی اور کیا بات ہوگی کہ ملکی لٹریچر اور شاعرانہ اورنٹیل خیالات پر بھی بہت کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہے - علم انشا کا اسٹیل طرز تحریر بالکل بدل گیا ہے تمام پرائیویٹ خطوط تمام پبلک تحریرات مین اورنٹیل اسٹیل چھوڑ دیا گیا ہے اشعار جنمین صدہا سال سے اورنٹیل خیالات باندھے جاتے تھے یک لخت چھوٹتے جاتے ہین - علم انشا مین اشعار مین ایک نئی روح مغربی اسٹیل اور مغربی خیالات کی پڑتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ملک اُس کو پسند کرنے لگا ہے پس خود واقعات ہمکو بتلا رہے ہین کہ سر ولیم میور کے یہ الفاظ کہ "یہی نقص کم و بیش

ہر روز مشاہدہ ہوتا ہے "کس قدر حال کے زمانہ کے واقعات کے نامناسب ہین۔

تعجب ہے کہ سر ولیم میور نے جو عربی زبان کے بہی بڑے عالم ہین ہندوستانیون کی نسبت انگریزی مین جو ہمارے لئے ایک اجنبی زبان ہے علوم کے پڑہانے پر نکتہ چینی کی ہے - کیا وہ مسلمان عالمون کے حال سے واقف نہین تہے نہایت بڑے بڑے مسلمان عالم - فارابی - ابن سینا - ہازن - محمد بن یحیی - ابو بکر رازی - غزالی - ابن رشد جن کے نام یورپ مین بہی آجتک ایسے ہی روشن ہین جیسے کہ ایشیا مین سب نے اپنی غیر مادری زبان مین علم کو تحصیل کیا تہا - بجز الکندی کے ایک متنفس بہی ایسا نہ تہا جسکی مادری زبان عربی ہو تمام بڑے بڑے فلسفی عالم سمرقند و بخارا کو - کارڈوہ یعنی قرطبہ وغیرہ کے کے رہنے والے تہے عربی زبان اس زمانہ کی سلطنت کی زبان تہی تمام فلسفہ اور دیگر علوم کی کتابین عربی زبان مین لکہی گئین اور اوسی زبان کے ذریعہ سے علم نے ترقی پائی امکان سے خارج ہے کہ جو زبان کسی ملک پر حکومت کرتی ہے اس زبان کے سوا کسی دوسری زبان کے ذریعہ سے علوم کو ترقی ہو سکے - ہمارے زمانہ مین انگریزی زبان کی حکومت ہندوستان پر ہے اور اس لئے تمام علوم کی ترقی صرف انگریزی زبان پر منحصر ہے -

جب کسی چیز مین ترقی ہوگی تو ضرور ہے کہ اس کی موجودہ حالت مین بہی تبدیل ہوگی اگر انگلش ہائی ایجوکیشن سے ہمارے طرز خیال مین تبدیل ہوتی ہے - ہماری دماغی قوت دوسری قسم کی ہو جاتی ہو - ہماری طبیعت ایک دوسرے سانچہ مین ڈہلجاتی ہو - سر ولیم میور اسکو معیوب کیون قرار دیتے ہین کیا ہمارے حاکمون کا یہ مقصد ہے کہ ہم ہمیشہ اوسی لیول پر رہین جسپر پہلے تہے اور علم مین - قوت دماغی مین طرز خیالات مین غرضکہ کسی چیز مین ترقی نہ کرین - سر ولیم میور نے نہایت ہمدردی اس بات کی ظاہر کی ہے کہ وہ ترقی ملکی طبایع کے برخلاف ہے - مگر تعجب ہے کہ شاید سر ولیم میور بعض

اُن امور کو جو نہایت درجہ پر ملکی طبایع کے برخلاف ہین ناپسند نہین فرماتے تھے مگر صرف اوس دماغی و اخلاقی ترقی کو جو علم کے ذریعہ سے ملکی طبایع کے برخلاف ہو۔ ناپسندیدہ قرار دیتے ہین - ہر ایک قسم کی ترقی ملک کے موجودہ طبایع سے کچھہ نہ کچھہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور اس لئے ضرور ہے کہ وہ عام لوگون کی طبایع کے کسی قدر مخالف ہو مگر جس طرح کہ مثلث کی سطح اُس کے زاویہ سے قاعدہ کی طرف بڑھتی جاتی ہے اسی طرح وہ ترقی یافتہ خیالات رفتہ رفتہ ملکی طبایع مین پہیلتے جاتے ہین اور ملک کو ترقی ہوتی ہے اگر سر ولیم میور صرف انگلستان کی ترقی کی ہسٹری پر غور فرماتے تو بہت سی مثالین اُن ترقی یافتہ خیالات کی پاتے جو ابتدا مین ملکی طبایع کے نہایت برخلاف تہین اور پہر آخر کو وہی ملکی ترقی کی باعث ہوئین -

فقرہ چودہوین مین لکھا ہے کہ ”لیکن صرف یہی وجہہ نہین اس طریقہ عمل (یعنی اعلی تعلیم انگریزی) کا میلان بالضرور اس جانب ہو گا کہ ترقی رک جاے - اگر توضیح و تشریح مطالب بزبان اجنبی ہو تو سلسلہ خیالات ایسے طالب علم کا محدود و پریشان ہو جاوے گا - جدید خیالات کی توضیح اگر غیر زبان کے فقرات سے کی جاوے تو غالبًا اجنبی خیالات پیدا ہونگے لہذا قوت صحیح الخیالی اور قوت انتقالی ذہن زایل ہو جاتی ہے یا اوسمین سخت نقصان آجاتا ہے - اس امر کا خیال کرنا آسان ہے کہ جس انگریز کے بچہ نے کوئی علم صرف بذریعہ لاطینی یا سنسکرت کے سیکہا ہو اُسکے وسعت خیالات کسقدر محدود و ناقص ہونگی اگر تعلیم اُس زبان مین ہو جس مین کہ پڑہنے والا خیال کرنے کا خوگر ہے - یا مثالین اُن اشیاء کی ہون جن سے کہ وہ بیشتر سے واقف ہے تو عقلی و دماغی قوی کا نشو و نما اچھی طرح نہین ہونے پاتا“

آنریبل سر ولیم نے جو کچھ اس فقرہ مین فرمایا ہے وہ نہایت عمدہ اور نہایت صحیح ہے کوئی شخص اس سے انکار نہین کرسکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہماری تعلیم یورپین سینس و لٹریچر مین انگریزون کے برابر نہین ہوسکتی مگر اس دلیل کا استعمال بے محل کیا گیا ہے۔ اس نقص کا رفع ہونا جس کا بیان اس فقرہ مین ہے اس بات پر منحصر ہے کہ وہ علوم جن کی تعلیم دینا منظور ہے اُس زبان مین موجود ہون جو زبان کہ طالب علم کو قدرتی طور پر مانوس ہو پس سر ولیم کو بتانا لازم تہا کہ ہندوستان مین جہان مختلف زبانین مروج ہین ہندوستانیون کے لئے کونسی زبان مانوس قرار دی جاوے اور پھر یہہ بتانا تہا کہ آیا اس زبان مین وہ علوم جن کی تعلیم منظور ہے موجود ہین یا نہین اور تاریخ سے ثابت کرنا چاہئے تہا کہ آیا دنیا مین کوئی ملک ایسا ہے جس مین سینس اور لٹریچر نے اُس زبان مین ترقی کی ہو جو حکومت کرنے والی زبان نہو اور پھر یہہ ثابت کرنا تہا کہ ہندوستان کی مروجہ زبانون مین سے وہ کونسی زبان ہے جو علمی زبان ہونے کے لایق ترقی کرچکی ہو۔ سنسکرت کسی زمانہ مین ملکی زبان نہ تھی نہ اب ہے۔ عربی فارسی بھی ہندوستان کی ملکی زبان نہین ہے۔ پس ایسے استدلال سے جو حالات موجودہ سے مطابقت نرکہتا ہو کچھ فائدہ نہین ہے۔

اگر انگریزی زبان اس زمانہ مین بھی ایسی ہی ہوتی جیسے کہ کوئین الزبیتہ کے زمانہ سے پیشتر تھی اور رفتہ رفتہ وہ علمی زبان ہونے کے درجہ تک نہ پہونچی ہوتی اور تمام علوم و فنون کی کتابین اُس مین موجود نہوتین تو ایک انگریز کا بچہ جو علوم کی تحصیل کی خواہش رکہتا ہوتا تو وہ کیا کرتا اور اوسکو بجز اُسکے کہ اُسی زبان کو اختیار کرتا جس مین وہ علوم ہین اور کیا چارہ تہا۔ کیا یہ بات ممکن تھی کہ اگر انگلستان مین دوسری زبان حکومت کرتی ہوتی تو انگریزی زبان مین علوم و فنون کی اسقدر ترقی ہوجاتی جسقدر کہ ہوئی ہے۔ ہرگز نہین۔ صریح ظاہر ہے کہ جبتک

انگریزی زبان نے علمی زبان ہونے کا درجہ نہیں پایا تھا اور نہ اُس مین علوم موجود تھے تو خود انگریزون نے کیا کیا تھا کیا اُن کے اُسکولون مین لیٹن زبان علوم کی تعلیم کا ذریعہ نہ تھی اور کیا اُنہون نے اسپین کی یونیورسٹیون مین عربی زبان مین ابن سینا کا قانون اور دیگر علوم و فنون کی کتابون کو نہین پڑہا تھا اگر سر ولیم میور کی ان دلیلون کو ہم اپنے دلمین جگہہ دین تو اُسکا نتیجہ بجز اسکے اور کچہہ نہین ہے کہ ہم وزارت اپنی قسمت پر افسوس کیا کرین کہ ہم پر ایک اجنبی زبان حکومت کرتی ہے مگر ہم ایسا افسوس کرنا نہین چاہتے بلکہ ایسی کوشش کرنا چاہئے کہ ہم اوسی زبان مین اعلیٰ درجہ کی لیاقت حاصل کرین اور اوسی زبان کے ذریعہ سے ماڈرن سینس اور لٹریچر مین اعلیٰ درجہ کی ترقی کرین۔

اوس کے بعد سر ولیم میور نے اُن تدبیرون کو بتایا ہے جن سے انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم کو گھٹا کر مشرقی علوم کی تعلیم کو ترقی دیجاوے۔ مگر اسبات کے لئے ہم ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہین کہ انہون نے کلکتہ یونیورسٹی کے وایس چینسلر کی اس رائے سے کہ انٹرنس کے امتحان مین سے انگریزی موقوف کردی جاوے اختلاف کیا ہے۔ مگر جب ہم اُس مقام پر پہونچتے ہین جہان انہون نے یہ رائے دی ہے کہ ”کلکتہ یونیورسٹی کے ایف اے کے امتحان کے بعد انگریزی علم ادب کی خواندگی موقوف کردیجاوے تاکہ طالب علم کو اسبات کا موقع ملے کہ وہ اپنی تمام کوشش کو علوم مشرقی کی تحصیل مین صرف کرے اور نیز کوئی کتاب تاریخ انگریزی مین پڑہائی قایم رکھی جاوے“ تو ہمکو نہایت تعجب ہوتا ہے۔

ایک طرف تو گورنمنٹ ہم کو تبلاتی ہے کہ تمہارے حقوق اور یورپین رعایا کے حقوق بالکل برابر ہین تم بھی لندن جاکر کامپیٹیشن سول سروس کے امتحان مین شریک ہو اور امتحان

پاس کرو تمہارے لئے وہ سب عہدے موجود ہین جو یوریپین کے لئے ہین مگر ایف اے یا انٹرنس کے درجہ سے زیادہ انگریزی مت پڑہو۔

ہم نے ہندوستانیون کے لئے بشرطیکہ بی۔اے کا امتحان پاس کرلیا ہو ہائی کورٹ کی وکالت کے امتحان کا دروازہ کہول رکہا ہے جس کے بعد وہ منصف اور سب جج اور کبہی ہائیکورٹ کا جج بہی ہو سکینگے مگر ایف اے سے زیادہ انگریزی مت پڑہو۔

ہم نے تمہارے لئے لندن مین جا کر تعلیم پانے کے لئے نہایت فیاضی سے اسکالرشپین مقرر کی ہین بشرطیکہ اکیس برس کی عمر سے پہلے بی اے آنرز کا امتحان پاس کرلیا ہو مگر تم ایف۔اے سے زیادہ انگریزی ہرگز مت پڑہو۔

ہم اپنی پرایوٹ مجلسون مین تمہاری نالیاقتی پر ہنسا کرین اور کبہی تمہاری نالیاقتی اور اعلیٰ عہدون کے ناقابل ہونے کی رپورٹ بہی نہایت دلچسپ عبارت مین لکہا کرین مگر تم اس کا کچہہ خیال مت کرو اور ایف اے سے زیادہ انگریزی مت پڑہو۔

جب تم ہمارے پاس آؤ اور ہم سے غلط انگریزی بولو جس سے ہم خفا ہو کر تم کو ڈام فول کہین اور تمہاری مشرقی تعلیم یافتہ زبان کو ہم نہ سمجہہ سکین اور پہر خفا ہو کر تم کو ڈام فول کہین تو تم اپنے دل مین ناراض نہو اور ایف اے سے زیادہ انگریزی پڑہنے کا قصد مت کرو بلکہ علوم مشرقی کی تعلیم مین مصروف رہو گو ایسی تعلیم سے تم کو نہ انگریزی مین لیاقت آوے گی نہ علوم مشرقی مین مگر تمہارے خوشحال رہنے کے لئے یونیورسٹی سے ایف۔اے کے امتحان مین پاس ہو جانا کیا کافی ہو گا۔

گورنمنٹ کو خیال کرنا چاہئے کہ یہ کیسی مختلف باتین ہین اور کیا گورنمنٹ سمجہتی ہے کہ ان باتون سے رعایا ناراض نہین ہوتی۔

جب ہم اُس چٹھی کے اخیر پر پہونچتے ہین جہان کچھہ ذکر الہ آباد سنٹرل کالج کا آتا ہے
اور الہ آباد یونیورسٹی ہونے کی توقع پائی جاتی ہے تو اُس جگہہ یہہ لکھا ہوا پاتے ہین جس
کو نارتہہ ویسٹ پراونس اور اوودہ کی قسمت کا لکھا کہنا بیجا نہین ہے کہ "ایسے وسایل تجویز
کرنا جس سے یہ مقصد حاصل ہو منجملہ خدمات اُس بریچ سینٹ کے ہوگا جو الہ آباد مین
قایم کی جاوے گی اور بالآخر مین عرض کرتا ہون کہ جو تحریک فی الحال نسبت قایم کیئے جانے
ایک سنٹرل کالج کے بمقام الہ آباد کی گئی ہے ہز آنر اُس سے اُمید کرتے ہین کہ اوس
سے ہر ایک قسم کی مدد اُس مقصد مین ملے گی جس کی اسوقت خواہش کی جاتی ہے اور
جس خواہش مین غالباً سینٹ مدد کرے گی کالج کونسل وضع کرنے کے واسطے یہ بڑا اور
ترقی کرنے والا شہر مدد دیوے گا اور اُس کے ممبرون سے فائدہ یونیورسٹی کے مقاصد
کا بھی لیا جا سکے گا جو دونون طرح یعنی بطور ممتحنان اور کارکنان کے کام دے سکین گے
اور جو بطور فیلو کے مقرر ہو کر شل بریچ کونسل کے الہ آباد مین رہا کرینگے۔

الہ آباد کالج نے تو ابتک اُن مقاصد کے پورا کرنے مین مدد نہین دی اور خدا نکرے
کہ آیندہ کبھی مدد کرے مگر اب وہ زمانہ بھی کچھہ دور نہین معلوم ہوتا کہ الہ آباد یونیورسٹی بھی قایم
ہو جاوے اگر وہ اُنھی اصولون پر قایم ہوئی جو مذکورہ بالا چٹھی مین مندرج ہین تو اضلاع شمال و
مغرب و اوودہ کے باشندون کو یقین کر لینا چاہیئے کہ جس طرح خدا کا غضب مختلف قومون
پر مختلف صورتون سے واقع ہوا ہے ان پر خدا کا قہر الہ آباد یونیورسٹی کی صورت مین
نازل ہوا ہے۔

گورنمنٹ کی غلط پالسی بلاشبہ ملک کو نہایت نقصان پہونچاتی ہے مگر اوس مین بہت
بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ جان جاتے ہین کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ جب ہمارے

ملک کی یونیورسٹیان ایسی ہوجاوینگی جنکے اعزازی خطابون کی لوگون کی آنکھہ مین کچہہ
عزت نہ رہے گی اور لوگ جان لین گے کہ کوئی فائدہ ان سے نہین ہے تو وہ اُن
اعزازون کی کچہہ پرواہ نہ کرینگے اور اپنی مرضی کے موافق خواہ انگلش ہائی ایجوکیشن کے لیے
خواہ مشرقی علوم کے لئے خود قومی انسٹیٹیوشن قایم کرین گے اور اوسی کو اعزازی ڈگری
سمجہین گے بنگال کی حالت تو اس وقت ایسی موجود ہے کہ اپنی قوم (بنگالی) کے
لئے آپ سب کچہہ کرسکتی ہے ہمارے ملک وپنجاب کے ہندو صاحبون کو ابہی
یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ انسٹیٹیوشن اُن کی اغراض کے لئے کافی ہین لیکن جب وہ
یقین کرین گے کہ اب وہ کافی نہین رہے ہے تو نہایت آسانی سے بنگالیون کی مانند قومی
انسٹیٹیوشن قایم کرلین گے مسلمانون کی حالت بلاشبہ افسوس کے لایق ہے مشرقی
علوم کی تحصیل کا اُن مین چرچا نہین رہا اس لئے کہ اُن کی فائدہ مندی کچہہ نہین معلوم
ہوتی جس قدر مسلمان اس زمانہ مین کسی قدر مشرقی علوم پڑہتے ہین صرف مذہبی خیال سے
پڑہتے ہین ایک شخص بہی مشرقی علوم مین سے کسی علم کو بحیثیت اُس علم کے بلا تعلق
مذہب نہین پڑہتا عموماً مسلمان انگریزی علوم کا پڑہنا ناجایز سمجہتے ہین اور یقین کرتے ہین
کہ اُسکے پڑہنے سے ایمان جاتا رہتا ہے پس انکا تعصب مذہبی اُس قسم کی انسٹیٹیوشن قایم
ہونے کو نہایت قوی مانع ہے اور اس لئے گو مسلمان کی حالت ایک مدت تک خراب
رہے یا اور زیادہ خراب ہوجاوے مگر آخرکار اُن پر ظاہر ہوگا کہ یہ اُن کا خیال غلط اور اون کا
تعصب بیجا تہا اور خود اُن کی نادانی تہی کہ اُنہون نے مذہب اسلام کو ایسا ضعیف سمجہ لیا
تہا کہ انگریزی علوم کے سیکہنے سے جاتا رہتا ہے بلکہ مذہب اسلام ہے ایک ایسا مذہب
ہی جسکو کسی قسم کے علوم کا خواہ فلسفہ ہو یا نیچرل سینس مقابلہ کا کچہہ بہی اندیشہ نہین ہے اُسوقت

مسلمان یورپین سینز و لٹریچر کی طرف اسیطرح متوجہ ہو جاوین جس طرح اُن کے باپ دادا یونانی علوم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تھے۔ پھر ایسے ایسے قومی انسٹیٹیوشن اسی ہندوستان مین قایم کرلین گے کہ اُنکو کبھی یونیورسٹی کی بھی پرواہ نرہے گی ہان بلاشبہ ان پر تھوڑا زمانہ بہت سخت گذرے گا مگر جو برداشت کرنے والے ہین وہ برداشت کرین گے اور آخر کار کامیاب ہونگے۔ (آمین)

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

مورخہ ۵ جون ۱۸۸۶ء

natural. Then the Mohammadans will take up the European sciences and literature with as much zeal as their forefathers had done in obtaining the Greecian sciences and arts, and then they will establish, in this very India, such national Institutions for themselves as not to care for any other University any longer. In the meantime they must, without doubt, undergo great hardships for a short period, but the unflinching characters amongst them will bear them with patience and will succeed in the end. Amen !!!

learn that they are of no advantage to them, they will no longer care, in the least, for those conferments, and will ound their own Institutions according as they should desire either for High English Education or for oriental learning and the conferment of degrees by these very institutions shall be considered as honourable distinctions. Bengal is now in such a condition as to be able to do everything for its own nation—the Bengalees. The Hindus of our Provinces and of the Panjab have up to this time been looking upon the Government Institutions as quite sufficient for their purposes. When they will, however, be assured of their insufficiency they will very easily establish their own national institutions like those of the Bengalees. The condition of the Mohammadans alone is, without doubt, to be deplored. The oriental learning is no longer prevalent amongst them as they see no worldly advantage from the reform to be derived. Such Mohammadans as continue, to the present time, devoting their attention to the oriental learning, do it simply from a religious point of view. No one studies any branch of the oriental learning for its own sake nor without its connection with his religion. Mohammadans generally consider English learning as a religious prohibition and believe it to ill affect their faith. Therefore their religious prejudices will offer obstacles to the establishment of a national Institution of this kind. But although the Mohammadans have continued in a degraded condition and may have been destined, for some time longer, to go down still lower, yet it is hoped it will at last be mani'est to them that they had, unfortunately, been working under wrong impressions and false prejudices—that it was their own ignorance to consider the Religion of Islam so weak as to be shaken by English learning, and further that it is the Islamic religion alone which fears no opposition from any science whatever whether philosophical or

of the establishment of an University at Allahabad is gathered, therein we find the following which might well be called the description of the future ill fate of the North-Western Provinces and Oudh. " To advise the means by which such objects might be attained would be one of the duties of the Allahabad Branch Senate. And I am, in conclusion, to say that the movement that has recently taken place in these Provinces towards the establishment of a Central College at Allahabad would, His Honor hopes, materially aid any project of the kind now advocated which the Senate may be pleased to entertain. That important and growing city now offers the materials for a strong and capable College Council, and the members of the same might be untilised for the purposes of the University, both as a consultative and examining body, by being appointed Fellows and empowered to meet as a branch council at Allahabad."

It is gratifying that the Allahabad College has not up to this time assisted the fulfilment of these objects and may God ever forbid it to do so in future. But the time of the establishment of a University at Allahabad does not seem very distant. And if it be founded on the very principles laid down in the foregoing letter, the people of the North-Western Provinces and Oudh have to be assured that as the wrath of God has overtaken the different nations in different shapes so the wrath of God over these Provinces has appeared in the shape of the Allahabad University.

Although the mis-guided policy of the Government of a country does, without doubt, immense harm to the people, yet it has the advantage of teaching them what they ought to do. When the Universities of our country shall be reduced to such a low level as the conferment of their honours shall not have any value in the eyes of the people and they will

she, at the same time, pursuades us not to go beyond the F. A. test in English.

Again that she has liberally enough appointed scholarships for those who after passing the B. A. degree in honours within 21 years of age might avail themselves of the chance of obtaining further education in London, yet we are admonished against attempting to learn English beyond the F. A. examination.

She accosts us, as it were, in the following tone :—Although we may, in our societies, laugh at your wretched acquirements and may, now and then, write interesting reports of your want of capacity for high services, yet you need not care for all that and do not attempt to learn English beyond the F. A. test.

When you come to meet us and couch your sentiments in faulty English on which we being excited call you dam fools, and not being able to understand your oriental improved language we being again excited repeat dam fool twice. You should not mind all this and yet never try to learn English beyond the F. A. standard but go on zealously working at your oriental learning

Although, by this defective method of education, you may not be able to acquire any high proficiency either in English or in the oriental learning, yet shall not your success in the University in the F. A. examination suffice to keep you happy ?

The Government ought to see the contradictions. Does she think that such a state of things does not shock her subjects ?

When we come across the end of the letter where the Allahabad Central College is mentioned and from which the prospect

we cannot help concluding that we have, night and day, to mourn our ill fate to be under the government of a foreign tongue. But we do not choose mourning. Rather we wish to acquire that very language to high proficiency and through that very language obtain high attainments in sciences and arts.

After this Sir William Muir mentions the means to be adopted to reduce the high English education and to improve the oriental learning. But we are very thankful to him for his differing from the Vice-Chancellor of the Calcutta University in his suggestion that the English language might be dropped from the very Entrance Examination. But we are again struck with surprise when his Honour says " the test of English literature might be dropped after the second examination. The student would thus be free to devote his undivided energies to Oriental literature. The test in history from some English text book might, however, be retained".

On the one hand the Government assures us that we have quite equal rights with her European subjects ; we also might go to England and compete for the Civil Service Examination, and on our success therein all the high offices in the country shall be equally with Europeans open for us. On the other hand she enjoins us not to learn English beyond the F. A. or the Little-go examination.

Again she professes to have opened, for the Indians, the way to the High Court examination on condition that they obtain the B. A. degree, that they may take their chances of the appointments as Munsifs, Sub-Judges, and in some non-regulation provinces even those of District Judgeship, and sometime they may soar up even to the High Cout Judgeship itself. But

taught do exist in a language with which the students thereof be naturally familiar. Therefore His Honour had to show which of the various languages, in use in India, is to be taken to be the familiar language for the country and whether the language so fixed upon does or does not contain the sciences which it is desirable to teach them. He had further to show, from the history of the world, whether there existed ever a country in which the sciences and literature did progress in a non-regnant language. He had also to point out which of the Indian languages had had so much progressed as to have become capable of serving as a scientific one. Sanskrit has never, neither in the past nor at present, been the language of the country. Nor the Arabic and the Persian can be counted as the native languages for India. Therefore reasonings by facts quite alien to the present circumstances cannot be considered of any use.

What could an English child, desiring to learn sciences and arts, in case the English language continued in the state in which it was before the age of the Queen Elizabeth and did not progress so much as to become a fit medium for the instruction in science and arts, do otherwise than adopting a language which contained them? Could it be ever possible for the English language to have progressed so much as to contain sciences and arts to the extent it has now done, if a foreign language reigned over the country? Certainly not. It is well known what the English people themselves used to do as long as their language did not attain to the stage of possessing sciences and arts. Did not the Latin language then serve in their schools as the medium of acquiring sciences? And did they not then use to learn the Qanoon of Avicenna and other scientific works in Arabic, in the Universities of Spain? If we set our hearts upon the arguments of Sir William Muir,

kind of improvement must be, to some degree, alien to the original state of a country and therefore it must be to that very degree uncongenial to the generality of the people, but as the area of a triangle gains in its extension as it proceeds from the vertex to the base, so the improved thoughts do extend gradually throughout the country and thus the country is said to have progressed. If Sir William Muir made a thoughtful study of the history of England he should find many an example of such improvements in thought which were at first quite uncongenial to the English minds but which at last caused the national progress.

The 14th paragraph goes to say—" But not only so. This system must tend to check development. If the medium of explanation and illustration be foreign, the range of the learner's ideas becomes limited and confused. New ideas are explained by foreign phrases, importing probably ideas equally unfamiliar. Precision of thought and the play of imagination are thus sacrificed or seriously impaired. It is easy to conceive how limited and imperfect would be the range of an English boy's ideas, whose learning was communicated solely through the medium of Latin or of Sanskrit. If teaching be not in the language in which the pupil thinks, and illustration by objects and associations with which he is conversant, intellectual development becomes dwarfed and stunted."

The statements made by His Honour in this paragraph are quite true in themselves and nobody can deny the facts, and it is on account of these facts that we cannot vie with the English in our education in European sciences and literature, but we are afraid they are not quite to the point. The application of ,the means to remove the defect as mentioned in the above paragraph is based upon this that the sciences to be

persons like Farabi, Avicenna, Hazen, Avempace, Abubacer Razi, Al-gazzali, and Averroes, whose names are so well known to the present age, as well in Europe as in Asia, every one of them acquired learning in a non-mother tongue. None (of the Mohammadan men of science or letters) have had the Arabic language for their mother tongue, Alkendi being the only exception. All the great philosophers and men of science or letters, were inhabitants of Samarkand, Bokhara, Morocco, Kardova &c., but the language of the Governments in those days being Arabic all the philosophical and the scientific works were written in Arabic and the science progressed through the instrumentality of this very tongue. It is impossible to improve the sciences of a country otherwise than through the medium of the governing language of the country. In our days the English tongue being the governing language of India the progress of every science here must depend upon the English language alone.

When a progress is made in any thing it is necessary that it should undergo a corresponding change from its former state. Why should, then, Sir William Muir demur if by the high English education our modes of thought undergo a change, if our intellectual capacity should become of a different kind, and if our mind be set in a different mould? Do our rulers mean that we should remain on the same level on which we ever were and make no progress in our intellectual culture, modes of thought, and in short, in nothing of any worth whatsoever? Sir William Muir has expressed his great sympathy in this that that progress is uncongenial to the native minds. But it is to be wondered at, that his Honour does not perhaps look with disfavour upon some other things which are to the native minds uncongenial to the utmost degree, while he likes to deprecate such uncongenial, intellectual and moral, improvements alone as are begotten from European learning. Every

honour of their safe return are given and they are greeted on their success. They join their national meetings and are looked upon as educated members of the nation to which they belong. The Bengalees and the Parsis have gone through these stages long since, and it was not so very surprising of the Mohammadans to do, so but even the Hindus of our India have now bid farewell to the old prejudiced notions. And every one has made his way to England to be educated there. At this time more than four dozens of the Indian youths, Mohammadan and Hindu, are being educated in England. What greater evidence of the change of time can be brought forward than the fact that even the Hindu youths returning from England have been admitted into the society of their own relations and not ex-communicated from their caste. What could be more surprising than that the very literature of the country, the poetical sentiments, and the national views have undergone a great deal of change. The oriental style is being discountenanced both in private letters and public writings. The poetical mannerisms of the east, which stood their ground for hundreds of years, are now giving way to the newly implanted western sentiments throughout. The prose and the poetry of the country alike, are being enlivened by the inspirations of new soul of the western styles, ideas, and sentiments, and the people are gradually beginning to like them. These standing facts show us most clearly how far the words of Sir William Muir "the same defect may be, in greater or less degree, witnessed every day" !—are appropriate to the present state of things.

It is surprising that Sir William Muir, being himself a great Arabic scholar, should have criticised the teaching of sciences to the Indians through the medium of English on the score of its being a foreign tongue to us Was he not acquainted with the Mohammadan men of letters. The great Mohammadan scientific

passing 40 years in England from childhood upwards as great as if he never left his country for a day, would not be convinced by the logic of Sir W. Muir.

The circumstances of a nation undergo changes with Time. Had Sir W. Muir the advantage of the age in which Lord Dufferin is, he must have reserved the phrase " the same defect may, in greater or less degree, be witnessed every day." Although the time of Sir William Muir differs from the present by only 12 or 14 years, yet in this very short period the state of the country and of every nation living therein has undergone a marvellous change. The Mohammadans, who then from their religious prejudices refrained from obtaining English education, are now joining the English and Missionary colleges and schools. Every year shows a progress of the number over its preceding one. Mohammadan preachers continue their exhortations from the pulpits against learning English, denouncing the wrath of God and even apostasy from the Mohammadan faith upon the English learners, yet no body listens to their harangues, Among our friends there are some who, though very bigotted Wahabi at heart, have been so much softened as to think some English education indispensable for their children. The very Mohammadans who looked upon dining with the English as religiously forbidden and the self-same Hindus who did not consider themselves clean after meeting an Englishman until they did bathe, are now continually going to England for education. Their voyage to England alone is not so much surprising as the great farewell meetings enthusiastically held by their people at the time of their departure. They are welcomed at every Railway Station from the Punjab to Bombay. Crowds of people attend the farewell meetings and farewell addresses are rehearsed. And when they return, meetings are held to welcome them, dinners in

the vegetation of which may be peculiar to one country only and on account of which it might be called indigenous of the country. Thought or modes of thought spring from sciences. The principles on which one is educated the same becomes the mode of his thinking ; therefore indigenous modes of thinking have no meaning whatsoever. It is, therefore, clear from the foregoing that *only* such scholars, as might have their education in modern sciences and arts which *we* cannot obtain without high English education, can raise the moral sense or intellectual culture of their countrymen.

The 13th para. runs thus:—" An Indian youth, educated from childhood in Europe, may return to his native land with all the accomplishments of an university training, and yet, equally with the foreigner, lack the aptitude for influencing his countrymen. This would be an extreme case, but the same defect may, in greater or less degree, be witnessed every day. Knowledge is communicated to our students through a foreign medium, explained by foreign illustration, and inculcated by foreign maxim. Their habits of thought choose channels strange and uncongenial to the native mind. There are few common points of system or idea between our scholars and the people, and little sympathy of intellect. Their mind has set in an alien mould. The tree long trained in another direction will at last refuse any approach to its natural bent."

The example of an Indian child being brought up in Europe is only an imaginary one whereof no parallel case is shown to us in the concrete ; hence, I am afraid, it can have no value. While the honourble Sir W. Muir has quite neglected the strong bond of national sympathy. But we hope His Excellency our present Viceroy, Lord Dufferin, having found out the national sympathy in Maharaja Dulip Singh after

moral sense and intellectual culture of the nation. And for this end familiarity with Oriental learning and indigenous modes of thought is indispensable."

But this para. does not explain why should familiarity with oriental learning and indigenous modes of thought be indispensable for advancing the nation in moral sense and intellectual culture, of which a great desire is expressed herein. If the native tongue or even the eastern languages were made compulsory it could without doubt be admitted ; but there seems no reason to support the compulsion of oriental learning and indigenous modes of thought while there are some against it.

The principles admitted in the oriental learning are either quite changed in the western sciences and arts or so much improvements are made in them that they appear to be quite separate from the oriental ones and it is only with great study and thought that one can find out that their principles are not quite so different from the oriental learning, while there are many new inventions in the modern sciences which can not at all be traced out in the oriental learning. Therefore only a body of scholars well instructed in sciences and arts based upon principles so modified, so improved, or newly founded shall be better agents in raising the moral sense and intellectual culture of their countrymen than a body of scholars brought up in purely oriental learning the defects whereof have now been so well admitted. The learning of the east and that of the west affect the moral sense and intellectual capacity differently from each other. Therefore to take the one of them in order to produce the effect of the order is to consider the possibility of co-existence of two contradictories or at least of two contraries. The meaning of " indigenous modes of thought" is, we confess, beyond our comprehension. For, thought is not a species of the vegetable

Allahabad University as clearly as we believe it is to be found nowhere else and therefore we propose to discuss on the letter.

The 11th para. of the letter from the Secretary to the Government runs thus—"On the third, *for lowering the English standard in favour of those who seek for honors in Oriental literature*, I am desired to say that Sir William Muir concurs generally in the views advanced by Mr. Kempson" (then the Director of the Public Instruction, North-Western Provinces and a thoroughly faithful Christian.)

The fallacy of the phrase "lowering the English standard in favour of those" in the 11th para is clearly shown by the foregoing paragraphs in the same letter, as they establish the policy of lowering the standard of high English education as a general one. Beside this those who week for honours in Oriental literature, be they Mohommadans, or Hindus, do not care in the least for the honours of a University. Nor can they obtain the honour they covet from their education in a College. They gain honour in oriental learning merely from those who lecture only in their old monasteries, (knanqahs) mosques (masjids) or in the corners of their own dark and narrow houses.

Other paragraphs of the same letter are very interesting, the contents whereof requiring a great deal of study. The 12th para. says —" The object to be aimed at in the conferment of scholastic distinctions is to advance the nation in science, arts, and morals For this end individual merit is rewarded by appropriate honors ; but a higher and larger purpose than mere individual distinction is intended, namely, the development of a body of scholars who shall have passed through such a discipline as will best qualify them to influence their countrymen for good, and thus render them effective agents in raising the

pily did, not doubt, lead them into the false notion that it was dangerous for the Government to give high education in India and that in so doing the Government was preparing a host of opposition against herself.

Whether right or wrong, these are the views upon which, as the Indian people believe, the Government has adopted a policy subversive of the high English education in India.

The thought, that the Government does not like the progress of her subjects and that she likes to keep them in perpetual servitude, is spreading as much discontent, among the people, as can be imagined ; the benefits that the Government is conferring upon the people produce no proportionate feelings of gratitude and those who, for the sake of their, own people and for the good and prosperity of their own country, sincerely wish well to the Government, feel most dejected as they find no escape from the impending evil.

The Indian people suspect the Government to conceal her policy by various means, but the reality can hardly remain hid. Under the cover of sympathy with the oriental learning the Government proposes to carry out her present policy. But the Government herself cannot answer the question :—By helping the people to make progress in oriental learning what can she do with them and of what use can they be made?

The Honourable Sir William Muir (a well-known man of letters and a true and right-hearted Christian who thought first of all of establishing a University at Allahabad) and his Government, during his Honour's lieutenancy over our Provinces, wrote in 1870 a letter bearing on the subject to the Registrar of the Calcutta University. This letter contains the policy of subversion of the English high education and the establishment of the

most of them. Thus it was tried hard to inculcate a love for the English education. The Government being in need of English knowing clerks for her office the attempt was further helped by the need.

Even in those days there existed some high officers who opposed giving high English education to the Indian youths. It was their wrong thinking that to give a high education to the Indians was dangerous for the Government and that therefore they should be kept ensnared in their oriental learning.

But in those days their opposition was suppressed and the high education was allowed for Indians. The standard of the high education allowed for the Indians was, however, not the real one ; it being in reality that of a middle rate.

The real object of the Missionary Societies, however, was not gained by this education as it stood rather opposed to their desideratum. Science is based either on certain or probable principles and the basis of the Christian religion or to say more broadly of all religions is in hypotheses and beliefs without proof which could not very well withstand the certain and the probable principles. Therefore the Missionary Societies began a reaction against the high education and the Government was taught to learn that the duty of the Government was to spread education to the masses of the people and not to spend large sums of money in giving high education. Such of the English officers, in India, who, instead of being of liberal minds, partook more of the qualifications of the Missionaries, made up their minds to aid them in opposing the high English education.

The more liberal-minded English officers, however, did not care much for the opinions of the Missionary Societies, but the circumstances and the occurrences of the present time unhap-

India are such as to get their eyes blood red with anger when they see any Indian having made some improvements in his ancient costume, mode of life, or etiquettes of meeting. It is quite clear that they wish to keep the Indian people in a state of thraldom. But the great Reformer (Time), who with a powerful hand overrules the conquerors and the conquered alike, cannot allow such a state of things.

There was a time when the rulers of our country were highly desirous to see the people of India inclined to learn the English language and its sciences and arts. On the contrary, at the present moment, all means secretly (as well as openly) are being employed to deprive the Indians of high English education. For the change of this policy there may be causes we do not know, but we know full well the causes be they right or be they wrong, as assigned by the Indian people for the unfortunate change.

They understand that the Missionary Societies, not those alone which exist in India but also those in England, exercise powerful influence over the educational system of India, and that they are aided greatly by such officers in India who, instead of being liberal-minded, are qualified with the attributes of the Missionaries; and the wrong policy of the Government coinciding with theirs the state of education is reduced to its worst condition.

The Hindustani people, considering the foregoing to be the two guiding principles of the educational policy of the Government, believe the changes in the policy to have branched out from them. They believe that the English in general and the Missionaries in particular were sure that the spread of the English education in India would tend to the propagation of Christianity among the people and thus would easily convert

nations, that yet existed, have ever considered the unity of these as a boon. History proves that the unity of the political views is so strong and overruling that the religious feelings have no value whatsoever in comparison to it. Influenced by their political views the Mohammadans killed the grandson of their own Prophet and the religious feelings, when opposed by the former, became quite inoperative. In India itself the Hindus, as auxiliaries to the Mohammadan monarchs, shed the blood of their co-religionists and cared not, in the least, for the unity of their religion. We overselves, working under this very political influence, sided with the English, and fought battles with Mohammadans, and the religious views failed to produce any effect to the contrary. In England itself, during the times of disturbance, led by the divergent political views, father and son, brother and brother became the blood thirsty of each other. Political unity alone, is, therefore, so powerful as to reduce other views, whenever opposed, to nothingness.

Is the concord of people with the Mehdi of the Soudan, in reality, based upon the unity of religion? No, by no means. It is based simply upon political union, the religious one simply subserving the political, by stirring it up. It is a contrivance always made use of on such occasions.

The political unity between the conquerors and the conquered depends chiefly upon the sameness of their sciences and arts, of their literature, of the mode of their life and of their political interests—and the conquerors are to be congratulated when such a state of things be brought about in a country conquered or ruled over like India. But it is a very surprising fact that the English people who consider themselves conquerors of India are greatly opposed to such a unity. With the exception of a few good hearts most of the English people living in

ARTICLE BY THE LATE SIR SYED AHMED KHAN BAHADUR PUBLISHED IN THE ALIGARH INSTITUTE GAZETTE.

of 5th June, 1886.

ALLAHABAD UNIVERSITY

AND

THE DOWNFALL OF HIGH ENGLISH EDUCATION.

Whenever a new phenomenon makes its appearance it necessarily strikes the people with its strangeness. But the Government of a foreign nation (the English) over India is no such thing. There are few countries which have never been governed by a foreign rule. Even at the present time there are many countries besides India which are ruled by a foreign nation and Nature distinguishes them (the rulers and the ruled) by the high title of *the Conquerors* and the low designation of *the Conquered.*

The conquerors, however tyrannical they may be, have always a desire to produce a union between the conquered people and themselves. Histories of past ages and occurrences of the present time equally prove the fact that though the unity of religion is, no doubt, a strong means of producing concord, yet the real source of union, of which the religious union is simply a branch, between the conquerors and the conquered, is the unity of their ideals and of the their interests. The ideals of every nation are produced by their customs, manners, modes of living, sciences and arts, and their morals. Therefore all the conquering

اجلاس نوزدہم

محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

تقریر

نواب محسن الملک بہادر آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈہ

جو

جناب ممدوح نے ۳۱- دسمبر کے اجلاس میں کانفرنس اور
قوم کی آیندہ حالت کی نسبت فرمائی

خاکسار سعید احمد کے اہتمام سے

مطبع احمدی علی گڈھ میں طبع ہوئی

تقریر

نواب محسن الملک بہادر

آنریری سکرٹری

در اجلاس نوزدہم

محمڈن انگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

بتاریخ ۳۱- دسمبر ۱۹۰۶ء

حضرات!

مجھے اسوقت لعبض دوستوں نے مجبور کیا ہے کہ میں آپ لوگونکے سامنے کچھہ اپنے خیالات متعلق کانفرنس اور قوم کے اور اس کی آیندہ حالت کے بیان کروں - مگر میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہوں - قوم، تعلیم اور کانفرنس کے متعلق اتنا کچھہ کہا گیا ہے کہ اب تو کوئی بات کہنے کے لئے باقی ہی نہیں رہی ہے، بلکہ یہ نوبت پہونچگئی ہے، کہ جسطرح لڑکے

آموختہ پڑھتے اور سبق دوہراتے رہتے ہیں، اُسیطرح ہم اُنھیں باتوں کو کہتے رہتے ہیں جو بارہا کہہ چکُے ہیں۔ ایسی حالت میں، میں کوئی بات ایسی نہیں کہہ سکتا جو پہلے آپنے نہ سُنی ہو، نہ کوئی ایسا خیال میرے دل میں گذرتا ہے جسکا بارہا اظہار نہ ہوچکا ہو، آپ سب لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس کانفرنس کا وہ حصّہ جو تقریروں اور اسپیچوں اور تجویزوں اور تحریکوں کے متعلق تھا، وہ پورا، بلکہ ضرورتسے زیادہ ہوگیا۔ مگر عملی حصّے میں بہت کم کام ہوا ہے، اور اُسپر ابتک جیسے کہ چاہئے توجہ بھی نہیں ہوئی ہے۔ ہرایک اجلاس میں اس کانفرنس کے اُسپر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے، اور ہرشخص پلیٹ فارم پر آکر بہت رقّت دلانیوالے الفاظ میں اِسکا ذکر کرتا، اور کانفرنس اور قوم پر ملامت کرتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو بجاے پُردرد، تقریروں کے یہ اگر بتاتے ہوں، کہ خود اُنھوں نے عملاً کیا حصّہ لیا، اور جس بات پر افسوس، اور دوسروں پر ملامت کرتے ہیں اُسکے متعلق اُنھوں نے سال بھر خود کیا کیا۔ ایسی حالت میں ہماری مثال بعینہ اُن نمازیوں کے سے ہے، جو ایک گانوٗں میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک اور آدمی نماز پڑھنے کے لئے آیا، اور نمازیوں کے پاس پہونچتے ہی بہت زور سے کہا کہ اُلسّلام علیکم۔ ایک نمازی نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ دوسرے نے کہا کہ نماز میں بولنا منع ہے، بولنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے، تیسرے نے کہا کہ پھر تم کیوں بولے تمھاری بھی نماز جاتی رہی۔ اِسپر امام صاحبنے جو سب سے زیادہ دانشمند اور سادے گانوٗں میں پیشوا سمجھے جاتے تھے، بلند آواز سے فرمایا کہ الحمدللہ میں نہیں بولا۔

حضرات! یہی حالت ہماری ہے کہ ہم جس بات کا دوسروں پر الزام لگاتے ہیں وہ خود کرتے ہیں اور جس امر کو بُرا بتاتے، اور اُسکے کرنیوالوں کو بُرا کہتے ہیں، اُسکے سب سے بڑھ کر خود مرتکب ہوتے ہیں، ایسی حالت میں اگر ہماری کوششیں کچھ نتیجہ نہ دکھاویں تو تعجب کیا ہے اسلئے کہ درحقیقت ہم سواے باتیں بنانے کے کچھ کوشش کرتے ہی نہیں ہیں

صاحبو! جب میں خیال کرتا ہوں کہ سید مرحوم کی (۴۰) سالہ محنت اور کوشش سے، جس سے بڑھ کر غالباً کسی قوم اور کسی ملک میں کسی شخص نے نہ کی ہوگی، کچھ نتیجہ حاصل نہوا، اور ہم خوابِ غفلت سے نہ چونکے، اور ہماری غیرت اور حمیت جوش میں نہ آئی۔ اور وہ بہت سی حسرتیں اپنے ساتھ قبر میں لیگئے، اور ہمکو ایسی حالت میں نہ چھوڑا، جس سے وہ مرتے دم تسکین اور تسلّی پاتے، اور آرام چین سے اس دُنیا سے رخصت ہوتے، تو نہایت رنج اور صدمہ ہوتا ہے، اور اپنے ہموطن بھائیوں کی کوششوں کو دیکھکر نہایت شرم آتی ہے۔ ہمارے ہموطن بھائیوں کی کوئی مجلس ایسی نہوگی، جسمیں مجموعی قوت کام نکرتی ہو، اور باوجود اختلافِ خیالات اور اختلاف مراسم کے اُس کے ممبر ملکر کام نکرتے، اور صرف باتیں بنانے پر قناعت کرتے ہوں۔ ایک نیشنل کانگریس ہی کو لیجیے کہ گو ہم پولیٹکل خیال سے اُسے مُفید نہ سمجھتے ہوں اور اُسکی کارروائیاں بھی ہمکو پسند نہوں مگر اُس کے چلانیوالوں کی لیاقت اور قابلیت کی ہمکو ضرور داد دینی پڑتی ہے، اور اُس کے سچے جوش اور خالص نیت اور مضبوط ارادے اور مسلسل کوشش اور باہمی اتحاد کا ہمکو دل سے اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کی کارروائی میں آرگنزیشن سے نظم و ترتیب پائی جاتی ہے۔ اور سب کی کوششوں کا منشا اُس مقصد کا حاصل کرنا ہے، جسکے لئے وہ مجلس قائم ہوئی ہے، نفسِ مطلب حاصل کرنے کے لئے اُنھوں نے ایک سمت اور ایک مرکز مان لیا ہے، اُس سے کوئی انحراف نہیں کرتا، وہ مجلس تمام ہندوستان کے لئے ہے اور اس کی تکمیل اور مدد کیواسطے ہر صوبہ میں پراونشل کمیٹیاں قائم ہیں، ہر صوبہ کی کمیٹی سال بھر تک کام کرتی رہتی، اور اصل کانگریس کو مدد دیتی رہتی ہے، کوئی پراونشل کمیٹی اپنے آپ کو اُس سے جُدا نہیں سمجھتی، نہ اپنے کسی جُدا نام کرنے پر وہ فخر و ناز کرتی ہے، نہ پراونشل کمیٹیوں کے کام کرنیوالے اپنے آپ کو اصل کانگریس سے جُدا اور بے تعلق سمجھتے ہیں۔

ہم نے نہیں سُنا کہ سر فیروز شاہ مہتہ نے بمبئی میں ایک الگ کانگریس قائم کی ہو،

اور اُن کو اس بات پر فخر ہو کہ وہ اپنے صوبہ کی کانفرنس کے علٰحدہ پریسیڈنٹ یا سکرٹری ہیں۔ نہ ہمنے یہ دیکھا کہ مسٹر سرندرناتھ بنرجی نے بنگال میں صرف اپنی ناموری اور شہرت کے لئے اپنی پراونشل کانگریس کو اصل کانگریس سے جدا رکہا ہو۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جتنے نامور عالم، فاضل اور لایق وقابل پارسی، مرہٹی، بنگالی، پنجابی، برہمن اور کالیستھ تمام ہندوستان میں ہیں، اُن سب کی ایک غرض اور ایک نیت ہے، اور اُن سب کا سمت اور مرکز ایک ہی ہے۔ ہر ایک اُن میں سے اپنے اپنے طور اپنے اپنے صوبے میں اُنہیں مقاصد اور اغراض کے سلئے، جو نیشنل کانگریس کے ہیں، کوشش کرتا ہے اور اسی بات پر اُسکو فخر اور ناز ہے کہ وہ بغیر کسی ذاتی شہرت اور ذاتی ناموری کے قوم کی خدمت کرتا ہے اور اسیوجہ سے روز بروز اُنکی قوت بڑہتی جاتی ہے، اُن میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا جاتا ہے، اور اُنکے اغراض اور مقاصد میں کسی قسم کا خلل اور تفرقہ نہیں ہونے پاتا۔ مگر ہم مسلمانوں پر جنکا مذہبی اصول اتفاق اور اتحاد ہے یہ آفت نازل ہے، کہ اول تو کسی نیک کام کا ارادہ نہیں ہوتا، اور اگر ہوتا بہی ہے تو سب سے اول پہلا مقصد اپنے آپ کو آزاد اور دوسری جماعتوں سے جدا رکہنا ہوتا ہے۔ ایسی خبیث روح کچھ ہمارے جسموں میں حلول کر گئی ہے، کہ ملکر کام کرنے سے نفرت اور شرم آتی ہے۔ ہماری یہ کانفرنس بہی تمام ہندوستان کے مسلمانونکے سلئے ہے، کسی خاص صوبہ سے مخصوص نہیں ہے، اور اُسکے دیکہا دیکہی ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بہی پراونشل کمیٹیاں قایم ہوئی ہیں۔ یہ نہایت مبارک اور مفید تجویز تہی، اور ہر صوبہ میں محمڈن ایجوکیشنل کا قایم ہونا اصلی مقصد کے حاصل ہونیکی ایک نہایت نیک فال تہی، اور ایک مرکز اور ایک سمت پر جمع ہونے کی عمدہ نشانی تہی، مگر افسوس ہے کہ ذاتی شہرت اور شخصی ناموری کے خیال نے بجاے مجتمع کرنے کے اُن قوتونکو منتشر کردیا اور بجاے ملکر کام کرنے کے ہر ایک صوبے نے اصل کانفرنس سے جدا رہنے ہی کو اپنے لئے مفید اور ضروری

جانا۔ ہر ایک پراونشل کمیٹی اپنا اول کام یہ سمجھتی ہے کہ آل انڈیا کانفرنس سے اپنے آپ کو بے تعلق بتاوے اور اُسے علیگڈہ کی کانفرنس کہکر اُس سے علیحدہ رہنے ہی میں اپنی عزت اور شہرت سمجھے، اگر کسی پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کے بانیوں سے کہا جائے، کہ اپنے صوبے میں جو کانفرنس آپ نے قایم کی ہے وہ نہایت مفید اور نہایت ضروری ہے، مگر اُسکو آل انڈیا کانفرنس سے جدا رکھنا مناسب نہیں ہے، تو کبھی اُسکو نہ مانینگے، بلکہ اسکو اپنی کانفرنس کی ذلت سمجھینگے۔ حالانکہ جس کانفرنس کو علیگڈہ کی کانفرنس کہا جاتا ہے، وہ کسی خاص مقام سے مخصوص نہیں ہے، اور نہ اُسکے ارکان اور پریسیڈنٹ کسی ایک ہی صوبے کے ہوتے ہیں، بلکہ وہ درحقیقت تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی مالیت ہے، اور سب مسلمان اُسپر مالکانہ حق رکھتے ہیں، اور کسی شخص کو بغیر غلبہ آرائے کے کسی کام کے کرنیکا حق نہیں ہے اُسکے ہر ممبر کو یہاں تک اختیار ہے، کہ اگر وہ دیکھے کہ جو سکرٹری کانفرنس کا ہے وہ کام نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا، یا اُسکے بجائے کسی دوسرے صوبہ کا کوئی مسلمان ممبر سکرٹری مقرر کرنا زیادہ مفید ہے، تو اُسکو پورا حق ہے، کہ وہ ایسی تجویز پیش کرے، اور ممبروں کو اختیار ہے کہ سکرٹری کو تبدیل کردیں۔ علیگڈہ میں جو لوگ کام کرتے ہیں، اُنکو اس سے زیادہ خوشی کسی اور بات سے نہوگی کہ دوسرے صوبوں کے لایق مسلمان اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں، کسی لایق شخص کو سکرٹری بنائیں، جو کارروائی علیگڈہ میں ہوتی ہے، اُسکی اصلاح کریں اُنکی صرف یہ خواہش ہے کہ جو کام پراونشل کمیٹیاں کرتی ہیں، اُنکو اُن کاموں سے، جو آل انڈیا کانفرنس کرتی ہے، جدا نہ سمجھیں، اور اُسمیں تفرقہ نہ ڈالیں۔

افسوس ہے کہ ہم سب لوگ ان بُرائیونکو جانتے ہیں، اور ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد بنانے کے غلط اصول سے واقف ہیں، اور دوسری قوموں کی متفق کوشش اور اُسکے مفید نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی خودغرضی اور جھوٹی ناموری کی خواہش ملکر کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اپنی قوتونکو جو منتشر ہو رہی ہیں، جمع

نہیں ہونے دیتے۔

افسوس ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنے کاموں کی ناکامیابی دیکھتے، اور اُسکے اسباب اچھی طرح سمجھتے ہیں، مگر اُسکا علاج نہیں کرتے۔ خدا نے آنکھیں دی ہیں، مگر نہیں دیکھتے۔ کان دیے ہیں، مگر نہیں سُنتے۔ دل دیے ہیں، مگر نہیں سوچتے ع

چشم باز و گوش باز و این ذکا۔

خیرہ ام در چشم بندیِ خدا۔

حضرات! یہ ہے ہماری موجودہ حالت، جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ حالت کیوں ہے۔ کیا ہم میں کوئی اس حالت کی اصلاح کرنیوالا نہیں ہے؟ کیا ہم سبکے سب جاہل، کاہل اور بے خبر، غافل اور اپنی قوم کیحالت سے ناواقف ہیں؟ اور کیا ہم میں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جسکے دل میں اپنی قوم کا درد، اور اپنی قوم کی روز افزوں ذلت اور ادبار پر افسوس نہ ہو، یا اُسکی بہبودی کا کچھ خیال نگزرتا ہو؟ کیا ہم اتفاق اور اتحاد کے فوائد سے واقف نہیں ہیں؟ کیا ہم مل جُل کر کام کرنیکے عمدہ نتیجے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے ہیں؟ کیا ہمارے اسلاف و بزرگ سب ایسے ہی تھے، اور کیا اُن کے کارنامے ہمارے دل میں عبرت اور غیرت پیدا کرنیوالے نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے بزرگوں نے علم و فضیلت، اور دولت و ثروت، اور حکومت و سلطنت، اور تہذیب و تمدن میں صرف اتحاد اور بے غرضانہ کام کرنے سے ترقی نہیں کی تھی؟ اور کیا ہمارے مذہب کی بنیاد اتحاد اور ملکر کام کرنے پر نہیں ہے؟ اور کیا ہم ایسی قوم ہیں، جنمیں کبھی اتحاد اور اتفاق نہ تھا؟ اگر تاریخ کے بوسیدہ اوراق اُلٹ کر دیکھے جاویں، تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمارے اسلاف نے ایک زمانے میں تمام دُنیا کی رہنمائی اور پیشوائی کی ہے، اور علوم و فنون میں ایشیا اور یورپ میں وہ نام پیدا کیا ہے، کہ ابتک تہذیب یافتہ قومیں اُنکا نام ادب سے لیتی ہیں، اور اُنکی تقلید کرتی ہیں۔ اور اِس تمام ترقی کا راز اتحاد اور اتفاق تھا۔ افسوس ہے کہ اب ہم میں اتحاد اور اتفاق

نہیں ہے، اور ملکر کام کرنے کی عادت جاتی رہی ہے، اور ذاتی اغراض کو قومی اغراض پر مقدم سمجھتے ہیں، اور جو فرائض قومی اُن پر ہیں اُن کے ادا کرنیکا خیال نہیں ہے، اور جب تک ہم ملکر کام نکرینگے، اور اپنی قوتوں کو ایک مرکز پر جمع نہونے دینگے، تب تک کسی مجلس سے ہمکو فائدہ پہونچیگا، نہ کسی کانفرنس سے کچھ نتیجہ نکلیگا۔

حضرات! کانفرنس کے اب تک کامیاب نہونے کا اصل سبب یہ ہے جو میں نے بیان کیا۔ رہی قوم کی حالت۔ اُسمیں بھی کسی قسم کی ترقی نظر نہیں آتی، نہ اُن کی صلاح وفلاح کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ روز بروز اُن کا افلاس وادبار بڑھتا جاتا ہے، اور اُن کی قوتیں دن بدن منتشر اور ضائع ہوتی جاتی ہیں۔ اِسکا سبب کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ اِسلئے کہ قوموں کی صلاح وفلاح دو فرقوں پر منحصر ہے۔ اوّل علما، دوسرے اُمرا۔ مگر علما اپنے اصلی فرائض کا خیال نہیں رکھتے، اور زمانے کی رفتار اور زمانے کی ضرورتوں کو نہیں دیکھتے، اور جو مختلف بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، اُن کی تشخیص نہیں کرتے، اور اُن کا علاج تجویز نہیں کرتے، وہ قوم کی ہدایت کو صرف چند خاص باتوں میں جسکو سب جانتے ہیں، محدود رکھتے ہیں۔ اور اُمرا قوم سے مطلق بے پروا ہیں، وہ اپنی ذمہ داریوں کا کچھ خیال نہیں کرتے، اپنی دولت وثروت کو جو خدا کی ایک امانت ہے، اُسے اُن کاموں میں صرف نہیں کرتے جسکے لئے وہ دیگئی ہے۔ اگر آپ نظر اُٹھاکر اِن دونوں فرقوں کو جن سے قوم کی ترقی اور بہبودی کی اُمید ہے، دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اِن دونوں فرقوں کی بے پروائی اور بیخبری نے قوم کی یہ حالت کر رکھی ہے۔

علما کو لیجئے۔ کہ وہ قوم کے پیشوا اور اُمت کے رہبر سمجھے جاتے ہیں، اور تمام مسلمانوں کی دینی اور دُنیوی بہبودی اُن پر منحصر ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے، جو ہماری رہنمائی کے لئے دُنیا میں پیدا ہوا، اور یہی وہ فرقہ ہے کہ ایک زمانے میں اُسکی ہدایت سے ہماری قوم سب سے بہتر تھی، اور اُنھیں کی تعلیم اور ہدایت سے ہم خیر الاُمم سمجھے جاتے تھے، اُنھیں کا خطاب ورثۃ الانبیا تھا، قوم اور اُمت کو ہر زمانے کی حالت کے مطابق سیدھی راہ پر چلانا اُنکا کام تھا، اور جب تک وہ

اپنے درجے اور منصب اور فرض کو سمجھتے رہے، تب تک وہ اپنے کام کو اچھی طرح سے کرتے رہے - اور اُسی وقت تک وہ اس مقدس نام کے مستحق رہے - مگر رفتہ رفتہ وہ اپنے اصلی فرائض کو بھولتے گئے، اور رسموں کے پابند ہو گئے - اُنکا پہلا[1] فرض تھا اجتہاد - دوسرا[2] زمانے کی حالت کے مطابق ہدایت اور نصیحت کرنا - مگر افسوس ہے کہ وہ اپنے یہ دونوں فرض بھول گئے، اجتہاد چھوڑ دیا، زمانے کی حالت اور قوم کی ضرورتوں کے اور اُسکے موافق ہدایت کرنے سے غافل ہو گئے، اور قوم کو راہِ راست پر چلانے کے بدلے اُسے غلط رستہ بتانے لگے -

حضرات! علما قوم کے طبیب تھے، اور جسطرح طبیب کا کام ہے مرض کا تشخیص کرنا اور ہر مرض کے مطابق، اور ہر موسم اور ہر حالت کے مناسب دوا تجویز کرنا، مگر انھوں نے اُسکا خیال نہ رکھا، اور ایک ہی دوا سے سب بیماریوں کا علاج کرنے لگے - کیا خوب کہا ہے ہمارے زمانے کے ایک امام نے کہ ”ائمہ مجتہدین کو آیندہ قوموں اور نسلوں کے لیے، جنکو مختلف وقتوں، اور مختلف موقعوں میں مختلف واقعات اور حالات پیش آئیں، مشعلِ راہ اور ذریعۂ ہدایت ہونا چاہیے - اور ہر مرض کی جو قوم میں پیدا ہو، اُسکے مزاج اور حالت کے موافق دوا اُن کو تجویز کرنی لازم ہے - مگر اُن کا کیا حال ہے؟ اجتہاد تو کرتے نہیں، زمانے کی حالت اور قوم کی ضرورتوں کو دیکھتے نہیں، بیماریوں کی تشخیص کرتے نہیں، ہر بیماری کی دوا جدا جدا تجویز کرتے نہیں، اُنھیں تو ایک ہی نسخہ یاد ہے جو اپنے بزرگوں سے سُنا تھا، اور اُسی سے سب کا علاج کرتے ہیں، اور قوم کو ہلاک کرتے ہیں“ -

”افسوس ہے کہ وہ نہیں جانتے، یا نہیں مانتے - کہ خدا کی وحی اور شریعت کا نزول اور اماموں کا اجتہاد قوموں کی مصلحتوں، اور اُن کے تمدن کے قائم کرنے، اور اُن میں علمی اور تمدنی رُوح پیدا کرنے کیواسطے ہے - اور شارع اور مجتہد دونوں کا مقصد یہ ہے کہ قوم

کی گردن سے اوہام اور تقلید کے طوق اور سلاسل اُتار ڈالے جائیں، تعصّبات اور پابندیِ مراسم کی زنجیروں سے وہ آزاد کیے جائیں۔ مگر موجودہ حالت اسکے بالکل برخلاف ہے، ہمارے علما دیکھتے ہیں کہ عزت و دولت آہستہ آہستہ ہمارے ہاتھوں سے نکل رہی ہے، اور ذلّت و ادبار کے تاریک غار میں ہم گر رہے ہیں۔ مگر وہ ہمکو اُس سے نہیں نکالتے، بلکہ ہم اگر نکلنا چاہتے ہیں تو ہمکو نکلنے نہیں دیتے۔ وہ ہماری دینی اور دنیوی دونوں کی بہبودی کے ذمّہ دار ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ انھوں نے اپنا فرض صرف نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے معمولی مسائل بیان کر دینے پر محدود کر رکھا ہے، اور اُن کی طبیعتیں چند بوسیدہ کتابوں کی ورق گردانی پر قانع ہو رہی ہیں، اور وہ فرض جو اِس زمانے میں تمام فرائض پر مقدّم ہے اُسے وہ بھول گئے ہیں۔ بلکہ مصیبت یہ ہے کہ اُسکو فرض ہی نہیں سمجھتے اور اُسے اپنی شان اور درجے اور اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی عالم سے کہا جائے کہ اِس زمانے میں جبکہ مسلمان مفلس اور تباہ ہو رہے ہیں، اور علوم و فنون اور صنعت و حرفت سے ناواقف ہیں۔ اُن کو علوم و فنونِ جدیدہ اور سائینس کی تعلیم کی ہدایت کیجیے اور صنعت و حرفت سیکھنے کی ترغیب دیجیے۔ تو وہ یہ کہکر کہ سائینس اسلام کے مخالف ہے، اور صنعت و حرفت دُنیا داروں کا کام ہے، ہماری بات کو نہایت نفرت سے سُنینگے، اور "اَلدُّنیا جِیفَۃٌ وَّ طَالِبُھَا کِلَابٌ" کہکر مسلمانوں کو اُس سے اور نفرت دلائینگے۔ حالانکہ یہ باتیں اور اِس قسم کی ہدایت اور نصیحت اِس زمانے میں اُن پر فرضِ کفایہ ہے۔ اور اُسکے ادا نہ کرنے سے وہ خود گنہگار ہو رہے ہیں، اور ساری قوم کو عذاب میں مُبتلا کر رہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ بوجہ ناواقفیت علوم اور نہ جاننے صنعت و حرفت کے وہ دُنیا کی اور قوموں کے مقابلے میں ذلیل و خوار ہیں۔ مگر وہ ہرگز اسکی ہدایت نہ کرینگے، اور نہ بجز نمازِ جنازہ، اور دفنِ میّت، اور جواب سلام وغیرہ کے ان باتوں کو فرض کفایہ سمجھینگے۔ ہمارے زمانے کے ایک مصری عالم نے اِس افسوسناک

حالت کو دیکھکر نہایت رنج و غم سے یہ لکھا ہے کہ "انھیں علما کا فرض کفایہ سے ناواقف ہونا اصلی سبب اسکا ہے کہ ساری قوم صنعت و حرفت کے فوائد سے محروم ہوگئی ہے، اور یقیناً یہ ایسے فروض کفایہ ہیں، جنکی وجہ سے تمام قوم عذاب میں مبتلا ہے، اور اسوقت تک مبتلا رہیگی جبتک علما میں سے ایک جماعت ایسی نہ پیدا ہو کہ وہ اسکی تعلیم دے، اور قوم میں ایک فرقہ ایسا نہ پیدا ہو جائے کہ وہ اِن تمام ضروری باتوں کو انجام دے" وہ عالم صاف صاف لکھتا ہے کہ "جب تک ہم ایک سوئی یا ایک ہیچک، ٹوپی یا جوتا ایک سمار یا انجنیر کے لئے دوسرے ملک سے محتاج اور دست نگر ہیں، اسوقت تک تمام قوم گنہگار رہے۔ اُسکے لئے دو عذاب لازمی ہیں، ایک تو دُنیا میں حاجتمندی اور جہالت، اور فقر و فاقہ۔ اور دوسرا آخرت کا عذاب وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۔

اسی کی تائید میں وہ عالم لکھتا ہے کہ "اسوقت جو شخص مسلمانوں میں کسی صنعت کے زندہ کرنے، یا آلہ کے ایجاد کرنے، یا کوئی کمیٹی قائم کرنے، یا کوئی صنعتی مدرسہ جاری کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگا تو شریعت کے حکم کے مطابق اس نیک کام کا، اور قیامت تک اسپر عمل کرنیوالوں کا اُسکو اجر ملیگا، اور یہ شخص قوم میں اعلےٰ درجے کا مُصلح اور مجدد ہوگا اور قوم کے لئے نہایت افسوسناک امر ہے، اگر وہ صنائع کیطرف سے غافل رہے، اور قوم کے علما کے لئے افسوس کی بات ہے، اگر وہ اعلان نکردیں کہ یہ ایک مذہبی فرض ہے" اسے لکھکر وہ عالم صاف صاف کہتا ہے کہ "مغربی علوم میں جو قرآن مجید کے سمجھنے کا ذریعہ ہیں اور اسلامی علوم میں کچھ فرق نہیں ہے، کیونکہ وہ بقاے زندگی کا ذریعہ ہے، اور یہ روحانی زندگی رکھنے کا وسیلہ ہے۔ بغیر اِن دونوں کے اسلام اور ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی" اور آخر میں وہ تمام علما سے متوجہ ہو کر التجا کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ "وہ فروضِ کفایہ کیطرف پوری توجہ کریں، اور یہ بات لوگوں تک پہونچا دیں کہ فنون

اور صنائع کا زندہ کرنا، اور اُن علوم و فنون کا حاصل کرنا جن پر اسوقت تمام صنعتوں کا دار و مدار ہی، نہایت ثواب کا کام، اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ کیونکہ اسی صورت میں وہ ایسے فرض کے ادا کرنے میں مشغول ہونگے، جو تمام قوم پر واجب ہے، اور اپنے بھائیوں کو گناہ سے بچاوینگے۔

حضرات! کتنے ایسے عالم اسوقت ہم میں ہیں، جو ان باتوں کو سُنکر غصے میں نہ آوینگے، اور ان باتوں کو نیچریانہ کلام سمجھکر اُس سے متنفر نہ ہونگے۔ اور یہ سُنکر کہ صنعت و حرفت کا سکھانا، اور اسکی ہدایت کرنا اصل عبادت ہے، کہنے والے کو نیچری اور کافر نہ کہینگے۔ جبکہ ہادیان طریقت کا یہ حال ہو، اور وہ خود سیدھی راہ سے بہکے ہوئے ہوں تو قوم اور اُمت کیونکر منزل مقصود پر پہونچ سکتی ہے، اور کیونکر ایسے علما سے اُمید اصلاح کی کیجاسکتی ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ ہماری یہ انجمن جس غرض سے قائم ہوئی ہے، اُسکے رکن رکین علما ہوتے، اور جو کام ہم جاہلوں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اور اس تعلیمی مجلس کے اصلی مقاصد، اور اغراض کے حاصل کرنے کے لئے وہ قوم کے سامنے آتے۔ اور اس زمانے کے علوم و فنون کے سیکھنے کا وعظ کرتے، اور صنعت و حرفت اور اُسکے وسائل اور آلات مہیا کرنیکے لئے خطبوں میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے، تو آج قوم کی حالت دوسری ہوتی۔ مگر قوم کی بدنصیبی سے وُہی اِسکے مخالف ہیں، اور بجائے مدد کرنے کے بڑے مُزاحم اسکے وُہی ہیں۔۔ افسوس ہے، اور ہزار افسوس ہے کہ اسلام میں ایسی تبدیلی ہوگئی ہے، اور علما کی حالت کسقدر بدل گئی ہے کہ ثواب کو عذاب اور عذاب کو ثواب بتارہے ہیں۔ اور وہ مجلس جس سے قوم کی دینی اور دُنیوی حالت دُرست ہو، اُسپر کفر کے فتوے صادر کرکے اپنے آپ کو فرض کا ادا کرنیوالا سمجھتے ہیں۔

اگر علما ہماری مجلسوں میں شریک بھی نہوتے، اور اپنے وعظ و تلقین میں مشغول رہتے تاہم ان کو بقول ہمارے زمانے کے ایک عالم کے یہہ چاہیے تھا کہ جہاں کہیں وہ وعظ فرماتے

قومی مصلحت کو پیش نظر رکھتے، جمعہ کے خطبوں میں جنمیں مہینوں کے فضائل اور گذشتہ زمانے کے واقعات بیان کرتے ہیں، موقوف کرتے، اور بجائے اُن کے فصیح وسلیس زبان کے خطبے جو غیر مستعمل اور وحشی الفاظ سے پاک، اور تشبیہوں اور استعاروں سے خالی ہوتے، اور جنکو حاضرین آسانی سے سمجھ سکتے، بیان کرتے - تاکہ سننے والوں کو فائدہ پہونچتا - اِس افسوسناک حالت کو دیکھکر ہمارے زمانے کا ایک عالم لکھتا ہے کہ علما کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وعظوں اور خطبوں اور لکچروں اور مناظروں اور مباحثوں میں مسلمانوں کے روحانی امراض اور تمدنی بیماریوں کی تنقیح کریں، اور غلط اعتقادات اور باطل اوہام کو بیان کریں، اور مدلل طور پر اُن کی تردید فرماویں - لوگوں کے سامنے توحید، توکل، زہد، اور تواضع اور کفایت شعاری کی حقیقت بیان کریں - اُن کو اِس بات کی تعلیم دیں کہ جسطرح شرعی احکام کی پیروی کرنا اُخروی سعادت کا ذریعہ ہے - اُسی طرح سنن عالم اور نوامیس کون یعنی لاآف نیچر کی رعایت کرنا، اور ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنا دُنیوی صلاح و فلاح کا موجب ہے اور دُنیوی اور اُخروی سعادت اور بہبودی بغیر اُن دونوں ذریعوں کے حاصل ہونا ناممکن ہے اور یہ کہ سُستی اور کاہلی، ذلت اور گمنامی، اِسراف اور تخیلات، عفو اور شفاعت، پر بھروسہ کرکے کام کرنے سے کوتاہی کرنا، اور ماسوائے اللہ سے مدد مانگنا یہ تمام باتیں بدبختی اور بدنصیبی کے اسباب ہیں - اِسکے علاوہ وہ مفید تصنیفات و تالیفات کیطرف متوجہ ہوں، اور ریاضیات اور طبعیات کے پڑھنے کی لوگوں کو ترغیب دیں، جو اُن کے لئے نہایت ضروری ہیں، اور جن کے بغیر دین و دُنیا کی حفاظت نہیں ہوسکتی -

حضرات! اگر اس سے بھی قطع نظر کیجائے کہ علوم و فنونِ جدیدہ کی سیکھنے کی ترغیب دینا، اور صنعت و حرفت کے جاری کرنے کی ہدایت کرنا اُن پر فرض نہیں ہے، مگر جن فرائض کو وہ تسلیم کرتے ہیں، اور جسکو فرضِ کفایہ جانتے ہیں، اُسپر نظر کیجئے کہ اُسکو ہمارے علما کسطرح اور کہاں تک انجام دیتے ہیں - اسلام کی دعوت، اور اسلام کی اشاعت،

اور اسلام کی حفاظت کو تو وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مگر اس فرض کے ادا کرنے والے کتنے عالم ہیں، کون اُن میں ایسا ہی، جو اپنی مسجد اور خانقاہ سے نکلکر چین اور افریقہ گیا ہو، اور پادریوں کیطرح اپنے مذہب کی اشاعت میں زحمتیں اور صعوبتیں اُٹھائی ہوں۔ دُور دراز ملکوں کے جانیکا تو کیا ذکر ہے، اسی ہندوستان کے بہتسے حصّے ایسے ہیں کہ جہاں لاکھوں مسلمان آباد ہیں۔ مگر وہ اسلام کے نام کے سوا کچھ نہیں جانتے، مُشرکانہ عقائد، مشرکانہ رسمیں، مُشرکانہ طریقے، اُن میں جاری ہیں، اور بُت پرستوں میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں ہے مگر کتنے عالم ہیں جو اُن مقامات پر جاتے ہوں، اور اُن نام کے مسلمانوں کو اسلام کے عقائد اور دین کے فرائض سکھاتے ہوں۔ اسکو بھی جانے دیجئے، وہ عالم جو نہایت دردسے اور نہایت غصّے سے انگریزی تعلیم کو مذہب کے مخالف سمجھتے، اور تعلیم یافتوں کو لامذہب کہتے ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھکر ایسے نوجوان تعلیم یافتوں کے مسلمان رکھنے کی کیا فکر کرتے، اور اُسکے لئے کیا کوشش فرماتے ہیں۔ اس زمانے میں جو حملے اسلام پر غیر مذہب والے کرتے ہیں، اور جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہیں، یا جو شُبہات علوم جدیدہ کے تحصیل کرنیوالوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، اُن کے دفع کرنیوالے کتنے عالم ہیں، اور ابتک اُسکے دفع کرنے کی کیا تدبیریں اُنھوں نے کی ہیں۔ یہ تو فرض ایسا ہے کہ ہر عالم اپنے ذمّہ اسکو تسلیم کریگا، مگر اُسکے ادا کرنے سے وہ عاجز اور قاصر ہیں۔ اسکے لئے ضرور ہے کہ وہ خود یورپ کی زبانوں سے واقف ہوں، انگریزی فرنچ اور جرمن زبان سکھیں، اور اُن کے علوم و فنون سے واقفیت حاصل کریں، جو روز بروز ترقی کرتی جاتی ہیں، اور جنکی اشاعت کو کوئی اب روک نہیں سکتا۔ اور جنکا سیکھنا مسلمانوں کے لئے دُنیوی اور تمدّنی ضرورتوں کے لحاظ سے لازمی ہے۔

ہمارے مقدس علما کو اُن علوم کے سیکھنے والوں پر الزام دینا، اور اُن علوم کے مدارس کے جاری کرنے کو کفر و بدعت بتانا تو خوب آتا ہے، مگر وہ شکوک اور شُبہات جو ان

علوم کے سیکھنے سے نوجوان مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، اُن کے دُور کرنے پر کچھ توجہ نہیں ہوتی۔ اکثر نوجوان تعلیم یافتہ ایسے ہیں، جنکو ریاضیات، طبعیات، فلسفہ، اور تاریخ اور دیگر علوم و فنون موجودہ کے پڑھنے سے اسلامی عقائد میں شُبہات پیدا ہو گئے ہیں، اور وہ اپنے شُبہات پر خود افسوس کرتے۔ اور پیچ و تاب کھاتے، اور اُسکے دُور کرنے کیلئے علما کو دیکھتے ہیں، مگر جبکہ علماے دین نے خود اِن شُبہات کو سمجھا ہی نہیں، اور اُن علوم کو سیکھا ہی نہیں، تو وہ کیونکر اُن کو رفع کر سکتے، اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کی حقیقت کیونکر بٹھا سکتے ہیں۔ ہمارے علما کی مُنتہاے سعی یہ ہے کہ اِن علوم کی تحصیل کو روکیں، اور اُن کے پڑھنے سے بچوں کو منع کریں، مگر کیا اُن کے روکنے اور منع کرنے سے اب یہ سیلاب رُک سکتا ہے، اور یہ مفید اور ضروری علوم سے روکنا خود مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ یہ ممکن نہیں جب وہ اِن علوم کو روک نہیں سکے، تو بغیر اسکے کہ اُن کو سمجھیں، خود اُن علوم کی تکذیب کرتے، اور یہ فرما کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتی ہیں کہ "اِن کے موجد کفار ہیں، اسلئے ہرگز قابل لحاظ کے نہیں ہیں"۔ ایک مصری عالم نے خوب کہا ہے کہ "ایسے علما کی مثال اُس قاضی کی مانند ہے، جسنے ایک خاص قسم کی شراب پینا اپنے لئے جائز قرار دیا تھا، اس دلیل سے کہ جس شخص نے یہ شراب خریدی ہے، وہ روایت کرتا ہے بیچنے والے سے، اور بیچنے والا روایت کرتا ہے، اُس کے بنانے والوں سے، اور اِس سلسلے کے تمام راوی کفار ہیں، جنکی روایت ہرگز قبول نہیں کیجا سکتی"۔

مگر صاحبو! آپ خیال کیجئے، کہ علما کا اِن شُبہات کے جواب میں تعلیم یافتوں سے یہ کہنا کہ ایسی باتیں کُفر ہیں، اور جو کچھ علماے دین نے فرمایا ہے وہ برحق ہے، اور فلاسفہ جو کفار ہیں وہ جھوٹے ہیں، کیا نوجوانوں کے دلوں سے ایسے شُبہات کو دُور کر سکتا ہے؟ اور کیا اُن باتوں کو جنکے سچ اور برحق ہونے میں اُن کو کسی قسم کا شُبہہ باقی نہیں رہا، وہ علما کے فرمانے سے جھوٹا سمجھ سکتے ہیں۔

یہ حالت اب اِس درجے پر پُہونچ گئی ہے، کہ خود علما اسکو محسوس کرنے لگے ہیں، اور ہکو نہایت خوشی ہوئی تھی کہ اِسی مصیبت کے دُور کرنے کیلئے علما نے اپنی ایک خاص مجلس قائم کی تھی، اور ہم نے نہایت خوشی سے دیکھا تھا کہ ہمارے روحانی طبیب اِس مرض کی دوا کرنے کے لئے آمادہ ہوئے ہیں، اور اُنھوں نے ایک سیدھا رستہ اختیار کیا ہے، اسی خیال سے ہم نے اُس مجلس کا خیر مقدم کیا تھا، اور بڑی بڑی اُمیدیں قائم کی تھیں، مگر افسوس ہے کہ ہماری کانفرنس کی طرح اُس مقدس گروہ نے بھی صرف تقریروں اور وعظوں پر اپنی ساری کوششوں کو محدود رکھا، اور عملاً کچھ نکیا- بلکہ ہماری مجلس کچھ نہ کچھ ترقی کر رہی ہے، اُس سے دلچسپی لینے والے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، مگر وہ مبارک مجلس علما کی دن بدن کم ہوتی جاتی اور خود علما اُس سے علحدہ ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اُسکی طبعی موت کے آثار نظر آنے لگے تھے، مگر اب اُس میں نئی رُوح پیدا ہونیکے کچھ آثار معلوم ہوتے ہیں، اور ایک دانشمند طبیب نے اُسکو اپنے ہاتھ میں لیا ہے، خدا اُس کی کوششوں کو برکت، اور علما کو پھر اُس مجلس کے اصلی مقاصد کے پُورا کرنے کی توفیق دے —

حضرات! یہ ناانصافی ہوگی، اگر سارا الزام صرف علما کو دیا جائے، یا اُن سب علما کو موردِ الزام بنایا جائے - اِس مقدس گروہ میں خدا کی مہربانی سے اب بھی بعض نہایت سمجھدار، اور دانشمند، اور زمانے کی حالت سے واقف موجود ہیں، اور وہ اِس مصیبت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور اُس کے دُور کرنے کے لئے وہ بیتاب اور بیچین ہیں - مگر افسوس ہی کہ قوم اپنے ایسے روحانی طبیبوں کیطرف رجوع نہیں کرتی، اور اُن کو مدد نہیں دیتی — یہ کہدینا تو آسان ہے کہ پادریوں کیطرح ہمارے عالم چین اور افریقہ کو کیوں نہیں جاتے، اور خود ہندوستان کے مختلف حصّوں میں اسلام کی اشاعت اور حفاظت کیوں نہیں کرتے، مگر وہ آخر انسان ہیں، کھانے پینے کے محتاج ہیں، اہل وعیال رکھتے ہیں، قوم نے کب اُن کو فکرِ معاش سے فارغ کردیا ہے، کہ وہ ایثار علی النفس کریں، اور ان فرائض کے ادا کرنے پر متوجہ ہوں —

پادریوں کی حالت کو دیکھئے، کہ سو برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ امریکہ اور یورپ میں خاص دین عیسوی کی اشاعت کے لئے مجلسیں قائم ہوئی ہیں، اور پادریوں کے گروہ قائم کرنے، اور اُن کو فکر معاش سے سبکدوش کرنیکے لئے ساری قوم یورپ اور امریکہ کی متوجہ ہے، اور کروڑوں روپیہ صرف اِس فنڈ میں جمع ہوتا ہے، اور نہایت نظم و ترتیب سے یہ کام کیا جاتا ہے، ہزاروں پادری اُسی فنڈ سے تنخواہ پاتے ہیں، اور لاکھوں روپیہ انجیل کے ترجموں، اور اُسکی اشاعت میں صرف کئے جاتے ہیں، اور اِسیوجہ سے ایک بڑا گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے، جسکو سوائے اپنے دین کی اشاعت کے دوسرا کام نہیں ہے۔ مگر ہماری قوم کی حالت کیا ہے؟ اُس دین کی طرف سے جسپر مال کی تو کیا حقیقت ہے، جان دینے کے لئے بھی اپنے آپ کو آمادہ کہتے ہیں، بالکل غافل ہیں، اور سوائے زبانی جوش ظاہر کرنے کے اُسکے لئے کچھ نہیں کرتے۔ آج اگر ایک زبردست مجلس خاص علما کو فکرِ معاش سے فارغ کرنے، اور دین کی اشاعت کرنے کیلئے قائم ہو، اور اُسکی مختلف شاخیں تمام دُنیا کے مختلف حصّوں میں قائم ہوں، اور اشاعت اور حفاظتِ دین کا نظم و ترتیب کے ساتھ سلسلہ قائم کیا جائے، تو ہزارہا علما ایسے موجود ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنے اس فرض کو اچھی طرح ادا کر سکیں۔ اور وہ بھی چین و افریقہ میں جاکر اپنے دین کو پھیلائیں۔ اور جسطرح علم و سائنس سے شبہات پیدا ہونے کا علاج یورپ کے پادری کر رہے ہیں، یعنی مذہب کو علم سے تطبیق دیتے، اور نوجوان تعلیم یافتوں کو مذہب پر قائم رہنے کے لئے لکچر دیتے، اور وعظ کرتے، اور کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔ ہمارے علما بھی کرنے لگیں بلکہ وہ کام جو پادریوں نے سو برس میں کیا ہے، ہمارے علما دس برس میں کر سکتے ہیں، کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو اوہام اور خلافِ عقل باتوں سے پاک ہے، اور اُسکے اُصول نہایت سیدھے اور صاف اور سمجھ میں آنیوالے ہیں۔ اور جسکی تعلیم عقل اور علم کے مطابق ہے، اور جسکو معمولی سمجھ کا آدمی نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے، اور قبول کر سکتا ہے۔ مگر کہاں ہے مسلمانوں میں وہ سچا جوش جو عیسائیوں میں ہے، اور کہاں ہے وہ سچی ہمدردی مذہب کی جو یورپ کے لوگوں میں ہے

اور کہاں ہے ہم میں وہ ذریعے اور طریقے علما کو اپنے فرائض ادا کرنیکے لئے تیار کرنے سکے جو عیسوی مذہب کے ماننے والوں میں ہیں۔ پس درحقیقت علما اُسقدر ملامت کے مستحق نہیں ہیں جس قدر کہ خود قوم ہے۔ کاش قوم بیدار ہو، اور اُس دین کے لئے جسپر جان فدا کرنے کی مدعی ہے وہ تدبیریں کرے جو یورپ والے کر رہے ہیں، ورنہ یہ ملامت بھی بے سود اور قابل افسوس ہے، قوم کی حالت اس سے نہیں سنبھل سکتی کہ ہم علما کو پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر ملامت کریں کہ وہ اپنا فرض ادا نہیں کرتے، اور علما اپنی مسجدوں اور خانقاہوں میں بیٹھکر ہم پر کفر کے فتوے جاری کریں کہ یہ انگریزی کی تعلیم دیکر اپنے بچوں کو نیچری اور لامذہب بناتے ہیں۔

اے قوم! اب کام کرنے کا وقت ہے، نہ کہ ایک دوسرے پر ملامت کرنے کا۔ آؤ اور باتیں بنانا چھوڑو، اور کچھ کام کرو، ورنہ ہم سب ایک ہی غار میں گرینگے، اور ہم میں سے کسی کا پتہ نہ چلیگا، اور ہم سب اُس روز جو آنیوالا ہے، اور جبکہ اپنے حقیقی مالک اور خالق کے سامنے ہمکو جواب دینا ہے، سب گنہگار ٹھیرینگے، اور سب پر عذاب کا حکم جاری ہوگا۔ اور دوزخ کی جلتی آگ میں گرائے جاوینگے، اور ہم پر رحم نکیا جائیگا۔

حضرات! علما کے بعد دوسرا فرقہ جس سے قوم کی ترقی اور بہبودی ہو سکتی ہے، اُمرا کا ہے، اُنکی حالت علما سے بھی بدتر ہے۔ جو دولت و ثروت خدا نے اُن کو دی ہے وہ اُن کے ذاتی عیش و عشرت، اور مُغنی و مُطرب، اور ساقی و ندیم کے لئے وقف ہے، نہ اُس میں قوم کا کچھ حصہ ہے، نہ کسی نیک کام میں صرف کرنا اُنکا فرض ہے۔ اِس گروہ کی جو کچھ حالت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، اور افسوس اِسکا ہے کہ جب ہم دوسری قوموں کے اِس گروہ کو دیکھتے ہیں تو اپنی قوم کے اِس گروہ سے بہت ہی نمایاں فرق پاتے ہیں۔ ہندوستان کے ایک چھوٹے سے فرقے کی حالت پر نظر کیجیے، اور پارسیوں کو جنکی تعداد اسّی ہزار سے زیادہ نہیں ہے، دیکھئے، اُن میں جو امیر ہیں اُن کی کیا حالت ہے، اور وہ خدا کی اِس امانت کو کسطرح صرف کرتے ہیں۔ ذرا بمبئی کو تشریف لیجائیے

اُس معزز قوم کی حالت کو دیکھیے، جس کسی بڑی عالیشان عمارت پر آپکی نظر پڑیگی، اُسکو دیکھکر یہ خیال ہوگا کہ کسی بڑے امیر کا عالیشان محل ہے، مگر دریافت کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ کوئی کالج ہے، یا کتب خانہ ہے، یا ہسپتال ہے، یا سنیٹرم ہے، غرضکہ کوئی بڑی عمارت آپ نہ پاوینگے، جو کسی نیک غرض کے لئے، ملک کے فائدے کے لئے، اُس معزز قوم کے کسی ممبر نے نہ بنائی ہو۔

آپنے سُنا ہوگا کہ ایک پارسی ٹاٹا نے تیس لاکھ روپیہ اعلیٰ علوم کی تحقیقات کے لئے وقف کردیا۔ اور ابھی ایک دوسرے پارسی نے بیس لاکھ روپیہ پبلک کے کاموں کے لئے دیدیا۔ اِس قوم کے مردوں کو جانے دیجئے، عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ بھی اپنی دولت و ثروت کا بڑا حصّہ قوم کو نذر کرتی ہیں۔ کئی پارسی لیڈیاں ایسی ہیں، کہ اُنھوں نے اپنے خاوندوں کے مرنے پر آدھے سرمائے سے زیادہ کسی نیک کام میں دیدیا، اور کتبخانہ یا مدرسہ یا شفاخانہ عام فائدے کے لئے بنادیا۔ کم کوئی خاندان پارسیوں کا ایسا ہوگا کہ جو اپنی دولت اور کمائی میں قوم کو حصّہ دار نہ سمجھتا ہو، یا غیر مفید کاموں میں رسموں کی پابندی کے لحاظ سے روپیہ صرف کرتا ہو۔ اور ایسی عمدہ خصلت کا جو پارسیوں کی قومی خصلت ہوگئی ہے، یہ نتیجہ ہے کہ بلحاظ تعلیم کے ۹۰ فیصدی اُن میں پڑھے لکھے ہیں، اور بلحاظ دولت کے ایک شخص بھی مفلس اور فقیر نہیں ہے۔ اور بلحاظ اتفاق اور اتحاد کی سب ایک مشترکہ غرض کے لئے ساعی و کوشاں ہیں۔ اِسیوجہ سے گورنمنٹ میں اُن کی عزت ہے۔ کوئی نائٹ ہے، کوئی سر ہے، کوئی ممبر پارلیمنٹ ہے، کوئی کونسل کا رکن ہے،۔

آپنے سر فیروز شاہ مہتہ کا نام سُنا ہوگا، کہ صرف اپنی لیاقت اور قومی خدمت کیوجہ سے بمبئی کی تمام قوموں کا سردار اور پیشوا سمجھا جاتا ہے، اور ساری بمبئی اُسکے اشارہ پر چلتی ہے۔ اور تمام پارسی اُسکو اپنا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں۔

پارسیوں کو جانے دیجئے، اُولوالعزم بنگالیوں کو دیکھئے کہ اُنھوں نے

علم اور تمدّن میں کیسی ترقی کی ہے، اور کیسی عالیشان اور مفید درسگاہیں بنا رہے ہیں، اور قومی جوش کیسا کچھ اُن کے سینوں میں موجزن ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے کہ اُن کے خیالات صحیح ہیں یا غلط، مگر اُن کی ہمت اور غیرت اور بلند حوصلگی کو دیکھیے کہ جس کام کو وہ قوم کیلئے مفید سمجھتے ہیں، دل و جان سے اسکے کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اور جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اُسکو پورا کر کے چھوڑتے ہیں۔ یونیورسٹی کمیشن اور یونیورسٹی بل کو اُنھوں نے اپنی قومی اغراض کے موافق نہ دیکھا، تو ایک قومی یونیورسٹی قائم کرنیکا ارادہ کیا۔ اور چند آدمیوں نے تھوڑے دنوں میں ۳۰ لاکھ کے قریب جمع کر لیا۔ یہی حالت پُونا کے مرہٹوں، اور مدراسیوں کی ہے کہ اُن میں اپنی قوم کی ترقی کا خیال ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ قومی مقاصد کے مقابلے میں شخصی اغراض کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی اُن میں سے قوم کی سچی خدمت کرتا ہے، اُسکو اپنا پیشوا و مخدوم سمجھتے، اور اُسکی ایسی عزت کرتے ہیں کہ کسی رئیس اور راجہ کی بھی نکرتے ہوں۔ آنریبل گوکھلے کو دیکھیے کہ بلحاظ دولت کے ایک غریب آدمی ہے، مگر لیاقت اور قوم کی خدمت نے اُسے تمام قوم کا سرتاج بنا رکھا ہے۔

اِن دُور دراز صُوبوں کو جانے دیجئے، اپنے ہی صُوبہ کا حال دیکھیے کہ ہمارے معزز ہموطن ہندو بھائی اپنی دولت کیسے مفید کاموں میں صرف کر رہے ہیں، اور ترقی کے راز کو کیسا سمجھ گئے ہیں، چند مہینے کی بات ہے، کہ ہندو یونیورسٹی قائم کرنے کا ارادہ کیا، اور تین آدمیوں نے تین تین لاکھ روپے پیش کر دیے۔ غرضکہ سوا ے مسلمانوں کے تمام قومیں جو اِسوقت ہندوستان میں آباد ہیں، ترقی کے نشے میں مست ہیں، پُرانی رسمیں اور فضول عادتیں، اور مُسرفانہ مصارف چھوڑتے جاتے ہیں، اور قوم کی صلاح و فلاح کی مفید راہیں اختیار کرتے جاتے ہیں، اور باوجود اختلافِ عقائد، اور اختلافِ خیالات کے قومی ترقی کے خیال میں متحد اور متفق ہوتے جاتے ہیں۔

برخلاف اِن معزز اور ہونہار قوموں کے اب اپنی قوم کی حالت دیکھیے کہ باوجود

چہل سالہ کوشش مرحوم سید کے کوئی نمایاں ترقی مسلمانوں نے نہیں کی، اور نہ اُن کے خیالات میں کوئی مُفید تبدیلی پیدا ہوئی، نہ سوا اسے باتیں بنانے کے عملی کام کی طرف توجہ ہوئی۔ جو کچھ ترقی آپ علی گڈھ کالج میں دیکھتے ہیں، وہ نتیجہ اسی سخت اور مسلسل اور مستحکم کوششوں کا ہے کہ اگر قوم زندہ ہوتی، اور اپنے اسلاف کے کارناموں پر نظر کرتی، اور زمانے کی تیز رفتار کو دیکھتی، تو خدا جانے آج اُسکی ترقی کس درجے پر پہونچتی۔ مگر بجز اسکے کہ چند لڑکے یہاں جمع ہوگئے ہیں، اور کچھ انگریزی پڑھنے لگے ہیں، کیا ہوا ہے؟ اور وہ مقصد جو سید کو اس کالج کے قائم کرنے سے مقصود تھا، وہ کہاں تک حاصل ہوا؟ اور محمڈن یونیورسٹی جسکا نام سُنکر مسلمانوں کو وجد آتا ہے۔ اور جسکے قائم کرنے کے لئے ۳۰ برس سے کوششیں ہو رہی ہیں، اور ہر کانفرنس کے اجلاس میں اُسکے لئے بڑا جوش ظاہر کیا جا رہا ہے، مگر ہنوز روزِ اول ہے۔ نہ اس بات کا ہمکو خیال ہے کہ ہماری تحریکوں اور تجویزوں کی کوئی عملی صورت ظاہر نہیں ہوتی، اور دُنیا ہم پر ہنستی ہے، نہ ہماری غیرت کا خون جوش میں آتا ہے، کہ جو تجویز ہمارے بزرگ لیڈر نے سوچی تھی، اُسپر دوسری قوموں نے عمل شروع کر دیا ہے، اور ہم ابتک باتیں بنا رہے ہیں۔

غرضکہ حضرات! یہ داستانِ غم کہانتک بیان کیجائے، اور اس دردِ دل کا کہانتک اظہار کیا جائے، مرحوم سید اسی غم میں مر گئے، اور ہم لوگ بھی یہی غم کی کہانی کہتے کہتے مرجاوینگے، اور حسرت و افسوس قبر میں اپنے ساتھ لیجاوینگے۔

مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ آج اسوقت جس جگہ میں یہ درد کا فسانہ کہہ رہا ہوں، شاید آپ میں سے کوئی اس کالج کی ترقی دیکھکر میری تقریر کو مبالغے پر محمول کرے، اور چند عمارتیں جو اس چند سال میں یہاں بنگئی ہیں، اُن کو میرے کلام کی تردید میں پیش کرے۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ جو کوئی منصف مزاج اور دُور اندیش و عاقبت بین مسلمان غور سے دیکھیگا، تو اُسکو اس خفیف ترقی سے کچھ تسلّی نہوگی، نہ اُسکو یہ غلط خیال پیدا ہوگا کہ قوم ترقی کر رہی ہے، اور مسلمان متفقہ کوشش سے اپنی قومی عمارت کو پورا کر رہے ہیں۔ اسی کالج کو

دیکھئے، اور اسی کی عمارتوں، اور دیگر حالتوں پر غور کیجئے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ابھی یہ چھوٹا کام بھی پورا نہیں ہوا - اور بلحاظ مسلمانوں کی ضرورت کے ابھی ہزار میں ایک ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی - اسی کالج کے چاروں طرف نظر کیجئے، تو آپکو اگر ایکطرف چند عمارتیں تیار اور مکمل نظر آدینگی، تو دوسری طرف ویرانہ نظر پڑیگا، اور ایسے کچّے اور بوسیدہ کمرے دکھائی دینگے، جن سے غالباً بعض شہروں کی سرائیں زیادہ بہتر ہیں -

پچھلے اگست کا ذکر ہے کہ ہمارے ہمدرد اور مربی ہز آنر سرجیمس لاٹوش نے ممتاز بورڈنگ کی بنیاد رکھتے وقت اپنی مہربانی سے کالج کی ترقی پر اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی تھی، اور یہہ کہا تھا کہ "مسلمانوں کی حالت مجھے خوب معلوم ہے، اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ ترقی کرینگے" مگر میں نے ہز آنر کا شکریہ ادا کرتے وقت بکمال ادب عرض کیا تھا کہ بیشک آپ مسلمانوں کے حال سے واقف ہیں، مگر یہ واقفیت اضافی ہے، نہ حقیقی - آپ مسلمانوں کے اصلی حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، اور نہ واقف ہوسکتے ہیں - اِلّا اُس حالت میں جبکہ آپ ایک مہینے کے لئے بھی کالج کے آنریری سکرٹری کا کام کریں - بدنصیب آنریری سکرٹری ہی کو اپنی قوم کی حالت معلوم ہے، اور اُسی کا دل جانتا ہے کہ قوم کی کیا حالت ہے، اور اُس سے آیندہ کیا اُمیدیں ہیں، قوم کو افلاس اور ادبار نے اِسقدر گھیر لیا ہے کہ اب اُسمیں ترقی کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی - کوئی روز نہیں ہوتا کہ سکرٹری کی پاس غریبوں اور بیواؤں اور مفلس مسلمانوں کے خط نہ آتے ہوں، اور جس میں تعلیم کی فیس کی معافی کی عاجزانہ درخواست نہوتی ہو - اکثر بیواؤں کے ایسے دلخراش خط آتے ہیں، کہ اُن کو دیکھکر دل پاش پاش ہوتا ہے، اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوتے ہیں، کسی کا یہ مضمون ہوتا ہے کہ میں شریف خاندان سے ہوں، میرے آباؤاجداد شاہی منصبدار تھے، اور اب اسقدر استطاعت نہیں ہے کہ ایک روپیہ ماہوار فیس کا بھی ادا کرسکوں - برائے خدا فیس معاف کرکے میرے بچّے کو اپنے مدرسے میں داخل کرلیجئے

کوئی مفلس اور نادار بیوہ لکھتی ہے کہ میرا ایک بیٹا ہے، جس کا نہ کوئی والی ہے، نہ وارث۔ نہ اُسکے لئے کھانیکو روٹی، اور پہننے کو کپڑا ہے، نہ مدرسے کے ۸ ر فیس ہی دینے کی طاقت ہے۔ اُسکو آپ بُلا لیجیے، اور اپنی خدمتگاری میں رکھیے، اپنے جوتے اُس سے صاف کرائیے، اور جو کام چاہیے اُس سے لیجیے۔ مگر خدا کے لئے اُسکے پڑھنے کا بندوبست کر دیجیے۔

حضرات! کون سنگدل ایسا ہوگا، جو اِن خطوط کو پڑھکر آنسو کے دریا نہ بہائے اور کون ایسا شقی القلب ہوگا کہ یہ حالت دیکھکر اُسکا جگر پارہ پارہ نہو۔ یہ دردانگیز حالت قوم کی دیکھکر کالج نے ایک انجمن الفرض قائم کی ہے، اور وہ ہر سال اپنے کالج کے لڑکوں کو غریب طالب علموں کی مدد کرنے، اور اُن کو وظائف دینے کے لئے ہندوستان کے مختلف حصّوں میں بھیجتی ہے، اور نوجوان نیکدل لڑکے چھٹیوں میں اپنا آرام چھوڑکر بجائے وطن جانے، اور عزیزوں، آشناؤں سے ملنے کے کاسۂ گدائی ہاتھ میں لیکر دُور دراز مقامات میں جاتے ہیں، اور طرح طرح کی صعوبتیں اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں، اور بمشکل کچھ روپیہ جمع کراتے ہیں، مگر بجائے اسکے کہ ایسے سعید اور ہونہار اور ہمدرد اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کی قدر کیجائے، اور جہاں وہ جاویں، اُن کی پاک غرض کو، اور اُن کے نیک کام پر خیال کرکے لوگ اُن کی عزت اور مدد کریں، اُن سے نفرت کی جاتی ہے اور وہ بھیک مانگنے والے سمجھے جاتے ہیں، اور اُن سے قوم اُسیطرح پیش آتی ہے جسطرح کسی ادنےٰ درجے کے بھیک مانگنے والے سے لوگ پیش آتے ہیں۔

حضرات! کیا آپ اسے بیدردی اور بیرحمی اور ظلم اور ناانصافی نہ کہینگے کہ ایک طرف تو ہمپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ غریبوں کی تعلیم کی کچھ فکر نہیں ہے، علیگڈھ کالج صرف امیروں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور دوسری طرف چندہ مانگنے پر اعتراض کیا جاتا ہے اور لڑکے جو ڈپوٹیشن میں بھیجے جاتے ہیں، اُسپر بھیک مانگنے، اور گداگری سکھانیکی طعنے

کئے جاتے ہیں۔ ہم نے بارہا اس بات کو پبلک کے سامنے پیش کیا اور اپنی تقریروں اور تحریروں اور رپورٹوں میں دکھایا کہ اِس کالج سے بڑھ کر کوئی ایسا اور کالج نہوگا جو غریب مسلمانوں کی اُسکی برابر مدد کرتا ہو۔ سوا سو [125] لڑکوں کے قریب کالج کے طالب علم ایسے ہیں کہ جنکو درحقیقت مفت تعلیم دیجاتی ہے۔ اور جنپر تخمیناً دو ہزار روپیہ مہینہ کالج صرف کرتا ہے۔ مگر اِس بیخبری اور بیدردی کو دیکھئے کہ ایسی نمایاں فیاضی اور بے نظیر امداد سے چشم پوشی کیجائے، اور اُسکا نہ اظہار کیا جائے نہ شکر، اور اعتراض ہو تو چندہ مانگنے اور لڑکوں کو گداگری سکھانیکا۔ اگر قوم سے چندہ نہ لیا جائے اور قوم کے بزرگ جب خود کالج کی مدد کے لئے تکلیف نہ کریں، اور مالی امداد حاصل کرنے اور چندہ مانگنے کیلئے گھر سے قدم باہر نہ نکالیں، تو آخر منتظمانِ کالج کسطرح کالج کو چلائیں، کیسے اُسکو ترقی دیں، کیونکر اُسکی معمولی ضروریات بھی پوری کریں۔ اور کہاں سے لائیں جو غریبوں کو بغیر فیس لینے کے تعلیم دیں، اور اُن کی تعلیم کا سارا خرچ اپنے ذمہ لیں۔ کالج میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے جسمیں روپے پھلتے ہوں، کالج کے سکرٹری کو کیمیا کا نسخہ معلوم نہیں، پرنسپل کو دست غیب کا عمل یاد نہیں۔ پھر روپیہ آئے تو کہاں سے آئے۔

حضرات! جب دل میں درد نہیں ہوتا، اور محبت کی آگ سینے میں مشتعل نہیں ہوتی، تب ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں، اور ایسے ہی اعتراضات کئے جاتے ہیں، خود تو کچھ کرتے نہیں، اور جو کریں اُنپر طعنوں اور ملامت کے تیروں کا مینہہ برسایا جاتا ہے، مگر جنکو قوم کی حمیت اور عشق نے دیوانہ کر دیا ہے، وہ سب کچھ سُنتے ہیں اور اپنا کام کئے جاتے ہیں، اور طعنوں اور ملامتوں کو دُعاؤں سے بڑھ کر سمجھتے ہیں ؎

چون محبت شعله در خرمن زند	شوقِ خاکستر شدن دامن زند
پاک سوزد ہمچو خس صبر و قرار	سخت تر از موت باشد انتظار
پایِ بیتابی چو بسمل می زند	دست در دامانِ قاتل می زند

علما اور اُمرا کے سوائے جو تیسرا گروہ متوسط درجے کا ہے، اُس میں اب بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جنکو درحقیقت سچّا درد قوم کا ہے، اور قوم کی پست حالت دیکھ رہے ہیں، اور قوم کی ترقی کا خیال بھی اُن کے دلوں میں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اُن کی ایسی حالت نہیں ہے کہ قوم کے لئے خود کچھ کرسکیں، اور علما یا امرا کی طرح اپنا اثر دوسروں پر ڈال سکیں۔ لیکن جو کچھ اسوقت قومی کام ہو رہے ہیں اُس میں بڑا حصّہ اسی فرقے کا ہے، مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کی نظر اُن پر بہت کم پڑتی ہے، اور ہم خود ایسے فرقے میں اُن لوگوں کو نہیں ڈھونڈھتے، اور اُن کی قدر نہیں کرتے، اور اُن سے کام نہیں لیتے، جو ہماری بہت کچھ مدد کرسکتے اور بقدرِ طاقت کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دورے میں ہندوستان کے مختلف حصّوں میں ایسے لوگ پائے جنکو میں خود نہ جانتا تھا، جنکے نام بھی نہ سُنے تھے، مگر اُن کو دیکھکر، اور اُن سے ملکر مجھے نہایت افسوس بھی ہوا، اور خوشی بھی، ایسے لوگ مجھے ملے، جنکے دلوں میں قوم کی محبت کی آگ مشتعل دیکھی، اور جنکو قابل اور لائق بھی پایا، مگر قوم اُن کو نہیں جانتی، اور ہم نے خود ابتک اُن کو نہیں پہچانا اُن میں بہت سے ایسے زندہ دل پائے جن سے اگر کام لیا جائے تو وہ بہت کچھ قوم کی خدمت کرسکتے ہیں، اور ہمارا اب بڑا فرض یہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو تلاش کریں، اور گمنامی کے گوشے میں اُنھیں پڑا نہ رہنے دیں، اُن کی قدر کریں، اور اُن سے کام لیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ قوم میں زندہ دل اور ہمدرد اور خدمت کرنے کی قابلیت اور اہلیت رکھنے والے نہیں ہیں۔ ہمکو خود اپنے اوپر ملامت کرنا چاہیے کہ ہم رہنمائی اور رہبری کا دعوٰی کرتے ہیں، اور قوم کی خدمت کرنے کے مدّعی ہیں، مگر درحقیقت ہم خود کچھ نہیں کرتے۔ دُمدار ستاروں پر ہماری نظر پڑتی ہے، اور ہم اُن کو بہت تعجب سے دیکھتے ہیں، اگرچہ وہ ہمارے ہاتھ نہیں آتے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اُن چمکدار ذرّوں کو نہیں دیکھتے جو ہمارے اسی ریگستان میں موجود ہیں، اور جن پر ہمدردی

اور اسلامی محبت کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔

صاحبو! مجھے اپنی حالت پر خود نہایت افسوس آتا ہے، کہ میں خود اب تک غلط رستے پر چلا، اور چل رہا ہوں۔ علما اور امرا کی طرف ہمیشہ نظر کرتا ہوں۔ مگر اُن لوگوں کو جو اسلام پر فدا اور قوم پر فریفتہ ہیں تلاش نہیں کرتا، اور اُن سے خدمت نہیں لیتا، اور اب میری بڑی تمنا اور آرزو یہی ہے کہ اس متوسط الحال طبقے سے ایسے لوگ جو قوم کی خدمت کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں، اور شوق بھی، تلاش کئے جاویں، اور اُن سے کام لیا جائے۔ خدا کرے کہ میری یہ آرزو پوری ہو، اور ہماری کانفرنس میں ایسے لوگوں کی قدر اور عزت کی جائے۔ اور اُن سے کام لیا جائے۔ اگر ایسا ہوا اور خدا نے چاہا تو ہو گا، اُسوقت ہم اپنی حالت میں دل خوش کن تغیر پا دینگے، اور ہر سال بجائے نالہ و شیون کرنے اور مرثیہ پڑھنے کے اُن کی خدمتوں کے عمدہ نتائج دکھا کر اپنے اوپر فخر کرینگے۔

حضرات! معاف کیجئے کہ میں نے بہت بڑا حصہ آپکے قیمتی وقت کا لیا، اور اپنی پریشان تقریر سے آپکی بہت کچھ سامعہ خراشی کی، مگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے کہ میں اُن تجویزوں کو بھی عرض کروں، جو میرے نزدیک اس کانفرنس کے اصلی مقاصد کے حاصل ہونے کے لئے اور قوم کی ترقی کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

اوّل یہ کہ کانفرنس کا صیغہ ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جائے، جو اِس کام کو برابر انجام دیتا رہے، اور اُس کے انجام دینے کی اہلیت اور قابلیت بھی رکھتا ہو۔ اور میں خوشی سے اظہار کرتا ہوں کہ یہ کام عملاً سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے میرے معزز و قابل دوست صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کو سپرد کیا ہے، اور اُنھوں نے صرف قوم کی ہمدردی کے خیال سے اُسکو اپنے ذمہ قبول کیا ہے۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ آئندہ سال جب اِس کانفرنس کا سالانہ اجلاس ہو گا تو عملی کارروائی اور عملی نتائج آپ کے سامنے کچھ ظاہر کئے جا سکینگے۔ اور بجائے "ہنوز ہیچ نشد، کہ این شد و آن شد"، کہکر

آپکا دل خوش کیا جاسکیگا۔

دوسرے یہ کہ جو پراونشل کمیٹیاں مختلف صوبوں میں قائم ہوئی ہیں، اُن سے تعلق پیدا کیا جائے، اور اُن کو مدد دیجائے، اور اُن کے دل سے یہ غلط خیال دور کیا جائے کہ علی گڈھ کی کانفرنس کا مقصد اُن کے مقصد سے جدا ہے، یا ہماری کانفرنس اُن کی کانفرنس نہیں ہے، یا اس کانفرنس کو اُن پر افسری اور برتری کا دعویٰ یا خیال ہے۔ بلکہ یہ بات اُن کے ذہن نشین کردینی چاہیے کہ ہم سب کی غرض ایک ہے، اور ایک ہی غرض کے لئے ہم سب لوگ کوشش کررہے ہیں۔ اور جب وہ لوگ دیکھینگے کہ ہم اُن کی کوششوں کو پسند کرتے ہیں اُسکی قدر کرتے ہیں، اُن کو مدد دیتے ہیں، تو یہ ناممکن ہے کہ وہ ہم سے علحدہ رہیں، اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنانے پر قانع رہیں۔ یقیناً وہ بھی ہمکو مدد دینگے، وہ بھی ہمارے ساتھ ملکر کام کرینگے، اور بسبب اُس تجربے کے جو ہمکو حاصل ہے، وہ خود ہماری مدد چاہینگے۔ قوم کا درد اُن کے دل میں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ ہمارے دل میں، وہ بھی تعلیم کو قوم کی ترقی کے لئے ویسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ ہم، وہ بھی اُسکی اصلاح اُسیطرح چاہتے ہیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہم سے جدا رہنا پسند کریں، اور ملکر کام نکریں۔ اگر ہم ایک انچہ اُن کی طرف بڑھینگے تو وہ ضرور ایک گز ہماری طرف پیشقدمی کرینگے۔ اتفاق اور اتحاد ایک غرض مشترکہ کے لئے پیدا ہونا مشکل نہیں ہے، صرف غلط خیالات کے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ایک مرکز اور ایک سمت قائم کرنے کی حاجت ہے۔ کوئی مسلمان اب ایسا نہیں ہے، جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اُن کی قوتیں منتشر ہورہی ہیں، اور جبتک یہ قوتیں مجتمع نہ ہونگی، کبھی کوئی مقصد حاصل نہوگا۔ اور کوئی انجمن، کوئی مجلس، اور کوئی کانفرنس، جدا جدا رہکر اپنے مقصد میں کامیاب نہوگی۔ اسلئے ضرور ہے کہ ہم پیشقدمی کریں، اور ہم خود ان منتشر قوتوں کے جمع کرنے کے لئے ضروری کوششیں عمل میں لاویں۔

تیسرے یہ کہ۔ کام کرنیوالوں کی ایک جماعت پیدا کی جائے، اور ہجائے اِسکے کہ

ایک ہی شخص پر سارا بوجھ ڈالا جائے، یہ بارِ گراں تقسیم کردیا جائے، یہ کام تقریروں اور اسپیچوں سے نہیں ہوتا، بلکہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سے ایسے لوگ منتخب کئے جاویں، اور اُن سے کام لیا جائے، اوّل اُن کے کام اور اُن کے فرائض مقرر کئے جاویں، اور پھر اُن میں ترتیب کہ کون سا زیادہ ضروری ہے، رکھی جائے، اور پھر وہ لوگ جو اپنی خوشی سے، اور اپنے شوق سے اُن فرائض کے ادا کرنے پر آمادہ ہوں، اُن کو اُس جماعت میں شریک کیا جائے، اور اُن سے کام لیا جائے - اور جو طریقے کام کرنیکے ہیں، وہ مقرر کئے جاویں -

میری رائے میں سب لوگ آنریری طور پر کام کرنے کے لائق نہیں ہیں، بلکہ اکثر کام کرنیوالے بے استطاعتی کیوجہ سے کام کرنے سے معذور اور مجبور ہیں - اسلئے ضرور ہے کہ بعض کام کرنیوالوں کو مالی مدد دی جائے، اور اُن کے اخراجات کا بندوبست کیا جائے اور کانفرنس کے فنڈ کو ترقی دیجائے، اور اُس سے ایسے کام کرنیوالوں کو اسقدر خرچ دیا جائے، جس سے وہ بآسانی کام کرسکیں - کسیکو راہ خرچ دیا جائے، کسیکی تنخواہ مقرر کی جائے، کوئی پیڈ ایجنٹ مقرر ہو - غرضکہ یہ خیال کہ ہر شخص سے گو وہ استطاعت بھی نہ رکھتا ہو، مفت کام لیا جائے، غلط خیال ہے - اور اسیوجہ سے ابتک ہماری کانفرنس اپنے مقصد میں ناکامیاب رہی ہے - اور مجھے یقین ہے کہ جب قوم دیکھیگی کہ درحقیقت یہ مجلس کچھ کام کررہی ہے، اور تنخواہ یاب لوگ مقرر کئے گئے ہیں، اور وہ اپنے کام کے نتیجے دکھارہے ہیں، تو مالی مدد دینے، اور فنڈ کے مہیا کرنے میں دریغ نکرینگے -

چوتھے یہ کہ - کانفرنس کے مقاصد اور اُن کی کارروائیوں کی اشاعت جہانتک ممکن ہو، بہت زیادہ کی جائے، ابتک اسکی اشاعت محدود ہے، اور ہزارہا مسلمان اُس کے مقاصد سے ناواقف، بلکہ اُسکے نام سے بھی بیخبر ہیں - اگر اُن کو معلوم ہے تو صرف یہ کہ علی گڈھ میں ایک انجمن ہے، جسکو نیچریوں نے قائم کیا ہے، اور جسکے ذریعے سے نیچریت

اور لامذہبی پھیلائی جاتی ہے۔ وہ بیچارے جانتے ہی نہیں کہ اِس کانفرنس کا مقصد کیا ہے، اور اُس میں کیا ہوتا ہے، ہماری کارروائی ایک تنگ دائرے میں محدود ہے، اور اجلاس کے تین دِنوں پر منحصر۔ دُنیا کو خبر ہی نہیں ہے کہ اصلی اصول ہمارے کیا ہیں، اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ اسکے لئے ضرور ہے کہ چھوٹے چھوٹے رسالے ایسے مرتب کئے جاویں جنمیں اِس کانفرنس کے مقاصد اور اُسکے فوائد، اور اُسکی مفید تجویزیں بیان کی جاویں، اور ترغیب اور شوق دلانے والی باتیں مختصر طور پر درج ہوں۔ اور یہ رسالے نہ صرف اُردو زبان میں، بلکہ ہر صوبہ کی مختلف زبانوں میں لکھکر اور چھاپ کر ہزاروں، بلکہ لاکھوں مُفت تقسیم کئے جاویں۔ اور بذریعہ لوکل انجمنوں اور ایجنٹوں اور ممبروں کے شایع کئے جاویں۔

پانچویں یہ کہ۔ کام کرنے کا سلسلہ چند دِنوں پر محدود نہ رہے، بلکہ سال بھر برابر کام جاری رہے، اور بذریعہ خط وکتابت کے کام کرنیوالوں سے اُن کی کارروائی دریافت کی جاتی رہے، اور جو کوئی نمایاں کام کرے، اُسکی کسی نہ کسی مفید طریقے سے قدر کی جائے۔ اور اُس کی پبلک میں شہرت دیجائے۔ اور اُسکا دل بڑھایا جائے، تاکہ دوسروں کو رغبت پیدا ہو، اور آپکے کاموں کی شہرت ہو۔

چھٹویں یہ کہ۔ کانفرنس کا دفتر زیادہ مضبوط اور زیادہ بہتر کیا جائے، اور ایک ایسا تنخواہ یاب کام کرنیوالا دفتر کا ہیڈ مقرر کیا جائے، جو انگریزی میں خوب ماہر ہو، اچھا تعلیم یافتہ ہو، اور متعلق تعلیم کے جو کچھ گورنمنٹ اور یونیورسٹی اور پبلک میں ہو رہا ہے، اور ہوتا جاتا ہے، اُس سے واقفیت حاصل کرے، اور اُسکو سمجھ سکے، اور اُس کے لئے تمام ضروری ریکارڈ جمع کرے۔ اور وقتاً فوقتاً اُس کے متعلق یادداشتیں تیار کرے، اور جائنٹ سکرٹری اور سکرٹری کے سامنے پیش کرے۔ تاکہ اُن کو رائے دینے اور کام کے اجلاس میں پیش کرنے کا موقع ملے۔ بالفعل جو ضروری اور اصلی کام ہیں، اُن میں سے کوئی کام اِس دفتر سے نہیں ہوتا۔ ہماری کانفرنس ایک جماعت ہے جسمیں ہندوستان

کے لائق اور ــــ برآوردہ مسلمان شریک ہیں، اور جو بلحاظ اپنے اُصول اور اغراض کے
نہایت مفید ہے، اور جسکی شان و شوکت اور وقعت بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ مگر افسوس ہے
کہ وہ کام جنکی توقع اس مجلس سے تھی، وہ نہیں ہوسکے۔ یونیورسٹی کمیشن قائم ہوئی، یونیورسٹی
بل پاس ہوا، یونیورسٹیوں نے نئے قواعد مرتب کئے، نیا نصاب تعلیم بنایا، دوسری قوموں
نے اُن پر خوب غور کیا، اُن پر بحثیں کیں، مجلسیں قائم کیں، یادداشتیں تیار کیں، گورنمنٹ
اور یونیورسٹی میں میموریل بھیجے۔ غرضکہ اپنا قومی فرض جیسا کہ چاہیے تھا ادا کیا، مگر ہماری
اس باوقعت اور مشہور انجمن نے کیا کیا؟ کچھ نہیں کیا۔ اور اسکا سبب صرف یہ ہے
کہ سکریٹری خود انگریزی سے ناواقف، اُن کے دفتر میں ایک بیس روپیے کے محرر
سے زیادہ نہیں، ریفرنس کے لئے کوئی سواد نہیں۔ کوئی لائق مددگار اُن کے پاس نہیں،
اسی لئے اِس مجلس سے وہ کام نہوا جو ضروری تھا، اور جسکی اُس سے توقع ہوسکتی تھی،
اگر آیندہ بھی یہی حالت رہی، اور اُسکا دفتر مضبوط نکیا گیا ، اور ریکارڈ درست نہوا، اور
تمام ضروری مواد جمع نہ کیا گیا ، اور کوئی کام کرنیوالا لائق انگریزی داں مقرر نہوا تو کچھ اُمید
نہیں ہے کہ اِس مجلس سے وہ مقصد حاصل ہوگا جس کے لئے یہ قائم کیگئی ہے۔ اور ہمیشہ
یہی رونا رہیگا جو ابتک رویا جاتا ہے۔

علاوہ اِن باتوں کے بہت سی تجویزیں اور ایسی ہیں جن پر ہمکو توجہ کرنی اور اس مجلس
کو اُن کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور ہمارے معزز اور لائق دوست مولوی طفیل احمد صاحب
نے اپنی دو (۲) تحریروں میں اُن کو اچھی طرح بیان کیا ہے۔ مناسب ہے کہ اُن کی وہ تحریریں
کثرت سے چھاپکر شائع کی جاویں، اور لوگوں کو اُسپر متوجہ کیا جائے۔

بہر حال اب ہمکو اپنے نقصوں پر، اور اپنی غلطیوں پر، اور اپنی ناکامیوں پر افسوس
کرنا، اور اُسپر شرمندہ ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اُن نقصوں کے دُور کرنے کی کوشش
کرنی چاہیئے، اور اِس مجلس کو درحقیقت مفید مجلس بنانی چاہیئے۔ ورنہ بہتر ہے کہ وہ بند